الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوریۃ والانجیل

بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ

تالیف

حکیم محمد عمران ثاقب

مکتبہ قدوسیہ

حکیم محمد عمران ثاقب

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب وسنت
کی
نشر واشاعت
کے لیے
کوشاں

اهتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

مکتبہ قدوسیہ
قدوسیہ اسلامک پریس
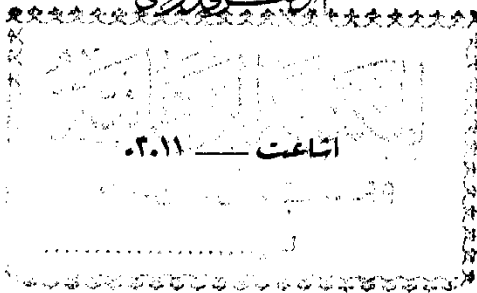
رحمان مارکیٹ ◎ غزنی سٹریٹ ◎ اردو بازار ◎ لاہور پاکستان
Tel: +92-42-37351124,37230585
maktaba_quddusia@yahoo.com
www.quddusia.com

فہرست مضامین

باب نمبر ۲:

توراۃ اور محمد رسول اللہ ﷺ

باب نمبر ۵:

انجیل اور محمد رسول اللہ ﷺ

باب نمبر ٦:

انجیل برنباس اور محمد رسول اللہ ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نبی عربی پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد تمام نبوتیں ختم، قرآن کریم کے نزول کے بعد سابقہ تمام صحف سماویہ منسوخ اور دین اسلام کے بعد تمام ادیان نامقبول قرار پائے اور اعلان کر دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اورقرآن کریم کے بعد کسی اور آسمانی کتاب پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اللہ کے ہاں اب مقبول دین اسلام اور صرف اسلام ہے۔

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران : ١٩)

''اللہ کے ہاں دین اسلام ہی ہے۔''

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (آل عمران : ٨٥)

''جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

اس اعلان وصراحت کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہودیت، مسیحیت، اور اسی طرح دیگر ادیان و مذاہب کے پیروکار اسلام قبول کر لیتے اور رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دامن میں آجاتے، مگر برا ہو مذہبی پیشوائیت اور جاہ وشکم کے مفادات کا یہ چیزیں قبول حق میں رکاوٹ بن گئیں اور اب تک بنی ہوئی ہیں۔ جس کا نتیجہ بقول علامہ اقبال یہ ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اسلام اور غیر اسلام کی یہ ستیزہ کاری ہر مذہب سے ہے، یہودیت سے، عیسائیت سے، بدھ مت اور ہندو مت سے، مجوسیت اور مزدکیت سے۔ اور ہر محاذ پر ہے، سیاست میں،

معیشت و معاشرت میں، تہذیب و تمدن میں علم وفن میں اور بحث و مناظرہ میں زیر نظر کتاب آخر الذکر مبحث سے متعلق ہے یعنی مسیحیت سے علمی مذاکرہ و مباحثہ اور قرآن و بائبل کا تقابل اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت و صداقت۔ فاضل مصنف نے جو ابھی ماشاء اللہ جوان ہی نہیں بلکہ نوجوان ہیں، (سلمہ اللہ تعالیٰ) اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت و صداقت کو قرآن کریم سے ہی نہیں، بلکہ تورات و انجیل اور دیگر صحف آسمانی سے ثابت کیا ہے۔ یہ سابقہ آسمانی کتب اگرچہ عہد بہ عہد مختلف تغیرات و تحریفات کی آماجگاہ رہی ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں اب بھی بکثرت ایسا مواد اور استشہادات موجود ہیں جن سے نبی ﷺ کی عظمت شان اور آپ کی رسالت و نبوت اور خاتمیت کا اثبات ہوتا ہے عزیز گرامی حکیم محمد عمران ثاقب نے بائبل ہی سے کوہ کنی کر کے اسلام کی جوئے شیر نکالی ہے اور پھر عیسائیوں اور دیگر اہل مذاہب کو اپنی روحانی تشنگی بجھانے اور اس سے سیراب ہونے کی دعوت دی ہے۔

اس اعتبار سے یہ کتاب ''بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ'' تشنگان روحانیت کے لیے ایک چشمہ صافی ہے جس سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ گم گشتگان بادیہ ضلالت کے لیے ایک مینارہ نور ہے جس سے وہ شاہراہ ہدایت و سعادت کی طرف رہنمائی پا سکتے ہیں۔ ایک معیار اور کسوٹی ہے جس پر حق و باطل اور صدق و کذب کو پرکھا جا سکتا ہے اور ایک میزان ہے جس میں افکار و نظریات کو تولا جا سکتا ہے۔

عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی تالیف پر مبارکباد کے مستحق ہیں اور قدر افزائی کے بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید برکت عطا فرمائے۔ ان کی یہ علمی کاوش بجا طور پر

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

کی آئینہ دار ہے۔ بارك اللّٰه في علمه وشكره و مساعيه۔

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

مدیر شعبہ تحقیق و تالیف و ترجمہ دارالسلام

لاہور ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مئی ۲۰۰۴ء

حرفِ چند

یہ عقیدہ اپنی پختہ بنیادوں پر قائم ہے کہ محمد ﷺ سلسلہ نبوت و رسالت کے آخری فرد ہیں اور آپ کی نبوت وختم نبوت کا تذکرہ سابقہ آسمانی کتب میں موجود تھا۔ بطورِ خاص توریت وانجیل میں آپ کی نبوت اور آپ کی صفات کا تذکرہ ایسے واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اسے ذکر فرمایا تھا کہ اسے جھٹلانا ایک عظیم سچائی کی تکذیب ہے لیکن یہود ونصاریٰ نے محض خاندانی تعصب اور حسد کی بنیاد پر اس سچائی کی تکذیب کی اور اب تک اس کی تکذیب میں ڈوب کر سعادت ونجات سے جان بوجھ کر محروم ہو رہے ہیں۔ ادھر ہر دور میں علمائے اسلام نے دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا ذکر سابقہ صحف سماویہ میں موجود ہے اور دیگر علمی وعقلی دلائل کے علاوہ موجودہ بائبل سے بھی دلائل پیش کیے اور یہ دلائل ان بشارتوں پر مشتمل ہیں۔ یہود ونصاریٰ کی تحریف کے باوجود محض اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جن کی حفاظت فرمائی اور یہ مضامین علمائے اسلام نے یہود ونصاریٰ پر اتمام حجت کے لیے پیش کیے ہیں ورنہ آپؐ کی نبوت بائبل کی محتاج نہ تھی نہ ہے...... زیر نظر کتاب بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی اسی سلسلے کی ایک کتاب ہے جو اتمام حجت کے لیے جناب حکیم محمد عمران ثاقب نے تالیف کی ہے۔ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ❶ عیسیٰؑ اور مروجہ اناجیل ❷ سیدہ حاجرہ سیدنا اسماعیل اور بنی اسرائیل ❸ تورات اور محمد رسول اللہ ﷺ ❹ زبور اور محمد رسول اللہ ﷺ ❺ انجیل اور محمد رسول اللہ ﷺ ❻ انجیل برناباس اور محمد رسول اللہ ﷺ اور ان چھ ابواب میں دلائل اور ان کی تفصیل کو علمی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب یہود ونصاریٰ کے لیے اتمام حجت کے ساتھ سچائی کو قبول کرنے کی ایک دعوت ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے ایمان میں اضافے کا باعث ہے۔

مولانا عبدالرؤف فاروقی

چیف ایڈیٹر ماہنامہ مکالمہ بین المذاہب لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد کا رسول

کائنات کی تخلیق سے بھی قبل عالم ارواح میں تمام انبیاء سے عہد لیا جاتا ہے کہ:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (آل عمران: ۸۱-۸۲)

”جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تمہارے پاس وہ رسول (محمد ﷺ) آئے جو تمہارے پاس کی چیزوں کو سچ بتائے تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اس کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو؟“

(آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام) سب نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، پس اس کے بعد بھی جو (اس عہد سے) پھر جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں پھر خالق کائنات نے عظمت اور رفعت کا تاج حضرت انسان کے سر پر رکھ دیا۔ ﴿ولقد كرمنا بني آدم﴾ پھر ہر قوم میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ ﴿ولكل قوم هاد﴾ یعنی ہر قوم کے لیے ایک ہادی گزرا ہے اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ:

﴿وان من امة الا خلا فيها نذير﴾

”کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔“

اور کبھی ایسا ہوا کہ ایک ہی قوم یا ایک ہی بستی میں اللہ تعالیٰ نے اکٹھے دو یا تین رسول

بھی مبعوث فرمائے جیسا کہ ارشاد ہے "فعززنا بثالث" ایک ہی بستی میں تین رسول مبعوث فرمائے۔ بہر حال جتنے بھی نبی یا رسول تھے، وہ مخصوص قوم اور مخصوص وقت کے لیے محدود تھے اور اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور ان میں سے بعض کو آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے بھی نوازا اور پھر ہر صاحب کتاب نبی کو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں کیے گئے عہد کی یاد دہانی بھی کرا دی تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے خاتم النبیین صادق المصدوق (ﷺ) کی یاد دلاتا رہے تا کہ لوگ اس کا وعدہ بھول نہ سکیں اور سراج منیر فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو تو ہر قوم یا امت فوراً پہچان لے، اس لیے ہر آسمانی صحیفے میں صادق المصدوق ﷺ کے متعلق ہم بشارات کو موجود پاتے ہیں اور ہر آسمانی کتاب میں اس عہد کی یاد دہانی کرائی جاتی رہی تا کہ ہر کوئی اپنی امت کو آپ ؐ کے آنے کی خوشخبری سنائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وانه لفي زبر الاولين﴾ بلاشبہ آپ ﷺ کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ نبی کے بعد نبی آنے کا سلسلہ جاری تھا دنیا کا کوئی خطہ باقی نہ رہا جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلم اخلاق نہ آیا ہو، ان بزرگوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا، نفوس انسانی کی اصلاح فرمائی، تخلیق کی غرض و غایت اور اپنے فرض کو اپنی وسعت بھر انجام دے کر چلے گئے۔ مگر انسان نے کیا کیا؟ کیا ان کی ہدایت پر عمل پیرا رہا؟ کیا ان کی تعلیمات کو محفوظ رکھا؟ کیا ان کی زندگی کو اسوہ بنایا؟ افسوس کہ سب کا جواب نفی میں ہے۔ بنی اسرائیل نے تورات و زبور کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور اپنے اعمال بد کی وجہ سے ملعون ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کے مستحق بنے، خود تورات میں بنی اسرائیل کی جگہ جگہ مذمت بیان کی گئی ہے۔ "خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا" حتیٰ کہ ہدایت انسانی کے لیے بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور انہیں کتاب و حکمت کے ساتھ معجزات سے بھی نوازا تا کہ کسی بھی طرح بنی اسرائیل اُن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، مگر لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا، اُن کی تکذیب کی، اُن کی توہین کی اور اُن کی تعلیمات کو بھی مذاق اور ٹھٹھوں میں اڑایا۔ آخر کار عیسیٰ علیہ السلام نے بھی لوگوں کو خبردار کیا کہ لوگو! میں تو جا رہا ہوں

مگر یاد رکھنا ایک آنے والا ایسا آئے گا کہ میں اس کے پاؤں کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمہیں لوہے کے عصا (تلوار) سے سیدھا کریگا یعنی میری طرح مجبور، بے بس اور کمزور نہ ہوگا یاد رکھو، اس کی شان میں گستاخی معاف نہیں کی جائے گی مگر یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے، ان کے اپنے ہی ایک یہوداہ نامی حواری نے تیس سکوں کے عوض مسیح کو گرفتار کروانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے مسیح کی شکل کو بدل دیا اور یہوداہ کو مسیح کا ہم شکل بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور یہوداہ اسخر یوطی کو انہوں نے مسیح سمجھ کر مصلوب کر دیا۔ یہ بات عیسائیوں کے لیے ناممکنات سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے خود انجیل میں لکھا ہے کہ ''کوئی بات خدا کے نزدیک ناممکن نہیں۔'' (لوقا ۱-۳۷)

مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد پولس نے مسیح کی تعلیمات کو بعل دیوتا کی تعلیمات سے بدل دیا اور بعل دیوتا کے متعلق مشہور افسانے کو مسیح کے ساتھ جوڑ دیا اور اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کو مسیح کی انجیل کا نام دیا اور ان من گھڑت افسانوں کو اللہ تعالیٰ کے کلام کا نام دیا اور شریعت کو بھی لعنت قرار دے دیا گیا۔ قصہ مختصر اللہ تعالیٰ نے انہیں شبہ میں ڈال دیا اور مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی دنیا کی حالت ابتر ہو چکی تھی اور ان کے بعد تو اس سے بھی زیادہ حالات ابتر ہو گئے۔ انتہائی نافرمانی، شرک و بدعت، ابن آدم کے معجزات کو دیکھا تو ابن اللہ کا راگ الاپنے لگے۔ آسمانی کتابوں میں تحریف، کتمانِ حق اور انتہائی کمال جرأت یہ کہ معصوم عن الخطاء ہستیوں کو بھی معاف نہ کیا گیا اور ان پر ایسے شرمناک الزامات لگائے کہ بس اللہ کی پناہ اور پھر مروجہ اناجیل میں مسیح کو بھی معاف نہ کیا گیا۔ ساری دنیا کے گناہوں کا پلندہ مسیح کے سر پر رکھ کر خود شریعت سے آزاد ہونے کا اعلان کر دیا اور مسیح کو لعنتی کہہ دیا گیا۔ (نعوذ باللہ)

علاوہ ازیں شریعت سے آزادی کے سبب حلال و حرام کی تمیز بھی جاتی رہی اور بے حیائی، بے راہروی، شراب، جوا، راہزنی، قتل و غارت اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا وغیرہ گویا کہ کائنات اندھیر نگری بنی ہوئی تھی، کفر و ضلالت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، یہودی،

نصرانی، صابی اور زرتشی حتیٰ کہ ہر قوم گمراہی کے آخری دہانے پر تھی اور روئے زمین پر کوئی قوم ایسی نظر نہ آتی تھی جو مزاج کے اعتبار سے صالح کہی جا سکتی ہو، نہ کوئی ایسی سوسائٹی ہی تھی جو شرافت اور اخلاق کی اعلیٰ قدروں کی حامل ہو، نہ کوئی ایسی حکومت تھی جس کی بنیاد عدل و انصاف اور رحم پر ہو، نہ کوئی ایسی قیادت تھی جو علم وحکمت کی علم بردار ہو اور نہ ہی کوئی ایسا دین تھا جو انبیاء علیہم السلام کی طرف صحیح نسبت رکھتا اور ان کی تعلیمات وخصوصیات کا حامل ہو۔

عرب کا گھر گھر بت کدہ بنا ہوا تھا، ستم ظریفی یہ کہ جس گھر کو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خالق کائنات کی عبادت کے لیے بنایا تھا، وہ گھر نذر بتاں ہو گیا۔ صحن کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے، اس کی دیواریں تصویروں سے منقش تھیں، بڑا بت ہبل کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ تہذیب و تمدن اور تعلیم کے لحاظ سے تمام ملکوں سے پسماندہ علاقہ یہی تھا۔ معاشرے کے عادات و اطوار ہلاکت آفریں تھے اور ہر مخلوق کی کسی نہ کسی رنگ میں پوجا کی جاتی تھی۔ تاجداروں کے سامنے سر نیاز خم ہوتے تھے، مندر اور کلیسیاء کے اجارہ دار خدائی کر رہے تھے۔ احبار و رہبان کو رب بنا رکھا تھا، تثلیث پرستی کا دور دورہ تھا۔ اللہ فراموش تو تھے خود فراموش بھی ہو گئے۔ انسانی عظمت کا تصور محو ہو چکا تھا، ظلم وستم کا دور دورہ تھا، اور جینے کا حق اس کو حاصل تھا جس کے پاس دولت یا طاقت تھی۔ مولانا حالی نے مختصر الفاظ میں عربوں کی بت پرستی کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پہ فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاراں کی چوٹیوں پر

اور ان کی اخلاقی حالت کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر ایک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے
کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے دوڑانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

گویا کفر وضلالت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا طوفان تھا جس کے تند و تیز تھپیڑوں میں انسانیت کی ناؤ ہچکولے کھا رہی تھی۔ بلائے عظیم میں گرفتار سلیم الفطرت لوگ کسی نجات دہندہ کے منتظر تھے۔ ستم رسیدہ لوگوں کی نگاہیں دور کہیں افق میں کھوگئی تھیں۔ بنی اسرائیل اپنی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے آخری نبی عہد کے رسول کے منتظر تھے، حتیٰ کہ وہ آپ کی جلد آمد کی دعائیں کرتے تھے۔

﴿وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (البقرۃ:۸۹)

(بنی اسرائیل) بعثت نبوی سے قبل آخری نبی کے مبعوث کیے جانے کی اور ان کے ذریعے کافروں پر فتح حاصل ہونے کی دعائیں کرتے رہتے تھے۔ غرضیکہ ہر پہلو اور ہر لحاظ سے وقت کا تقاضا یہ تھا کہ اب آفتاب عالم تاب طلوع ہو۔ جامع کامل اور اکمل رسول آئے جو ہمہ تن آئینۂ عمل ہو، تاکہ وہ پوری کائنات کے لیے ایک بنیادی مذہب پیش کر کے محدود اور تنگ نظر

عقائد سے نجات دلائے، جہالت کے طوق ان کی گردنوں سے اتار پھینکے، اس کا لایا ہوا آئین ایسا مکمل اور جامع ہو کہ جو نہ صرف سابقہ ادیان کا نچوڑ ہو بلکہ رہتی دنیا تک کی انسانی ضروریات کے لیے کافی اور حرف آخر بھی ہو۔ جو زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو اور اس کا محافظ خود قادر مطلق ہو، تاکہ اس میں تحریف یا اس کے منسوخ ہونے کا کوئی خطرہ موجود نہ ہو۔ آنے والا اسم بامسمیٰ یعنی ظاہری و باطنی خوبیوں کا مرقع ہو، ستودہ صفات اور جملہ کمالات سے متصف ہو۔ حامد بھی ہو محمود بھی۔ وہ کسی قوم یا بستی کے لیے نہیں بلکہ عالمین کا رسول ہو اور نبوت کا سلسلہ بھی اس پر ختم ہو تاکہ وحدت ملل اور مرکزیت اس پر قائم و دائم رہے۔ وہ نبوت اور رسالت کے تمام علوم اور کمالات کے علاوہ ہر سابقہ نبی کی خصوصی شان اور تغرائے امتیاز کا وارث بھی ہو۔ آنے والا ایسے مقام پر جلوہ گر ہو جسے تقدس اور مرکزیت حاصل ہو، جو ام القریٰ ہو اسکا ظہور ایسے ملک میں ہو جہاں سے آنے والا پیغام تمام براعظموں تک باآسانی پہنچ سکے۔ آنے والے کی زبان بھی خصوصیت کی حامل ہو، اس میں حیات، نمو اور بقا کی صفات اور استعداد موجود ہو اور فصاحت میں ایسی ہو کہ زبان نہ جاننے والا بھی سنے تو لذت اور چاشنی پائے اور بلاغت کا حال یہ ہو کہ الفاظ مختصر مگر معانی کثیر اور اس میں تحریف ہونے کا خطرہ بھی موجود نہ ہو۔ آنے والے کا خاندان، حسب و نسب میں سب سے اشرف اور قوم میں گرامی قدر ہو۔ صاحب ظہور حسن صورت و حسن سیرت دونوں میں یکتائے دہر ہو۔ بچپن اور زمانہ جوانی قبل از نبوت بے لاگ اور امتیازی شان کا حامل ہو، عالم طفولیت ہی سے اس کی صداقت، طہارت، امانت، دیانت اور سلامت روی ضرب المثل ہو۔ آنے والے کی قوم وہ منتخب ہو جو ہزاروں سال سے تعلیمات اور فیوضات نبوت سے محروم ہو تاکہ مبعوث ہونے والے کے حق میں گمان نہ ہو سکے کہ اس نے گہوارہ علم میں پرورش پائی یا علوم نبوت اس کے خاندانی تھے اور اس سے مزین ہو کر اپنے آبائی علوم کا مظہر بنا بلکہ اس کے علوم کو براہ راست عطائے ربانی تسلیم کرنے میں انکار کا ادنیٰ سا امر بھی مانع نہ ہو۔ قوم بھی اس کی اُمی ہو اور وہ خود بھی امی ہو جس کو کتاب و حکمت کے نزول سے قبل معمولی سی نوشت و خواند بھی نہ آتی ہو اور اس امر سے اس کی قوم بھی واقف ہو کہ صاحب

ظہور کا نہ کوئی معلم تھا اور نہ ہی وہ کسی درسگاہ کا فارغ التحصیل ہے اور آنے والا کمزور اور بے بس بھی نہ ہو اور اس کی قوم جری بہادر ایماندار اور وفادار آزاد تصنع اور تکلفات سے بری ہو، خود داری اور عزت نفس کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔ جاں فروشی اور صبر و ضبط کے تمام اوصاف اس میں موجود ہوں اور اپنے عقیدے کی اتنی پختہ اور راسخ ہو کہ اس کے خلاف آواز سننا بھی گوارہ نہ کرتی ہو بلکہ جان توڑ مقابلہ کرنے والی ہو۔ ساتھ ساتھ حقیقت پسند بھی اتنی ہو کہ ہر طرح ٹھوک بجا کر نئے عقیدہ کی خوبی ثابت ہونے کے بعد اس عقیدے کی خاطر جان و مال لٹانے میں اسے دریغ نہ ہو اور اس کے عزم ایمانی کی یہ شان ہو کہ پہاڑ راہ سے ہٹ جائیں اور سمندر پایاب ملے۔

اب وقت آ چکا تھا کہ کائنات کے امام خاتم النّبیین صادق المصدوق ﷺ کی باسعادت ہستی کی بعثت سے انسانیت کی شب فراق و حرماں، صبح سعادت میں تبدیل ہو جائے، بھلا خالق کائنات سے زیادہ کون وقت کی نزاکت اور ضرورت کو جان اور پہچان سکتا ہے اور یہ کب ممکن تھا کہ ارحم الراحمین انسانیت کی ڈوبتی نیاء کے لیے کھیون ہار نہ بھیجتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس عہد کے رسول ''وہ نبی'' کو مبعوث فرما کر اپنا سب سے بڑا انعام کیا۔

یکا یک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
عطا خاک بطحاء نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے سب جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝﴾ (آل عمران: ١٦٤)

"تحقیق اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اُس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" حضور کیا آئے کہ کائنات کا رنگ ہی بدل گیا۔ اور وہی لوگ جو کفر وضلالت کے مارے ہوئے تھے، آج یہ عالم ہے کہ

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی ہو گئے
وہ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

صادق المصدوق جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے سابقہ صحیفوں میں نازل کردہ حضور ﷺ کی صفات کا دوبارہ تذکرہ فرمایا تا کہ اہل حق اپنے صحیفوں میں آپ کے متعلق پیشین گوئیاں موجود پا کر ان پر ایمان لے آئیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں کئی دفعہ اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠﴾

(الاعراف:۱۵۷)

"جو لوگ امی نبی کی اتباع کرتے ہیں جس (کے ذکر) کو اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ (نبی) انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور طوق اتارتا ہے جس نے انہیں جکڑ رکھا تھا، پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور ان کی امداد کی اور اس نور (قرآن) کی پیروی

کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ کامیاب وکامران ہیں۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصف: ٦)

''اور یاد کرو جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے فرمایا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں، (جو مجھ سے قبل نازل ہو چکی ہے) اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک (برگزیدہ) رسول کی جو میرے بعد تشریف لائے گا، اس کا نام احمد ہوگا۔''

اور سورۃ بقرۃ میں ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ: ١٤٦)

''اور جنہیں ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ تو (محمد ﷺ) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے اور ان کی ایک جماعت حق کو پہچان لینے کے بعد پھر چھپاتی ہے۔''

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الفتح: ٢٩)

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت

ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں ان کا نشان ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے اثر سے ہے اور ان کی یہی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں بھی ہے۔ مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے ان ایمان والوں اور شائستہ اعمال والوں سے، اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔''

اگرچہ بائبل اللہ کا کلام نہیں مگر ہم بائبل میں اللہ کا کلام مسخ شدہ صورت میں ہی سہی، موجود پاتے ہیں۔ اس لیے ہم مروجہ بائبل میں بھی عہد کے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بکثرت پیشین گوئیاں دیکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت بائبل کے حوالوں یا پیشین گوئیوں کی محتاج نہیں، یہ حوالے تو محض یہود و نصاریٰ کے لیے اتمام حجت کے لیے پیش کیے جاتے ہیں...... یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے جو بہت سے ضروری اضافہ جات اور قیمتی حوالوں سے مزین ہے۔ امید ہے قارئین اس کاوش کو پسند فرمائیں گے۔ اس ایڈیشن میں بائبل سے ۳۶ پیشین گوئیاں پیش کی گئی ہیں اور ۱۰ پیشین گوئیاں انجیل برناباس سے لی گئی ہیں اس طرح کل ۴۶ پیشین گوئیوں پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ پہلے ایڈیشن میں موجود خامیوں کی بھی اصلاح کی گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ کمپوزنگ کی بھی کوئی غلطی نہ رہے۔ اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کے عربی اور انگریزی ترجمہ پر بھی کام جاری ہے۔ انشاء اللہ عنقریب قارئین کے لیے دستیاب ہوگا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمارے لیے توشہ آخرت بنائے۔ (آمین یارب العالمین)

حکیم محمد عمران ثاقب

0300-7473692, 0321-6165725

باب : ۱

عیسیٰ علیہ السلام اور مروجہ اناجیل

۱ : کیا حضرت مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں؟ یا خدا کا کوئی بیٹا ہے؟

الف: یوحنا کی انجیل لکھنے والے نے مسیح کو خدا کا اکلوتا بیٹا لکھا ہے۔ [1] حالانکہ عیسائیوں کی مسلمہ بلکہ مصدقہ کتاب توراۃ میں اس سے قبل خدا کے ہاں دو پہلوٹھے بیٹے ہو چکے ہیں۔ (۱) اسرائیل (یعقوب) میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹا ہے [2] (۲) خدا فرماتا ہے...... میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹا ہے۔ [3]

ب: سارے نیک آدمی اور عورتیں خدا کے بیٹے بیٹیاں ہیں:

۱: بنی اسرائیل...... تم زندہ خدا کے فرزند ہو۔ [4]

۲: جب روئے زمین پر آدمی بہت ہونے لگے اور ان سے بیٹیاں پیدا ہوئیں تو خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں۔ [5]

۳: ''مبارک ہیں وہ جو صلح کرواتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔'' [6]

۴: ''اپنے ستانے والوں کے لیے دعا مانگو تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔'' [7]

ج: سب انسانوں میں خدا کی روح بروئے بائبل:

۱: ''تو (اے موسیٰ) میں اتروں گا اور تیرے ساتھ وہاں باتیں کروں گا اور میں اپنی روح میں سے جو تجھ میں ہے کچھ لے لوں گا اور ان (ستر اشخاص) میں ڈالوں گا کہ وہ تیرے

---

[1] یوحنا ۱۸/۱۔
[2] خروج ٤-۲۲۔
[3] یرمیاہ ۲۱-۹۔
[4] ہوسیع ۱-۱۰۔
[5] پیدائش ٦-۲۔
[6] متی ٥-۹۔
[7] لوقا ۲/۲۸، ۳۵/٦، ۲٦/۲۰، یوحنا ۱۲-۱۳/۳٦، ۳٥_ ۱۰- اعمال ۱۷/۲۸، ۲۹۔

ساتھ قوم کا بوجھ اٹھائیں۔'' (گنتی باب ۱۷) یعنی موسیٰ میں جو خدا کی روح تھی، خدا نے اس کا بھی آگے بٹوارہ کر دیا یعنی اس روح سے کچھ لے کر ستر پر تقسیم کر دیا تو یہ تثلیث بھی قائم نہ رہی بلکہ مع موسیٰ و خدا کے ۷۲ اجزاء ہو گئے۔

۲: ''اور اس کے بعد ایسا ہو گا کہ میں اپنی روح سب انسانوں پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے بیٹیاں نبوت کریں گی۔ ❶

د: مسیح کے بہن بھائی

انجیلوں میں بعض اوقات مسیح کے بھائیوں اور بہنوں کے حوالے ملتے ہیں۔ ❷

یونانی زبان کے الفاظ ''اڈیلسفوئی'' ''اڈیلسفانی'' سگے بھائیوں اور بہنوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

ح: یسوع یوسف کا بیٹا بقول اناجیل

۱: اناجیل میں کہیں یوسف کو مریم کا شوہر بتایا گیا ہے اور کہیں منگیتر اور یسوع کو اسی یوسف کا بیٹا لکھا ہے۔ چنانچہ شجرہ میں مسیح کا باپ یوسف کو بتایا گیا ہے۔

۲: ''مریم نے بیٹے کو دیکھا تو بولی ''بیٹا تو نے کیوں ایسا کیا دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔'' ❸

۳: ''وہ ہم کو مل گیا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔ ❹

پس ثابت ہوا کہ اگر اناجیل میں مسیح کو اللہ کا بیٹا کہا گیا ہے تو محض استعارۃ جیسے تمام نیک اللہ کے بیٹے تمام بد شیطان کے بیٹے یہ لفظ بھی حقیقت میں اللہ کے بندے تھے، جسے مترجمین اور مصلحین کی بے لحاظ قینچی نے کانٹ چھانٹ کر کے بیٹے بنا دیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اناجیل کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنواری سے جنم لینا صحیح طور پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

---

❶ یوایل ۲: ۲۸۔
❷ متی ۱۲–۴۶: ۵۰ اور مرقس ۶۔۳ یوحنا ۷۔۳ اور ۲۔۱۲۔
❸ لوقا ۲: ۴۸۔
❹ یوحنا ۱/۴۵۔

❷ واحد خدا:

۱: خداوند ہمارا خدا ایک خداوند ہے... خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ ❶

۲: تو ہی واحد خدا ہے۔ ❷

۳: میں خداوند سب کا خالق ہوں، میں ہی اکیلا آسمان کو تھامنے اور زمین کو بچھانے والا ہوں، کون میرا شریک ہے۔ ❸

۴: میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ ❹

۵: علاوہ ازیں (انجیل مرقس۔ (۲۱-۲۸)، انجیل متی۔ (۴-۱۰)، مرقس (۱۰-۱۸)، یوحنا (۵-۴۴)، کرنتھیوں (۸-۴ تا ۲)، تیمتھیس ۱/۱۷)۔

کہاں تک عرض کیا جائے بے شمار حوالے بکھرے پڑے ہیں کہ مسیح نے بذات خود فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ (دیکھئے رومیوں ۱:۱) پس ثابت ہوا مسیح محض اللہ کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں، تثلیث وغیرہ من گھڑت عقائد ہیں۔

❸ عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے:

الف: ''اے بیت لحم! یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔'' ❺

ب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بذات خود فرمایا۔

''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔'' ❻

ج: عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا

''ان بارہ کو یسوع نے بھیجا، اور ان سے حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی

---

❶ استثناء ٤-٣٥. ❷ زبور ٨٦-١٠. ❸ يسعياه ٤٤ : ٢٤.
❹ يسعياه ٢١/٤٥. ❺ متی ٢ آیت ٦. ❻ متی ١٥ -٢٥.

ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔" ❶

پوری بائبل میں مسیح نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں پوری دنیا کے لیے آیا ہوں، البتہ پولس نے مسیح کی طرف یہ بہتان منسوب کیا ہے کہ "پس تم سب قوموں کو جا کر شاگرد بناؤ۔" اور پولس کی حقیقت اور حیثیت سے کوئی اہل علم ناواقف نہیں۔

❹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام علماء اور استادوں کے شاگرد رہے

"اور تین روز کے بعد ایسا ہوا کہ انہوں نے اسے ہیکل میں استادوں کے بیچ میں بیٹھے ان کی سنتے اور ان سے سوال کرتے ہوئے پایا۔" ❷

❺ مسیح کی بشریت و رسالت اور اناجیل اربعہ

۱: اناجیل سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو رسول کہا ہے۔

"یسوع نے آنکھیں اٹھا کر کہا کہ اے باپ میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی اور مجھے تو معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں، میں نے کہا تا کہ وہ ایمان لائیں کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے۔" ❸

۲: "یسوع نے پکار کر کہا کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے پر ایمان لاتا ہے۔" (یوحنا ۱۲: ۴۴) ثابت ہوا بھیجنے والا الگ ذات ہے نہ کہ مسیح کا اقنوم، جزو یا حصہ۔

۳: "میں نے جو کچھ کہا اپنی طرف سے نہیں بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اس نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں اور میں جانتا ہوں اس کا حکم ہمیشہ کی زندگی ہے۔" ❹

۴: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے، وہ مجھے قبول کرتا ہے۔" ❺

۵: جس طرح باپ نے مجھے حکم دیا میں ویسا ہی کرتا ہوں۔ ❻

---

❶ متی ۱۰-۶-۷۔ ❷ لوقا ۲-۴۶۔ ❸ یوحنا ۱۱:۴۱-۴۲۔

❹ یوحنا ۱۲: ۴۹، ۵۰۔ ❺ یوحنا ۱۳-۲۰۔ ❻ یوحنا ۱۴:۳۱۔

۶: حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔ ❶

۷: پرورش پائی۔ ❷

۸: ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہوا اپنے بھیجنے والے سے۔'' ❸

۹: عیسائی عقیدہ کے مطابق صلیب پر فوت ہوئے۔ ❹

۱۰: کھاتے پیتے تھے، سوتے اور غمگین ہوتے تھے۔ (متی، مرقس، لوقا، یوحنا کی اناجیل ان باتوں پر شاہد ہیں) ان حالات میں وہ کیونکر الٰہ ہو سکتے تھے اور ایک دو تین چار کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کا فرستادہ، اللہ کا پیغام بر اور رسول بتایا ہے جس طرح باپ نے مجھ کو حکم دیا ویسا ہی کرتا ہوں اور نمبر ۸ کے مطابق اپنے آپ کو نوکر بتایا ہے اور اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا، اور صلیب پر فوت ہونا، بقول عیسائیت انہیں مارا گیا ان کی توہین کی گئی، گالیاں دی گئیں اس طرح کی یہ مجبوریاں سب بشریت پر دال ہیں۔

ابن آدم اور اناجیل:

اپنی بشریت وعبدیت پر زور دینے کے لیے جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اناجیل میں بار بار اٹھتر مرتبہ اپنے لیے ابن آدم کا لقب استعمال کیا ہے مثلاً (متی ۱۰/۳۳، مرقس ۱۰/۴۵، لوقا ۵/۲۴، یوحنا ۳/۱۳ وغیرہ)

بعض عیسائی ''ابن آدم'' کے اس لقب کو خاص معنی پہنانے کی ناکام سعی کرتے ہیں۔ یعنی اس سے خدا کا حضرت عیسیٰ میں تجسم مراد لیتے ہیں مگر محققین نے واضح کیا کہ اصل ارامی زبان میں یہ لفظ برناش اور برناشا (Barnash or Barnasha) تھا جس کا سیدھا سادھا مطلب آدمی یا انسان ہے ارامی سے یونانی اور پھر دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوتے

❶ متی ۱-۱۸-۲۰۔ ❷ لوقا ۱-۱۸-۲۰۔

❸ یوحنا ۱۳-۱۶۔ ❹ متی ۲۷:۵۰، مرقس ۱۵-۳۷، لوقا ۲۳-۴۶۔

ہوتے ابن آدم کی شکل میں ایک غیر فطری یونانی اصطلاح وجود میں آئی۔" ❶

مگر ہم کہتے ہیں کہ بائبل میں حزقیاہ نبی کو بھی بار بار ابن آدم کہا گیا ہے (حزقی ایل ۲:۱، ۳:۱) اور دانیال نبی کو بھی (دیکھئے دانی ایل ۸/ ۱۷) لہٰذا اگر یہی مطلب لیا جائے جیسا عیسائی کہتے ہیں تو عیسیٰ کی پیدائش سے بھی قبل حزقی ایل اور دانیال نبی ابن آدم ہیں پھر خدا کا ان کے ساتھ تجسم عیسیٰ سے بھی پہلے ہوا۔ (نقل کفر کفر نباشد)

ب: عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے آزمائش

شیطان عیسیٰ علیہ السلام کو آزماتا ہے اور اپنے لیے انہیں سجدہ کرنے کو کہتا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں، اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اس کی عبادت کر۔" ❷

ج: عیسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا

جنگلوں میں الگ دعا (لوقا ۵:۱۵) ساری رات پہاڑ پر دعا (لوقا ۶:۱۶) دوسروں کے لیے دُعا (۲۲-۳۲) یہ سب باتیں عیسیٰ علیہ السلام کے انسان ہونے پر گواہ ہیں۔ اگر وہ خود خدا تھے تو دُعا کس سے کرتے تھے؟ نیز خدا ہوتے تو شیطان سے آزمائے جاتے؟

❻ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاقیات اور مروجہ اناجیل

انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کے ماں باپ عید منا کر یروشلم سے واپس ہو گئے مگر مسیح ان کے ساتھ نہ گئے۔ ایک منزل فاصلہ طے کر کے پتہ چلا تو وہ بیچارے سخت پریشانی کے عالم میں جلتے کڑھتے اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے واپس یروشلم پہنچے تو وہاں بیٹے کو موجود دیکھ کر ماں نے کہا کہ بیٹا تو نے ہم سے ایسا کیوں کیا؟ مسیح نے جواب دیا تم مجھے کیوں ڈھونڈتے تھے، کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضروری ہے۔" ❸

(ب) انجیل میں ہی لکھا ہے کہ مسیح جب مجمع سے خطاب کر رہے تھے تو انہیں اطلاع ملی کہ

---

❶ Encyclopaedia of religion and Ethices Vol 7

❷ متی ٤-١تا١٠۔ ❸ لوقا ۲: ٤١ تا ٥١۔

مجمع میں موجود آپ کی ماں اور بھائی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں لیکن مسیح نے اطلاع دینے والے سے کہا کہ کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو! میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے گا وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔ ❶

اس حوالہ سے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی ماں کی شان میں گستاخی ظاہر ہوتی ہے، وہاں پر یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں اور بھائیوں کو آسمانی باپ کی مرضی پر نہ چلنے والا تسلیم کیا ہے۔ تبھی تو ان کی بات سننا بھی گوارا نہیں کیا۔ ❷

(ج) انجیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی ماں نے کچھ کہا تو آپ نے جواب میں کہا کہ "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام، ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ ❸

(د) اپنے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ "اے سانپ کے بچو! تم برے ہو کر کیونکر اچھی بات کہہ سکتے ہو۔" ❹

(ذ) ایک کنعانی لاچار و مجبور عورت کی درخواست دعا کے جواب میں فرمایا "مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیں۔" ❺

ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی مذہب میں تثلیث کی طرح انسانی برادری کے بھی تین اقنوم (اصناف) ہیں ایک آدم زاد، دوسرے سانپوں کے بچے اور تیسرے کتوں کے بچے۔ اللہ رے ایسی بداخلاقی اور خفگی منجی عالم تو درکنار ایک مذہبی عالم کو بھی زیب نہیں دیتی۔

(ح) انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ "دوسرے دن جب وہ بیت عنیاہ سے نکلے تو اسے بھوک لگی، وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے، دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا

❶ متی ۱۲: ۴۶ تا ۵۲. ❷ لوقا ۸-۱۹ تا ۲۱، مرقس ۳: ۳۱ تا ۳۵.
❸ یوحنا ۲: ۱ تا ۱۱. ❹ متی ۱۲ : ۳٤.
❺ متی ۱۵ : ۲٦.

موسم نہ تھا اس لیے اس سے کہا کہ آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں نے سنا۔ ❶

انسان تو انسان درخت بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ حالانکہ غلطی اپنی ہی تھی کہ بغیر موسم کے انجیر کی طرف گئے اور جب کچھ نہ ملا تو اس کے لیے بددعا کرنے بیٹھ گئے کیا ہی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ ہے۔ علاوہ ازیں اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح محض انسان تھے الٰہ نہ تھے، مسیح عالم الغیب نہ تھے اور مسیح قادر مطلق نہ تھے، مجبور تھے مختار نہ تھے۔

❼ بادشاہوں اور سرداروں نے مسیح کی مخالفت کی

''قوموں نے کیوں دھوم مچائی؟ اور امتوں نے کیوں باطل خیال کیے؟ خداوند اور اس کے مسیح کی مخالفت کو زمین کے بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے۔'' ❷

اس سے ثابت ہوا کہ کسی سردار اور بادشاہ نے مسیح کی باتوں کو قبول نہ کیا اور نہ کوئی سردار یا بادشاہ ایمان لایا اور نہ کسی نے تحفے ہدیے اور نذرانے اس کی خدمت میں پیش کیے۔

❽ مسیح نے کسی کو مجرم ٹھہرایا اور نہ کسی کو جرم کی سزا دی:

انجیل یوحنا باب ۱۲ آیت ۴۷ میں مسیح کا قول ہے کہ فرمایا مسیح نے ''اگر کوئی میری باتیں سن کر اس پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں۔'' ❸

اناجیل سے ثابت ہے کہ مسیح نے عملی طور پر کبھی کسی کو سزا نہیں دی جس کا ثبوت یوحنا کی انجیل باب ۸ آیت ۱ تا ۱۱ میں ایک زانیہ عورت کا قصہ ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام دنیا کی عدالت کرنے کے لیے نہیں آئے تھے۔

❾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی شریعت لے کر نہیں آئے اور نہ پہلی شریعتوں کو منسوخ کرنے آئے تھے:

متی کی انجیل میں بذات خود مسیح کا فرمان ہے۔

---

❶ مرقس ۱۱: ۱۲-۱۴ ❷ اعمال باب ۴، آیت ۲۶ ❸ یوحنا ۱۲، آیت ۴۷

الف: ''یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔'' ❶

ب: ''جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔'' ❷

⑩ مسیح کی سواری اونٹ یا گھوڑا نہیں بلکہ گدھی یا گدھی کا بچہ تھا:

یسوع نے دو شاگردوں کو یہ کہہ کر بھیجا کہ اپنے سامنے کے گاؤں میں جاؤ، وہاں پہنچتے ہی ایک گدھی بندھی ہوئی اور اس کے ساتھ ایک بچہ پاؤ گے انہیں کھول کر میرے پاس لاؤ اور اگر کوئی تم سے کچھ کہے تو کہنا ''خداوند کو ان کی ضرورت ہے۔ وہ فی الفوران کو بھیج دے گا یہ اس لیے ہوا کہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ صیون کی بیٹی سے کہو کہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے وہ حلیم ہے، وہ گدھے پر سوار ہے بلکہ لادو کے بچے پر۔'' ❸

⑪ بقول بائبل مسیح خوبصورت نہ تھے:

کتاب یسعیاہ میں مسیح کے متعلق یہ پیشین گوئی ہے۔

''نہ اس کی شکل وصورت ہے نہ کوئی خوبصورتی اور جب ہم اس پر نگاہ کریں تو کچھ حسن و جمال نہیں کہ ہم اس کے مشتاق ہوں اور وہ آدمیوں میں حقیر و مردود، مرد غمناک اور رنج کا آشنا تھا، لوگ اس سے گویا روپوش تھے اور اس کی تحقیر کی گئی اور ہم نے اس کی کچھ قدر نہ جانی۔'' ❹

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کے بارے میں یہ عبارت افتراع کرنے والے یقیناً ان سے محبت کرنے والے نہیں ہو سکتے عیسائی حضرات کو سوچنا چاہئے کہ کہیں وہ یہود کی افتراعی سازش کا شکار تو نہیں۔

---

❶ متی باب ۵ آیت ۱۷۔ ❷ متی باب ۷ آیت ۱۲۔

❸ متی ۲۱۔ ۱ تا ۵ ، مرقس ۱۱۔۱ تا ۱۰ ، لوقا ۱۹۔۲۹ تا ۳۸، یوحنا ۱۲۔۱۴۔

❹ یسعیاہ باب ۵۳ آیات ۲۔۳ کیتھولک بائبل۔

۱۲ حضرت عیسیٰ تلوار لے کر نہیں آئے یعنی جہاد کرنے نہیں آئے تھے:

''ابن آدم لوگوں کی جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا ہے۔'' ❶

اصل میں یہ عبارت کچھ اس طرح تھی:

''ابن آدم تلوار لے کر نہیں آیا کہ لوگوں کی جان برباد کرے، بلکہ خوشخبری سنانے آیا ہے۔'' مگر مصلحین بائبل کی اصلاحی قینچی نے جگہ جگہ کرتب دکھایا اور مسیح کا فرمان بھی اصلاحی قینچی کے ہاتھوں مجروح ہوگیا۔

لطیفہ:...... بائبل میں جگہ جگہ حضور صادق المصدوق خاتم النّبیین جناب محمد ﷺ کے متعلق پیشین گوئیاں بکثرت موجود ہیں اور ساتھ ساتھ یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ نبی لوہے کے عصا یعنی تلوار سے لوگوں کو سیدھا کریگا، وہ دنیا کی عدالت کرے گا۔ وہ صاحب تلوار یعنی مجاہد اعظم ہوں گے۔ مصلحین بائبل نے دیکھا کہ تلوار کی نشانی تو صرف جناب محمد ﷺ پر ہی فٹ بیٹھتی ہے تو فوراً انہیں عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں میں بھی تلوار تھمانے کا خیال ستانے لگا چنانچہ متی کی انجیل میں ہے کہ فرمایا مسیح نے کہ ''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں کیونکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کروں۔'' ❷

واہ سبحان اللہ کیسی تعلیم ہے اور کیا عمدہ مشن مگر وائے حسرت کہ مسیح نے تلوار ہی اٹھائی اور نہ اسلحہ ہی اکٹھا کرنے کا موقع ملا اور نہ کسی کو کسی سے جدا کر سکے۔

اور مسیحا کا یہ ارادہ اور فرمان آسمانی بھی عملاً ظہور پذیر نہ ہو سکا اس عبارت کے اختراعی ہونے کا یہی ایک ثبوت کافی ہے مگر افسوس مصلحین بائبل پر کہ کتنا شرمناک الزام جناب مسیح علیہ السلام پر لگا رہے ہیں کہ وہ یہ مشن لے کر آئے تھے کہ باپ کو بیٹے کے خلاف اور ساس کو بہو کے خلاف لڑایا جائے۔

---

❶ لوقا ۹: ۵٦۔

❷ متی باب ۱۰ آیات ۳٤، ۳۵۔

⓭ مسیح مصلوب نہیں ہونا چاہتے تھے مسیح کی دعا اور آرزو:

جناب مسیح نے ”منہ کے بل گر کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔“ ❶ بقول انجیل مسیح نے بڑی عاجزی سے منہ کے بل گر کر دعا کی اور اب یہ کیسے ممکن ہے کہ مسیح کی دعا قبول نہ ہو لہٰذا انجیل کا اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو مروجہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے۔ گرفتار کرنے والے مسیح کو پہچانتے نہ تھے اس لیے یہوداہ کو رشوت دی۔ دیکھئے (یوحنا ١٨-٥، ٩) اور پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی صورت بھی تبدیل ہو چکی تھی یہ یقیناً مسیح کی اس دعا کا نتیجہ تھا دیکھو۔ ❷

سب حواری مسیح کو تنہا چھوڑ کر بھاگ چکے تھے، رات کا اندھیرا تھا، مسیح کی صورت تبدیل ہو چکی تھی اور فرشتے مسیح کی مدد کے لیے نازل ہو چکے تھے۔ ”آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا تھا۔“ ❸

”وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ ❹

نتیجہ صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ اٹھا لیا اور مسیح کی شکل کو یہوداہ کی شکل سے اور یہوداہ کی شکل کو مسیح کی شکل سے بدل دیا اور انہیں شبہ میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے مگر مصلحین بائبل نے مسیح کی وہ تذلیل کی کہ اللہ کی پناہ۔

⓮ بقول مروجہ انجیل مسیح کے اللہ نے مسیح کو چھوڑ دیا (نعوذ باللہ):

اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ”ایلی ایلی لما شبقتنی“ ”یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔“ ❺

بقول انجیل مسیح علیہ السلام خود فرما رہے تھے بلکہ شکوہ کر رہے تھے کہ ”اے میرے خدا تو نے

---

❶ متی ٢٦-٣٩ اور مرقس ١٤، ٣٥۔ ❷ متی ١٧-٢، مرقس ٩-٢، لوقا ٩-٢٩۔

❸ لوقا ٢٢-٤٣۔ ❹ دیکھو متی ٤-٥ لوقا ١٤-١١۔

❺ متی ٢٧-٤٧، مرقس ٥-٣٤۔

مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" اب کیا کیا جائے کہ نہ تو ہم مان سکتے ہیں کہ مسیح نے جھوٹ کہا اور نہ ہی کوئی مسیحی یہ تسلیم کرے گا کہ مسیح کو غلط فہمی ہوئی اور نہ کوئی مسیحی ماننے کو تیار ہے کہ مسیح مصلوب ہی نہیں ہوئے اور نہ اس حقیقت کا اعتراف وہ آسانی سے کر سکتے ہیں کہ یہ اناجیل ہی من گھڑت ہیں ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر کوئی یہ معمہ حل کرے اور ہمیں سمجھائے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟

⑮ بقول مروجہ انجیل مسیح کا مذاق اڑایا گیا اور کوڑے مارے گئے:

"اس بات پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اس کے مکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا" اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا۔" ❶

"وہ اس کے سر پر سرکنڈا مارتے اور اس پر تھوکتے اور گھٹنے ٹیک کر اس کو سجدہ کرتے رہے اور جب اسے ٹھٹھوں میں اڑا چکے تو اس پر سے ارغوانی چوغہ اتار کر اسی کے کپڑے اسے پہنائے، پھر اسے مصلوب کرنے کو باہر لے گئے۔" ❷

مسیحیت کے عجائبات دیکھئے کہ وہ اس پر تھوکتے ہیں، انہیں مارتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں مگر اس کے باوجود انہیں سجدہ بھی کرتے ہیں۔

⑯ بقول انجیل مسیح کو مطعون بھی کیا گیا

متی اور مرقس لکھتے ہیں کہ ان دو ڈاکوؤں کے بارے میں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے وہ بھی جناب مسیح کو ملعون اور مطعون کرتے تھے۔" وہ ڈاکو جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے۔" ❸

کاش کہ انجیلوں کے مصنفین نے کسی کو عالم نزع کے وقت دیکھا ہوتا تو وہ جان سکتے کہ مرنے والے کو اس وقت صرف اپنی جان کی فکر ہوتی ہے کسی کو ملعون یا مطعون کرنے کی نہیں۔

⑰ مسیح کے حواری بھی مرتد ہو گئے:

یہوداہ اسکر یوطی صرف تیس سکوں کے عوض لالچ میں مسیح کو گرفتار کروانے پر راضی ہو گیا

---

❶ متی ۲۶_ ۶۷، ۶۸۔ ❷ مرقس ۱۵_۱۹ تا ۲۰۔ ❸ متی ۲۷_۴۴، مرقس ۱۵_ ۳۲۔

اور مسیح کے دشمنوں کا ہم نوا بن گیا۔ [1]

اور باقی سب شاگردوں نے بھی مسیح کا انکار کر دیا اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ گئے اور بقول انجیل منکر ہو گئے۔ دوسرے لفظوں میں مرتد ہو گئے۔ [2]

اسی طرح مسیح کے سارے ماننے والے مسیح کا انکار کر گئے۔ ایک پطرس بچا وہ بھی مرغ کی اذان سے قبل تین دفعہ انکار کر چکا تھا یعنی وہ بھی مرتد ہو گیا حتیٰ کہ مصلوب ہونے والے پر لعنت بھیجنے لگا۔ [3]

خدا نے بھی مسیح کو چھوڑ دیا، اپنے حواریوں نے بھی بے وفائی کی۔

① انجیل اور عیسائیت کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گستاخانہ عقیدہ:

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے اور انجیل میں بھی لکھا کہ دنیا کی ساری لعنت مسیح نے اپنے ذمے لے لی اور ہمیں ابدی لعنت سے چھٹکارا دلا کر خود لعنتی بن گئے۔ (نقل کفر کفر نباشد) جیسا کہ لکھا ہے "مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا۔" [4]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالکل لعنتی نہ تھے بلکہ سرتاپا سراپا رحمت تھے، البتہ ان کو لعنتی کہنے والے بذات خود اللہ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے، اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

② حضرت عیسیٰ کی موت کے واقعات عیسائیوں نے بعل دیوتا کی موت سے اخذ کیے:

مندرجہ بالا رسومات اور عقائد میں مصر، یونان اور اسیریا (بابل) کے بت پرستوں کے عقائد و رسومات کو اپنایا گیا۔ پولس بذات خود اسرائیلی تھے اور ان پر بعل دیوتا کی پرستش کی چھاپ لگی ہوئی تھی اسیریا کا علاقہ فلسطین کے ساتھ ہی ہے۔ اسیریا کا علاقہ وہی ہے جہاں

---

[1] متی ۲٦-۱٦۔ [2] متی ۲٦-۳۷۔

[3] متی ۵٦:۲٦، مرقس ۵:۱۴، یوحنا ۳۲:۱٦۔ [4] گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳۔

عیسیٰ سے قریباً نو صد سال بیشتر حضرت الیاس علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور ان بت پرستوں کو فرمایا تھا ﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾ (۳۷/۱۲۴) تم احسن الخالقین کو چھوڑ کر بعل کو پکارتے ہو اسیریا میں تری موِرتی (تثلیث) یعنی خاوند بیوی اور لڑکے کی پرستش بھی عیسیٰ کی پیدائش سے قبل صدیوں سے جاری تھی۔ جس کے نام انہوں نے "نا" "ای آ" اور "بلیع" رکھے ہوئے تھے مگر بعل دیوتا ان سے بڑا تھا۔ بابل کے کھنڈرات میں بعل کا ہشت منزلہ گرا پڑا مندر آج بھی اپنی سطوت کا اعلان کر رہا ہے۔" ❶ تثلیث کا عقیدہ صدیوں بیشتر بت پرستوں میں رائج تھا بلکہ موجودہ دور کے ہندو بھی تثلیث پرستی یعنی تری موِرتی کا عقیدہ حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔

ہندوؤں میں برہما، وشنو اور شوبا پھر، ورن، اندر اور اگن کا نام ملتا ہے۔ کلیسیا نے تثلیث کا عقیدہ بھی بت پرستوں کی دیکھا دیکھی گھڑا اور ان من گھڑت رواتیوں کو عیسیٰ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب "فارقلیط" اور صلیب کے واقعات بھی من گھڑت ہیں جو کچھ بعل دیوتا کی صلیب کے واقعات مشہور تھے وہ سارے عیسیٰ کی جانب منسوب کر دیے گئے۔ ذیل میں صلیب کے متعلق بعل دیوتا اور عیسیٰ کا تقابل دکھایا جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تقابل ایک مسیحی رسالہ "کوٹ" نے ۱۹۲۳ء میں شائع کیا تھا جو کہ ہم رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء سے نقل کرتے ہیں۔

بعل دیوتا کے متعلق	جناب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق
◆ بعل کو قید کیا گیا	عیسیٰ کو قید کیا گیا (متی ۲۷-۲)
◆ بعل پر ہاؤس آف دی ماؤنٹ کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا	عیسیٰ پر ہاؤس آف دے ہائے پریسٹ پلاطوس کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ (متی ۳۰/۲۷)
◆ بعل پر تھوکا گیا اس پر لعنت کی گئی	عیسیٰ پر تھوکا گیا اور ان پر لعنت کی گئی۔ (۳۰/۲۷)

❶ مشرق کی نابود شدہ تہذیب پنجاب ریلیجس سوسائٹی لاہور۔

۴ بعل کے ساتھ دو مجرم بھی لائے گئے ایک کو چھوڑ دیا گیا اور ایک کو مصلوب کر دیا گیا۔	یسوع کو بھی دو مجرموں کے ساتھ لے جایا گیا ایک کو چھوڑ دیا اور ایک کو مصلوب کر دیا گیا۔ (متی ب ۲۷)
۵ بعل کو پہاڑ پر لے جانے کے بعد شہر میں طوفان مچ گیا اور قتل و غارت ہونے لگی۔	یسوع کے مرنے کے بعد معبد کا پردہ پھٹ گیا، زمین لرزی، چٹانیں لڑھکیں، قبریں کھل گئیں، مردے شہر میں پھیل گئے۔ (متی ۵۱/۲۷)
۶ بعل کے کپڑے اتارے گئے اور تقسیم کئے گئے۔	عیسیٰ کے کپڑے اتارے گئے اور تقسیم کئے گئے۔ (متی ۲۷/۳۵)
۷ بعل کے دل پر برچھا مارا گیا ایک عورت نے خون صاف کیا۔	مسیح کے پہلو میں برچھا مارا گیا اس سے خون نکلا اور پانی نکلا، مریم مگدلینی سامان تجہیز کرتی ہے۔ (مرقس ۱۲/۱۰)
۸ بعل ایک غار کے اندر چلا جاتا ہے جہاں روشنی اور سورج نہیں پہنچتا۔	مسیح ایک چٹانی قبر میں مردوں کے عالم میں چلا جاتا ہے۔ (متی ۲۷/۶۰)
۹ بعل پر محافظ پہرہ دیتے ہیں۔	عیسیٰ کی قبر پر محافظ پہرہ دیتے ہیں۔ (متی ۲۷/۶۱)
۱۰ ایک دیوی بعل کے ساتھ آ کر بیٹھتی اور اس کی نگہبانی کرتی ہے۔	مریم نام کی دو عورتیں مسیح کی قبر کے آگے بیٹھتی ہیں۔ (متی ۲۷/۶۱)
۱۱ ایک عورت روتی ہوئی بہت سے لوگوں کے ساتھ بعل کو ڈھونڈھتی ہے اے میرے بھائی، اے میرے بھائی کی آوازیں دیتی ہیں،	مریم مگدلینی روتی ہوئی عورتوں کے ساتھ مسیح کی قبر پر آ گئی مگر مسیح زندہ ہو کر قبر سے نکل جاتا ہے۔ مریم روتی ہے کہ مسیح کی لاش کہاں

بعل پھر سے زندہ ہو جاتا ہے اور پہاڑ سے باہر آتا ہے۔	گئی۔ (یوحنا ۱۱/۲۰)
◆ بعل کے جی اٹھنے کی تقریب بابل کے بت پرست موسم بہار میں مناتے ہیں۔	مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کی تقریب بھی موسم بہار میں منائی جاتی ہے۔

لطیفہ:...... دوسری صدی کے عیسائی مبلغین میں جسٹن کا نام بڑا مشہور ہے۔ جب یہ روما پہنچا تو اس سے پہلے عیسائی مبلغین بہت سے یونانی و رومی عقائد عیسائیت میں داخل کر چکے تھے جب جسٹن روما پہنچا تو اس وقت کے قیصر روم کو اپنے عقائد تثلیث وغیرہ کی دعوت دی۔ قیصر روم نے جسٹن کو کہا جس مذہب کی تم تعلیم دیتے ہو، یعنی تثلیث پرستی وغیرہ اس کے کل کے کل معتقدات تو ہمارے مذہب کے پہلے ہی ایک ممتاز حصے ہیں اور ہمارا مذہب تمہارے مسیح کی پیدائش سے بھی ہزاروں سال پہلے کا ہے پھر تمہارے مذہب میں نئی بات کیا ہے؟ اس وقت جسٹن سے کوئی جواب نہ بن پڑا آخر ایک مدت کے بعد جسٹن نے ایک کتاب اپولوجیا (اعتذار) لکھی جس میں یہ ثابت کرنا چاہا کہ جناب مسیح سے کئی صدی بیشتر دشمن صداقت یعنی شیطان کو اس صداقت کا علم ہو گیا جو جناب مسیح سے وابستہ تھی یعنی خدا کنواری سے جنم لے گا۔ کفارہ گناہ ادا کرے گا اور اس کی یاد میں عشائے ربانی بپتسمہ وغیرہ ہو گی۔ شیطان نے طالبان صداقت کو مذبذب کرنے کے لیے مسیح سے صدیوں بیشتر مختلف ممالک میں ایسے مذاہب پھیلا دیئے جن کی تعلیم رسمیات، عقائد وغیرہ یہی تھی اس بے ہودہ اور لچر دلیل کا جو اثر قیصر پر ہو سکتا تھا، ظاہر ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اس لچر دلیل کے سبب قیصر کے حکم سے جسٹن کو عبرتناک سزا دی گئی اور اسے قتل کروا دیا گیا۔'' ❶ عیسائی اسے جسٹن شہید کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

◆ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم معصوم تھے؟

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ مریم صدیقہ تھیں وہ پرہیزگار، نیک صالح خاتون تھیں، معصوم

---

❶ تاریخ مخلف بر لائبریوں

تھیں اور جناب مسیح اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تھے اور جس طرح تمام انبیاء معصوم ہیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی معصوم تھے مگر بائبل کے نزدیک نہ تو مریم صدیقہ تھیں نہ ہی معصوم اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام معصوم اور گناہوں سے پاک تھے۔

الف: کیونکہ عیسائی حضرات کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو گناہ آدم نے کیا وہ گناہ موروثی طور پر اولاد آدم کی جبلت بن گیا اس طرح ساری کائنات کے انسان موروثی طور پر گناہگار ٹھہرے اور پھر اسی گناہ کے ازالے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر گناہ کی سزا عیسیٰ علیہ السلام نے بھگتی اور اس طرح انسان کا گناہ معاف ہوا۔ واہ سبحان اللہ کیا انصاف ہے کائنات کے منصف کا، کہ کرے کوئی اور پکڑا جائے کوئی۔ گناہ کریں آدم اور سزا ملے ہزاروں سال بعد عیسیٰ کو حالانکہ بائبل ہی کے نزدیک آدم کے گناہ کی فوراً سزا دے دی گئی تھی کہ ''اس جرم کی پاداش میں انسان گاڑھے خون پسینے کی کمائی کھائے گا اور اس کی عورت دردزہ سے بچے جنے گی سانپ ان کا دشمن ہوگا کہ یہ سانپ کا سر کچلیں گے اور سانپ ان کی ایڑی پر ڈسے گا اور زمین ان کے لیے اونٹ کٹارے اگائے گی۔'' [1]

کیا یہ سزا کم تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے جلدی میں سزا سنا دی اور بعد میں خیال آیا کہ یہ سزا کم ہے اس سے بدلہ پورا نہیں ہوا لہٰذا اس کا بدلہ مسیح کو مصلوب کر کے لیا جائے؟

اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آدم علیہ السلام کے جرم کی وجہ سے مسیح علیہ السلام مصلوب ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان سے بدلہ لیا تو اس صورت میں چاہیے کہ اب عورت دردزہ سے بچہ نہ جنے اور نہ انسان گاڑھے خون پسینے کی کمائی کھائے اور سانپ انسانیت سے دوستی کر لے۔ زمین اونٹ کٹارا اگانا چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ بدلہ لے چکا ہے۔ کیا کائنات کے منصف کا یہی انصاف ہے کہ بدلہ لینے کے بعد بھی سزا کو بحال رکھے؟ یہ ایک الگ موضوع ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل یہاں ضروری تھی۔ قارئین یہ بات یاد رکھیں کہ آدم علیہ السلام کا گناہ

---

[1] پیدائش باب ۳۔

موروثی طور پر انسانیت میں منتقل ہوا اور پھر انسان کی جبلت بن گیا۔

بائبل کی انبیاء اور اہل بیت انبیاء کی شان میں گستاخیاں:

موجودہ بائبل میں انبیاء کی شان میں جا بجا گستاخیاں کی گئی ہیں، ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

(نقل کفر کفر نہ باشد) خاندان یعقوب کی بت پرستی۔ [1]

یعقوب کا بڑا بیٹا اپنی ماں سے زنا کرتا ہے۔ [2]

الف: یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا اور اسی زنا کے سبب وہ حاملہ ہوئی اور اس کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ (۱) فارص (۲) زارح یعنی بائبل کے نزدیک فارص اور زارح دونوں ولد الزنا تھے اور خود انجیل کے مطابق جناب مسیح فارص کی اولاد سے تھے۔

ب: داؤد علیہ السلام بھی بقول بائبل کوئی نیک یا صالح انسان نہ تھے بلکہ (نعوذ باللہ) شرابی اور زنا کے دلدادہ تھے انہوں نے اوریاہ کی بیوی کو برہنگی کی حالت میں دیکھا پھر اسے اپنے محل میں بلایا اس سے زنا کیا، پھر اوریاہ کو قتل کروایا اور اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا۔ [3] اور اس عورت سے سلیمان پیدا ہوئے۔

ج: اور داؤد کے بیٹے سلیمان بھی بقول بائبل بت پرست اور زانی تھے۔ [4]

د: روت نام عورت کا فحش اور گندہ کردار۔ [5]

ح: راحاب تو کسبی تھی۔ [6]

ر: بت سبع بھی بدکار تھی اس نے داؤد سے زنا کیا تھا۔ [7]

ز: داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے اپنی ماں کے ساتھ سب بنی اسرائیل کے سامنے زنا کیا۔ [8]

ھ: داؤد کے بیٹے امنون نے اپنی ہی بہن تمر سے زنا کیا، اسی لیے ابی سلوم نے اس کو قتل کر دیا (۲ سموئیل ب ۱۳) (اور یہ سب بزرگ کون تھے؟ متی کی انجیل کے پہلے باب میں

---

[1] پیدائش ۲۵-۲ تا ٤.

[2] پیدائش باب ۳۵.

[3] ۲۔ سموئیل ب ۱۱ -۲ تا ۵.

[4] ۱۔سلاطین باب ۱۱ تا ۱۰ کیتھولک بائبل ملوک اولہ

[5] روت آیات ۲ تا ٤.

[6] یسوع ۱:۲.

[7] ۲۔سموئیل ۱۱-۲.

[8] ۲۔سموئیل باب ۱۲، ۱۱، باب ۱٦۔۱۲ تا ۲۰.

مسیح کا شجرہ پڑھ کر دیکھ لیجئے)۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا تو ایک معمولی گناہ موروثی طور پر ساری انسانیت میں سرایت کر گیا بلکہ انسان کی جبلت بن گیا اور ساری انسانیت گناہگار ٹھہری اور یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے لہٰذا ہم مسیحی اصول کے مطابق یہی کہیں گے کہ ان کے گناہ بھی موروثی طور پر اگلی نسلوں میں منتقل ہوئے اور موروثی طور پر بنی اسرائیل کی ساری نسلیں گناہگار ٹھہریں۔ اس طرح مسیح بھی موروثی طور پر گناہ گار ٹھہرے۔

ب: مسیح کا اصطباغ یعنی بپتسمہ لینا:

عیسیٰ علیہ السلام نے (یوحنا) یحییٰ سے اصطباغ یعنی بپتسمہ لیا "تب یسوع گلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس آیا تاکہ اس سے بپتسمہ پائے لیکن یوحنا نے اس سے منع کر کے کہا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے؟ یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ اب ہونے دے کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ یونہی راستی پوری کریں تب اس نے ہونے دیا اور یسوع بپتسمہ پا کر فی الفور پانی سے نکل کر اوپر آیا۔" [1] اس بپتسمہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے روحانی مراتب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اصطباغ کیوں لیا جاتا ہے؟

سابقہ تمام گناہوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے بپتسمہ لیا جاتا ہے اور بپتسمہ ایک طرح کا عہد بھی ہے کہ بپتسمہ لینے والا آئندہ کوئی گناہ نہ کرے گا۔

بپتسمہ سابقہ گناہوں کی پاکیزگی کے لیے اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے لازمی ہے۔ [2] اور دوسری بات یہ کہ وقت کی بزرگ ترین یعنی اعلیٰ ترین شخصیت سے ہی بپتسمہ لیا جاتا ہے۔

ج: بذات خود عیسیٰ علیہ السلام کو ایک شخص نے نیک کہا تو آپ نے فرمایا "تو کیوں مجھے نیک کہتا

---

[1] متی باب ۳ آیات ۱۴ تا ۱۶۔

[2] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۸۳ مقالہ بپتسمہ۔

ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک خدا۔" ❶ کتنی صفائی سے جناب مسیح نے تثلیث کا بھانڈا بھی چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔

د: "وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ہو سکتا ہے۔" ❷ اور یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مریم سلام اللہ علیہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

ذ: حضرت مسیح فرماتے ہیں "کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں یہ جو لکھا ہے وہ بدکاروں میں گنا گیا اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے وہ پورا ہونا ہے۔" ❸

غور فرمائیے جب مسیح بدکاروں میں لکھے گئے تو وہ منجی عالم اور خداوند کیونکر ہو سکتے ہیں ان تمام حوالہ جات سے مسیح اور مریم صدیقہ سلام اللہ علیہا کا شمار نعوذ باللہ نقل کفر بدکاروں میں ہوتا ہے، یہ ان کے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ برا ہو مدعیان تکذیب (یہود) کا جو آپ کو معتوب و مردود، بدکار اور ولد الزنا ٹھہراتے ہیں اور برا ہو مدعیان تصدیق (نصاریٰ) کا جو آپ کو بزدل اور ملعون ٹھہراتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہزار ہزار سلام اس معصوم نبی پر جس نے حضرت سارہ سے لے کر حضرت مریم صدیقہ تک باعصمت بطون سے گذر کر اس دنیا میں تشریف فرمائی۔ لاکھ لاکھ صلوٰۃ اس مخبر صادق پر جس نے ہمیں اسمہ احمد (فارقلیط) کی بشارت سنائی۔ حق فرمایا وجیھا فی الدنیا والآخرۃ نے ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾ (۱۹-۳۳)

تعدد ازواج بائبل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

عہد نامہ عتیق کی رو سے ایک سے زائد بیویاں کرنا جائز ہے اور کئی اسرائیلی انبیاء نے ایک سے زائد شادیاں کیں۔ بقول بائبل حضرت ابراہیم نے تین نکاح کئے۔ (۱) سارہ (۲) حاجرہ (۳) قطورہ سے (پیدائش) حضرت یعقوب کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت سموئیل نبی کے والد کی دو بیویاں تھیں۔ موسیٰ کی دو بیویاں تھیں۔ داؤد کی ایک سو بیویاں تھیں۔ حضرت

---

❶ متی ۱۹-۱۷ ❷ ایوب ۴:۲۵ ❸ لوقا ۳۷:۲۲

سلیمان کی سات سو بیویاں تھیں۔ تورات کے حسب ذیل حوالہ جات سے تعدد ازواج ثابت ہے (۱) پیدائش ب ۱۶۔۳، ۵ (۲) پیدائش ب ۲۵۔۱ (۳) پیدائش ب ۳۵ آیت ۲۳ تا ۲۶۔ (۴) احبار ب ۱۸۔۱۸ (۵) استثنا ب ۲۱-۱۵ (۶) ۱۔سموئیل باب ۱-۱ تا ۵ باب ۳ اور باب ۲۵-۴۲۔ (۸) ۲ سموئیل باب ۳ باب ۵-۱۳ باب ۱۱-۱۷، ۱۲-۸۔ (۹) اول سلاطین ب ۱۱ آیت ۱ تا ۴ (۱۰) اول تواریخ ب ۳ آیت او غیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ موسوی شریعت پر تھے اور آپ کے گھر والے بھی موسوی شریعت کے پیروکار تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کا آٹھویں دن ختنہ کروایا۔ [1] اس لیے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موقع ملتا اور جوانی کے ایام میں ہی رفع آسمانی کا معاملہ پیش نہ آتا تو یقیناً آپ کی بیویاں بھی ایک سے زائد ہوتیں کیونکہ آپ موسوی شریعت ہی کے پیروکار تھے پادری فاکس اپنی کتاب ''غلطیوں کی اصلاح'' مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنو ۱۸۷۱ء کے صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷ پر رقم طراز ہیں۔ ''تعدد ازواج کے مقدمہ میں ہم بے تردد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خداوند (عیسیٰ علیہ السلام) نے بھی اس کو منع نہیں کیا بلکہ اس رسم پر چلنے والوں کو برکت کا وعدہ فرمایا ہے۔'' اسلام نے نہایت کڑی شرائط کے ساتھ صرف چار بیویوں کی اجازت دی ہے مگر بائبل میں کثرت ازواج کی کوئی حد مقرر نہیں۔

خلاصہ

۱: مسیح اللہ یا اللہ کے بیٹے نہ تھے بلکہ محض انسان اور اللہ کے رسول تھے۔

۲: مسیح ساری انسانیت کے لیے نہیں بلکہ صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آئے۔

۳: قوم کے سرداروں اور بادشاہوں نے مسیح کو ہدیے اور نذرانے نہیں دیئے بلکہ مسیح کے دشمن اور مخالف رہے۔

[1] لوقا کی انجیل ب ۲ آیات ۲۱، ۲۲۔

۴: عیسیٰ علماء اور استادوں کے شاگرد بھی رہے۔ یعنی اُمّی نہ تھے۔

۵: مسیح نے کسی پر حد جاری نہیں کی اور نہ ہی کسی کو بھی کسی جرم کی سزا دی۔

۶: مسیح کوئی شریعت نہیں لائے اور نہ ہی پہلی شریعت کو منسوخ کرنے آئے تھے

۷: مسیح کی سواری اونٹ، گھوڑا نہ تھی بلکہ گدھا تھی۔

۸: مسیح حسین وجمیل نہیں تھے عام واجبی سی شکل وصورت تھی بلکہ بقول بائبل بدصورت تھے۔

۹: مسیح صاحب حشمت، قوت جمال نہ تھے بلکہ حقیر کمزور مجبور اور مردود تھے۔

۱۰: مسیح کی قدر نہ کی گئی اپنے حواری بھی مرتد ہو گئے گویا ان پر کوئی ایمان نہیں لایا۔

۱۱: مسیح کے اللہ نے بھی مسیح کو چھوڑ دیا۔

۱۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تلوار اٹھائی نہ جہاد کیا، یعنی صاحب جہاد نہ تھے۔

۱۳: انجیل کے مطابق گرفتاری دے دی مگر ہجرت نہ کی یعنی صاحب ہجرت نہ تھے۔

۱۴: مسیح کو کوڑے مارے گئے ان پر تھوکا گیا، تذلیل کی گئی۔

۱۵: مسیح مصلوب نہیں ہونا چاہتے تھے انہوں نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی مگر خدا نے ایک نہ سنی۔

۱۶: حضرت مسیح کو لعن طعن کیا گیا۔

۱۷: عیسائیوں نے یہ سمجھا کہ مسیح ہمارے گناہوں کی بھینٹ چڑھ گئے اور ہماری خاطر لعنتی بن گئے۔

۱۸: اور عقیدہ کفارہ کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے بائبل سے یہ خبر ملتی ہے کہ مریم معصومہ تھیں اور نہ ہی جناب مسیح معصوم۔

۱۹: مسیح معصوم نہ تھے نہ کنواری مریم سے پیدا ہوئے بلکہ وہ یوسف کے بیٹے تھے اور مسیح کو بپتسمہ بھی لینا پڑا۔

۲۰: پوری بائبل میں مسیح نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں بلکہ مسیح نے کئی جگہ پر اپنے آپ کو ابن آدم کہا مگر بعل دیوتا کے متعلق مشہور کہاوتوں کو مسیح سے منسوب

کر دیا گیا۔

۲۱: انجیل کے بعض واقعات سے آپ کی بداخلاقی اور بدزبانی ظاہر ہوتی ہے۔

ضروری نوٹ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بائبل سے ان کی توہین پر مبنی جتنے حوالے نقل کیے گئے، نقل کفر کفر نہ باشد کے طور پر نقل کیے گئے ہیں اور انجیل نگاروں نے عیسیٰ علیہ السلام سے ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو ایک پیغمبر کے ہرگز شایان شان نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بھی نعوذ باللہ ایسے نہ تھے جیسا انجیل نگاروں نے ان کا کردار پیش کیا ہے۔ ان کے ایمان پر اور ان کی راستی پر قرآن نے شہادت دی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ انجیل نگار یہود کی افترائی سازش کا شکار تھے اور عیسیٰ علیہ السلام ان باتوں سے بری الذمہ اور پاک ہیں۔ قارئین ان تمام باتوں کو ذہن نشین رکھیں، گذشتہ حوالہ جات کو ذہن میں رکھیں کے تو آئندہ نقل کردہ پیشین گوئیوں کو صحیح معنوں میں سمجھ پائیں گے۔

باب : ۲

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام

دوسرے باب میں حضرت ہاجرہ، حضرت اسماعیل کا تذکرہ ہے "پھر یہودیوں سے اللہ کا عہد نہیں" اور "خاتم النبین" بنی اسرائیل سے نہیں بنی اسماعیل سے آئے گا۔" دوسرا باب آئندہ ابواب میں نقل کردہ پیشین گوئیوں کو سمجھنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ پہلے ایڈیشن میں یہ باب موجود نہ تھا۔ پہلے ایڈیشن کی اشاعت پر عیسائی دنیا کی طرف سے جو اعتراض ہمیں موصول ہوئے ان کا جواب اس ایڈیشن میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام:

سیدہ ہاجرہ بڑے اعلیٰ درجہ کی اور انتہائی مبارک خاتون ہیں۔ کبیرہ مصر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہیں۔ حضرت ہاجرہ کے پاس فرشتوں کا آنا باتیں کرنا، اللہ کا پیغام پہنچانا، توریت اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ حضرت ہاجرہ "بلدۃ الامین" مکہ معظمہ کی بانیہ ہیں۔ مبارک اس قدر کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا پہلوٹا فرزند اسماعیل انہیں کے بطن مبارک سے ہوا۔ جب حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ بے اولاد ہیں اور عمر گزر چکی، بال سفید ہو گئے مگر کوئی اولاد نہ ہوئی، اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے نکاح فرمایا تو اللہ نے پہلے ہی سال ان کو خوشخبری سنائی۔ حضرت ہاجرہ امید سے ہو گئیں۔ دراصل اللہ کو یہ مقصود تھا کہ حضرت ابراہیم کا پہلوٹا بیٹا اسماعیل ہاجرہ کے بطن سے ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں پہلوٹا ہونا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ آج بھی پہلوٹھے سے والدین کی محبت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا اللہ نے ابراہیم کا پہلوٹا اسماعیل کو بنایا جو ہاجرہ کے بطن سے تھے۔

ہاجرہ ان کا عبرانی میں نام ہاغار (Hagar) ہے۔ فرعون مصر ملک جبار کی بیٹی تھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نابلس سے چل کر مصر پہنچے تو فرعون مصر ملک جبار سے واسطہ پڑا۔ جب ملک جبار فرعون نے حضرت سارہ کی کرامت دیکھی تو اپنی بیٹی ہاجرہ کو سارہ کے ساتھ کر دیا اور بہت سا مال اسباب بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل، اونٹ، غلام اور لونڈیاں بھی ان کے حوالے کیے۔ حضرت سارہ بے اولاد تھیں اور عمر بھی گذر چکی تھی، لہٰذا آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ ہاجرہ سے نکاح کر لیں۔ شاید اللہ ہمیں اس سے کوئی اولاد دے دے، پھر اللہ نے اس مبارک خاتون سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پہلوٹا ہونے کا شرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حاصل ہوا اور اس مبارک خاتون کے سبب تیرہ سال بعد حضرت سارہ بھی حاملہ ہوئیں اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ کے بطن سے دوسرا بیٹا اسحاق علیہ السلام عطا کیا۔

حضرت ہاجرہ حمل سے تھیں تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آ کر سیدہ ہاجرہ کو بشارت دی کہ وہ بیٹا جنے گی اور اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ ● نیز یہ بھی بتا دیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی۔ ● رب العالمین کو یہ منظور تھا کہ بنو اسماعیل کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے جو آسمان کے تاروں اور ریت کے ذروں سے زیادہ ہوں اور عہد کا رسول اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہو جب حضرت ہاجرہ حمل سے ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور قدرتی طور پر ان کا میلان حضرت ہاجرہ کی طرف ہو گیا۔ پھر جب بیٹا پیدا ہوا تو حضرت ہاجرہ اور اسماعیل سے محبت اور بڑھ گئی۔ حضرت سارہ کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ اس کی سوتن اس کے شوہر کو اس سے زیادہ محبوب ہو، قدرتی طور پر انہیں رشک پیدا ہوا اور اب وہ حضرت ہاجرہ کی تحقیر کرنے لگیں اور زور دیا کہ ہاجرہ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کو بنو اسماعیل سے اپنے گھر کی خدمت لینا منظور تھا۔ یہ مصلحت حضرت ابراہیم کو وحی ربانی نے سمجھا دی اور انہوں نے خوشی خوشی اپنے پہلوٹھے بیٹے اور پیاری بیوی کو فاران کے بیابان بکا کی وادی بن کھیتی کی زمین عرب کے صحرا میں آباد کیا جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

● پیدائش [illegible] ● پیدائش [illegible]

﴿رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (ابراھیم: ۳۷)

''اے رب! میں اپنے خاندان کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں، آباد کرتا ہوں تا کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔''

صحیح بخاری میں ہے:

«لیس یومئذ بمکة احد ولیس بها مآء.» [1]

''مکہ میں اس وقت نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا۔''

جب حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی اور شوہر میں یوں باتیں ہوئیں۔

«الی من تترکنا قال الی الله قال رضیت بالله.» [2]

ہاجرہ: ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے؟ حضرت ابراہیم: اللہ کے پاس۔ ہاجرہ: میں اللہ پر راضی ہوں: توراۃ کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ اور اسماعیل جو چھوٹے بچے تھے قریب المرگ تھے۔ تب اللہ کا فرشتہ پھر ہاجرہ خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل کی کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور ان کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہو گیا۔

''اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں، سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی۔ اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا۔ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء۔ [2] صحیح بخاری کتاب الانبیاء۔

اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔'' ❶

صحیح بخاری میں ہے:

«فاذا هي بصورت فقالت اغث ان كان عندك خير فاذا جبريل و غمز عقبه على الارض فانبشق الماء.»

ہاجرہ نے ایک آواز سنی تو انہوں نے کہا کہ اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آؤ۔ روح القدس جبرائیل آ گئے انہوں نے زمین پر ایڑی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔ صحیح بخاری اور توراۃ کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہ علیہا السلام کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر بلند تھا۔ کبھی فرشتہ سامنے آ کر ان کو بیٹے کی خوشخبری سناتا ہے اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو تسلی دیتا ہے۔ کہ غم نہ کر، تیرے بیٹے سے ایک بڑی قوم جنم لے گی۔ نیز ان کی کرامت سے بکّا کی وادی میں کنواں غیب سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

کیا حضرت ہاجرہ علیہا السلام لونڈی تھیں؟

بائبل میں خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق بکثرت پیشین گوئیاں موجود ہیں جب مسلمان ان پیشین گوئیوں کی بابت یہود و نصاریٰ سے گفتگو کرتے ہیں تو ان کے پاس ضد اور ہٹ دھرمی کے علاوہ کوئی جواب نہیں ہوتا۔ لہٰذا حسد میں آ کر کہتے ہیں کہ ہاجرہ تو لونڈی تھی، اس کی نسل سے خاتم النّبیین کیسے آ سکتا ہے؟

۱: اول تو یہ لونڈی غلام، آقا، اللہ کے نزدیک ان جاہلانہ باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو تو پرہیزگاری پسند ہے کوئی غلام پرہیزگار ہو تو وہ کافر بادشاہ سے زیادہ اللہ کے نزدیک معتبر ہے، اللہ کو تقویٰ پسند ہے، لونڈی اور غلام یہ اصطلاح تو جہالت کی پیداوار ہے۔

---

❶ پیدائش ۲۱-۱۵ تا ۱۹.

۲: پھر حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تھیں، وہ تو شہزادی تھیں، فرعون مصر کی بیٹی تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی ہاجرہ بیوی تھیں، اور جن سے ابراہیم علیہ السلام کا پہلوٹا بیٹا جنم لیتا ہے، اگر لونڈی کوئی پست مخلوق ہوتی ہے تو کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی معزز رشتہ نہ ملتا تھا کہ وہ ایک لونڈی سے شادی پر مجبور ہوئے۔ جیسے کوئی بادشاہ شہزادی سے شادی کر لے۔ اگر ایسا نہیں تو یقیناً ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ کو ایک عالی نسب خاتون سمجھ کر ان سے شادی کی اور اللہ سے دعائیں مانگ کر ان کے بطن سے اپنا وارث پایا اور جب وارث پیدا ہوا تو دوبارہ اولاد کے لیے دعا نہیں کی بلکہ تیرہ سال بعد جب فرشتے نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک اور بیٹے کی خوشخبری سنائی جو سارہ کے بطن سے ہوگا تو ابراہیم علیہ السلام نے خوشی کا اظہار بھی نہیں فرمایا ''اور ابراہام نے خدا سے کہا کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔'' [1] ہاجرہ تو شہزادی تھیں جو فرعون مصر کی صاحبزادی تھیں جب فرعون مصر کو معلوم ہو گیا کہ ابراہیم اللہ کا نیک اور برگزیدہ بندہ ہے اس لیے اس نے اپنی صاحبزادی ہاجرہ کو بہت سی دولت مال و مویشیوں اور نوکر چاکروں کے ہمراہ ان کے ساتھ رخصت کر دی تا کہ اس کی نیک تربیت ہو، خود فرعون کو اس نسبت سے برکت و رحمت حاصل ہو اور اس کی خطا بھی معاف ہو۔ پھر جب ہاجرہ نے مکہ میں سکونت اختیار کی تو اس کے باپ نے مصر سے ہاجرہ علیہا السلام کے لیے مکہ میں غلہ وغیرہ پہنچانے کے لیے دریائے نیل سے بحیرہ احمر تک نہر کھدوائی تھی جس کی بعد میں اوربان، قیصر تینجوس شاہ دارا نے تجدید کرائی۔ یہ وہی نہر ہے جسے بعد میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے از سر نو کھدوایا۔ کیا لونڈیوں کے لیے کوئی ایسا کرتا ہے، پھر ہاجرہ نے اپنے بیٹے کی شادی بھی مصریین کی، کیا یہ سب ایک لونڈی اور لونڈی کے بیٹے کے لیے ممکن ہے؟

۳: یہودیوں کے زبردست مفسر ربی شلومو اسحٰق کتاب پیدائش کی تفسیر باب ۱۶ کی بابت مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کرتے ہیں۔

«ابث برعه هابثا کشرا نسیم شغسوا ساره امموا طاب شتها بتی

[1] پیدائش ۱۷-۱۸۔

بیت زہ ولو کبیرہ بیت اخیر.»❶

وہ فرعون کی بیٹی تھی، جب اس نے کرامات کو دیکھا جو بوجہ سارہ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

ربی شلومو مفسر توراۃ کی اس شہادت کے بعد تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس قدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں۔

۱: بلید بایث: ایسے بچوں کو کہا جاتا ہے جو پیدائشی غلام ہوں۔

۲: مقنت کسف: وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خریدے جاتے ہیں۔

۳: شیبوت حرب: ایسے لونڈی یا غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں۔

اب مکمل توارت دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہ کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں۔ یہ تو بعد میں مترجمین کا اضافہ ہے جنہیں بنو اسماعیل سے ضد اور عداوت ہے۔

توریت میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی جس سے سارہ کی ہاجرہ پر فضیلت ثابت ہو، مثلاً

”خدا نے ہاجرہ کے درد وغم کو سنا۔“	(پیدائش ۱۶-۱۱)
”خدا نے سارہ کے درد وغم کو سنا۔“	(پیدائش ۱۸-۱۴)
”خدا نے نام رکھا ہاجرہ کے فرزند اسماعیل کا۔“	(پیدائش ۱۶-۱۱)
”خدا نے نام رکھا سارہ کے فرزند اسحاق کا۔“	(پیدائش ۱۷-۱۹)
”خدا نے برکت دی ہاجرہ کے فرزند اسماعیل کو۔“	(پیدائش ۱۷-۲۰)
”خدا نے برکت دی سارہ کے فرزند اسحاق کو۔“	(پیدائش ۷-۱۹)
”خدا ساتھ تھا اسماعیل کے۔“	(پیدائش ۲۱-۲۰)
”خدا ساتھ تھا اسحاق کے۔“	(پیدائش ۲۶-۲۴)

❶ براهین باهره فی حریة هاجره مولوی غلام رسول چڑیا کوٹی.

"قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل۔" (پیدائش ۲۵-۱۶)

"قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق۔" (پیدائش ۱۷-۶)

کون سی ایسی فضیلت ہے جو سارہ میں موجود ہو مگر حاجرہ میں نہیں۔ یہود ونصاریٰ تو ایسا ثابت نہیں کر سکتے، البتہ توریت میں ہے کہ خدا کے فرشتے نے ہاجرہ کو ان کے فرزند کی خوشخبری سنائی۔" اور سارہ کے فرزند کی خوشخبری کے لیے فرشتہ سارہ سے کلام نہیں کرتا بلکہ حضرت ابراہیم سے کلام کرتا ہے اس سے ہاجرہ کی فضیلت زیادہ ہوگی۔

اگر حضرت سارہ نے غصے میں اپنی سوتن کو لونڈی کہہ دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں لونڈی ہی سمجھ لیا جائے۔ اگر کسی کے کہہ دینے سے کوئی لونڈی یا غلام بن جائے تو پھر بنی اسرائیل کے بارے میں کیا خیال ہے جو فرعون کے کہنے سے اس کے غلام تھے؟

بنی اسرائیل غلام ہیں:

حضرت ہاجرہ تو ہرگز لونڈی نہ تھیں البتہ بنی اسرائیل تو لونڈیوں کی نسل سے ہیں۔

۱: لیاہ اور راخل جو حضرت یعقوب کی بیویاں ہیں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں۔

"تب راخل اور لیاہ نے اسے جواب دیا کہ اب بھی ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا بخرہ یا میراث ہے؟ کیا وہ ہم کو اجنبی کے برابر نہیں سمجھتا؟ کیونکہ اس نے ہم کو بھی بیچ ڈالا اور ہمارے روپے بھی کھا بیٹھا۔" ❶

دیکھیے یہ دونوں وہ لونڈیاں ہیں جو قیمتاً خریدی گئیں اور یہ وہی خاتون ہیں جن کے فرزند موسیٰ و داؤد ﷺ ہیں اور یہ دونوں خود اپنے زرخرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔ پھر کیا خیال ہے موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے بارے میں؟ پھر ان دونوں عورتوں نے اپنے باپ کے بت چرائے اور بت پرستی بھی کرتی تھیں۔

۲: لیاہ کی لونڈی کا نام زلفہ ہے اور زلفہ یعقوب کی بیوی بنی اور یعقوب کے بیٹے جدو آشر

---

❶ پیدائش ۳۱-۱۴،۱۵۔

اسی زلفہ سے تھے۔

۳: بلہہ جوراحیل کی لونڈی تھیں اور دان ونفتالی کی والدہ تھیں یہ دونوں یعقوب کے بیٹے ہیں۔

۴: پھر یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیا خیال ہے تورات میں ان کے دو دفعہ بیچے جانے کا ذکر ہے ایک دفعہ اسماعیلیوں نے خریدا اور دوسری دفعہ فوطیفار نے خریدا۔'' ❶

''اور اس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جورو کی آنکھ یوسف پر لگی...... جب اس کے آقا نے ایسی باتیں جو اس کی جورو نے کہی تھیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے یوں کہا سنیں تو اس کا غضب اس پر بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا۔''

یہودیوں کی معتبر ترین کتاب تالمود ہے جس کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ پاکستان میں عیسائی مکتبہ عناویم نے چھاپا ہے اس کتاب میں بنی اسرائیل کے متعلق لکھا ہے۔

''جب مصریوں نے دیکھا کہ اسرائیلیوں نے اپنی آزادی کا تہیہ کر لیا ہے تو انہوں نے اپنے غلاموں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے صف بندی کی لیکن خدا نے اپنے لوگوں کے دلوں کو مضبوط کیا اور ملک مصر کے امراء ان کے سامنے اپنی زمین پر بھاگ گئے جب فرعون کو خبر ملی کہ ان کے ساتھ کیا واقعہ ہوا اور کیسے ان میں سے کتنے قتل ہوئے تو اس نے کہا کہ ہم نے بے وقوفی کی کہ اپنے غلاموں کو جانے کی اجازت دی۔ ہم اپنے قلعوں کو تعمیر کرنے اور اینٹوں کو بنانے میں ان کی کمی محسوس کریں گے اور جب ہمارے معاون اس بات کو سنیں گے تو وہ ہمارے خلاف بغاوت کرینگے اگر ہم اسرائیلیوں کو زبردستی واپس نہ لائے، کیونکہ وہ کہیں گے کہ اگر غلام ان کے خلاف کامیابی سے بغاوت کر سکتے ہیں تو ہم جیسے حکمرانوں اور امراء کے لیے کتنا آسان ہوگا کہ ان کے جوئے کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں؟'' ❷

حضرت ہاجرہ تو لونڈی نہ تھیں، نہ انہیں کوئی لونڈی ثابت کر سکتا ہے البتہ توریت اور

---

❶ پیدائش ۳۹-۷ اور پیدائش ۳۹-۱۹، ۲۰۔ ❷ تالمود صفحہ ۹۵، ۹۶۔

تالمود سے بنی اسرائیل کا غلام ہونا راحل اور لیاہ جو لونڈیاں تھیں، ان کی اولاد ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے، پھر نسل اور ذات پات پر فخر کرنا جہالت کی باتیں ہیں، بائبل کے نزدیک ذات پات کی وجہ سے کسی کو کسی پر فوقیت ہو تو ہمیں علم نہیں۔ البتہ اسلام میں ذات پات پر فخر و تکبر جہالت کی باتیں ہیں، اللہ کے نزدیک ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

غلامی سے بڑھ کر بڑی بات:

لونڈی یا غلام ہونا تو محض دنیاوی لحاظ سے معیوب ہے مگر بت پرستی کرنا، اپنی ماؤں اور بہنوں سے زنا کرنا کسی کی عورت سے برائی کرنا، حمل رہ جانے پر اس کے خاوند کو قتل کروانا، اس کی بیوی کو اپنی بیوی بنانا، ایسی باتیں نہ صرف دنیاوی لحاظ سے بری ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک تو انتہائی نفرتی کام ہیں جو بنی اسرائیل کی معتبر ہستیوں نے کیے، پہلے باب میں اس کی تفصیل درج ہے۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

سیدنا اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ہیں جو سیدہ ہاجرہ خاتون کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے اور اللہ کے فرشتہ نے اللہ کا پیغام ہاجرہ کو پہنچایا۔

> ”اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا، یہاں تک کہ کثرت کے سبب اس کا شمار نہ ہو سکے گا اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام اسماعیل رکھنا، اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا، اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔“ [1]

اسماعیل علیہ السلام کے بھائی سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے۔ بائبل میں لکھا ہے۔

---

[1] پیدائش ١٦: ٩ تا ١٢

''اور اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ یہ نام ترتیب وار ان کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسماعیل کا پہلوٹا (۱) نبایوت تھا، پھر (۲) قیدار اور (۳) ادبئیل اور (۴) میبسام اور (۵) مشماع اور (۶) دومہ اور (۷) مسّا۔ (۸) حدد اور (۹) تیما اور (۱۰) یطور اور (۱۱) نفیس اور (۱۲) قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور ان ہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے اپنے قبیلہ کے سردار ہوئے۔ اور اسماعیل کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) برس کی ہوئی تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں سے جا ملا اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے، جس سے اسور کو جاتے ہیں، آباد تھی یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔'' ❶

حضرت اسماعیل علیہ السلام فاران کے بیابان میں رہتے تھے۔ ❷

پولوس یہودی نے اگرچہ سیدہ ہاجرہ اور ان کی نسل سے اپنے نسلی تعصب اور تفاخر کا اظہار کیا ہے مگر بڑے پتے کی بات بھی بتائی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ''ایک کوہ سینا پر کا جس سے غلام ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہاجرہ ہے۔ اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔'' ❸

پولوس کی شہادت سے معلوم ہوا کہ حاجرہ اور ان کی اولاد عرب کے بیابان میں رہتے تھے اور بائبل و تالمود سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیابان کا نام فاران تھا۔ تالمود میں لکھا ہے کہ ''اسماعیل اپنی ماں کے ساتھ پاران کے بیابان میں رہا لیکن ہمیشہ اپنے بڑے شوق میں یعنی شکار کرنے کے لیے اس نے مصر کا سفر کیا وہاں اسماعیل نے شادی کی، وہاں اس کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی لیکن جلد ہی وہ بیابان میں اپنے پسندیدہ گھر کو لوٹا.......... ابراہیم دوپہر کو اسماعیل کے رہنے کی جگہ پر پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا شکار کرنے دور گیا ہوا ہے۔ اسماعیل کی بیوی ابراہیم سے غیر مہذب طریقے سے پیش آئی، وہ اسے نہیں جانتی تھی اور اس نے اسے کھانا اور پانی دینے سے انکار کیا جو کہ ابراہیم نے اس سے مانگا تھا۔ اس لیے اس نے

---

❶ پیدائش ۲۵-۱۲ تا ۱۸۔ ❷ پیدائش ۲۱-۲۱۔ ❸ گلتیوں ۴-۲۴، ۲۵۔

اس سے کہا جب تیرا شوہر واپس آئے تو اسے میرے متعلق بیان کرتے ہوئے کہنا کہ ایک بوڑھا آدمی فلسطین کی زمین سے تیری غیر حاضری میں ہمارے دروازے پر آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ جب تیرا شوہر واپس آئے تو اسے بتانا کہ وہ کیل کو دور کرے جو اس نے خیمہ میں رکھا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لے جو قابل احترام ہو۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے ابراہیم واپس چلا گیا۔ جب اسماعیل واپس آیا تو اس کی بیوی نے اس واقعہ کے متعلق بتایا...... اسماعیل نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور کنعان کی سرزمین سے ایک کنواری سے شادی کی۔'' ❶

اور ابراہیم پھر ملنے آئے، دوسری بیوی نے ان کی عزت کی، احترام کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا آئے تو اسے کہنا ''کیل جو تو نے اپنے خیمہ میں رکھا ہے اچھا اور بلند اخلاق ہے اور عزت کے لائق ہے اور ابراہیم نے اسماعیل اور اس کے خاندان کو برکت دی۔'' (ایضاً)

اس واقع سے اسماعیل کا پاران میں رہنا اسماعیل کا فرمانبردار اور ذہین ہونا اور اس کی بیوی کا قابل احترام ہونا ثابت ہوتا ہے پھر اس بیوی سے آپ کے بارہ بیٹے ہوئے۔ ابراہیم نے بھی آپ کو اور آپ کے خاندان کو برکت دی اور اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کو برکت دی۔ ❷

اور ان کے بارہ بیٹوں سے نسل بڑھی اور ان کے نام سے گاؤں اور بستیاں آباد ہوئیں۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ان کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے باپ اسماعیل اور ان کی دادی ہاجرہ کو آباد کیا تھا یہ بکا کی وادی بن کھیتی کی زمین فاران کا بیابان ہے جو بعد میں عرب کے نام سے مشہور ہوا۔ آج مکہ معظمہ کے نام سے پوری دنیا میں جانا جاتا ہے۔ جائے امن برکت و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی، قرآن مجید میں ہے کہ ﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ﴾ ''جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی۔

---

❶ تالمود ترجمہ صفحہ ۴۵ ❷ پیدائش ۱۷-۲۰

بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقے کا واحد فرماں رواں تھا۔ ایسے اعلیٰ خاندان کی بیٹی جو شہزادی تھی اس کا رشتہ مل جانے کی وجہ صرف حضرت ہاجرہ کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی وہ خود بھی ایک بادشاہ ہی کی بیٹی تھیں۔ لہٰذا عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے، ان کی خاندانی فضیلت مخفی نہ رہ سکتی تھی اس مبارک خاتون سے اللہ نے بارہ سردار پیدا کیے جنہوں نے عرب کے بیابانوں کو آباد کیا اور اسماعیل کی بیٹی کی شادی اسحاق کے بڑے بیٹے عیسو سے ہوئی۔"

۱: عرب میں ینبوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام نبیت ہے یہ اسماعیل کے پہلوٹھے بیٹے نبایوت کے سبب نبیت کہلاتی ہے۔

۲: اس آبادی نبیت کے تھوڑے ہی فاصلے پر شہر الخضیر ہے جس کا تلفظ وال کے متشابہ ہے اس لیے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القید رتھا۔

۳: مبسام کے نام کی ایک بستی نجد میں ملتی ہے۔

۴: مسا غالباً یمن میں گیا وہاں مسا اور موسا نام کی بستیاں ملتی ہیں۔

۵: حدر کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر بڑا قبیلہ ہے۔

۶: تیما اس نام کی بستی اب تک موجود ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں انہوں نے اہل فدک کے ساتھ اطاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہ خیبر کے قریب واقع ہے۔

۷: قید ماہ غالباً یمن میں تھا، مسعودی نے قوم قدمان کا ذکر کر کے ان کو بنی اسماعیل بتایا ہے۔

باقی بستیوں کا صحیح پتہ معلوم نہیں ہوا۔

اس طرح توریت کا یہ جملہ کہ اسماعیل فاران کے بیابان میں رہتے تھے ان کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔ اور اس کی شہادت خود بائبل میں موجود ہے۔

ذبیح اللہ کون ......؟

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کے پہلوٹے اور چودہ سال تک اکلوتے فرزند تھے اور ابراہیم کی اور کوئی اولاد نہ تھی، پھر توریت کے مطابق جب اسماعیل کی عمر ۱۳ سال تھی، اس وقت اسحاق کی خوشخبری ابراہیم علیہ السلام کو سنائی جاتی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام خوش ہونے کی بجائے فرماتے ہیں کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ اگر آپ بائبل کا مطالعہ کریں تو ابتداء میں ہی ہابیل اور قابیل کی قربانیوں کا ذکر ہے۔ ہابیل نے اپنے ریوڑ سے پہلوٹے جانوروں کی قربانی کی، کیونکہ پہلوٹا پہلا ہوتا ہے اور بہت سی دعاؤں کا ثمر ہوتا ہے اور ماں باپ کے لیے پہلا بیٹا بہت محبوب ہوتا ہے جیسے کسان کے لیے پہلا پھل۔ اور ابراہیم کو اسماعیل اس قدرے پیارے تھے کہ فرمایا ''کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔'' یعنی مجھے اور کسی کی ضرورت نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اول اس بڑے محبوب بیٹے کو بچپن میں ہی باپ سے جدا ہونا پڑا اور فاران کے بیابان میں چلے گئے۔ جب ہوش سنبھلی تو اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور اکلوتے بیٹے کی قربانی مانگ لی اور ابراہیم علیہ السلام اللہ کی خوشنودی کے لیے اس اکلوتے بیٹے کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ توریت میں لکھا ہے۔

> ''اور خداوند کے فرشتے نے آسمان سے دوبارہ ابرہام کو پکارا اور کہا کہ خداوند فرماتا ہے چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے۔ دریغ نہ رکھا اس لیے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کناروں کی ریت کی مانند کر دوں گا اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی۔'' ❶

دیکھئے یہاں کتنی صراحت کے ساتھ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اپنے اکلوتے فرزند کو بھی دریغ نہ رکھا۔'' ظاہر ہے جب اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے بھائی اسحاق پیدا ہی نہیں ہوئے اور نہ

❶ پیدائش ۲۲-۱۵ تا ۱۷

بنی قطورہ کا وجود ہے تو اکلوتا ہونے کا شرف چودہ سال تک اسماعیل علیہ السلام کو ملا اور اگر قربانی اسحاق کی ہوتی تو توریت کے یہ الفاظ بے معنی ہیں کہ "اپنے اکلوتے فرزند کو بھی" جبکہ خود توریت میں ہی اسماعیل کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا اور بھائیوں سے مراد اسحاق اور بنی قطورہ ہیں ایک تو اس زمانے کا دستور کہ پہلوٹے کی قربانی کی جائے پھر اس حقیقت کا اعتراف خود بائبل کو ہے کہ "اکلوتے فرزند کو بھی دریغ نہ رکھا۔" اور تیسرا عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کا پہلے بھی ایک بیٹا ہو، پھر دوسرا ہو، پھر تیسری بیوی بی بی قطورہ سے بھی اولاد ہو کسی بیٹے کو اگر اللہ مانگ لے تو ابراہیم علیہ السلام کے لیے کوئی بڑی آزمائش نہ ہوتی۔ جتنی بڑی آزمائش اس صورت میں تھی کہ ابراہیم کا اکلوتا ہی فرزند ہو اور وہ بھی اللہ تعالیٰ قربانی کے لیے مانگ لے۔

اسحاق کی پیدائش سے قبل ابراہیم نے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے تب خدا نے فرمایا کہ بے شک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے، باندھوں گا۔" [1]

غور فرمایئے یہاں ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی بتا دیا گیا ہے کہ تیرے بیٹے اضحاق سے اولاد ہوگی اور پھر اس کی اولاد سے میں ابدی عہد باندھوں گا۔ یہ سب باتیں تو ابراہیم پہلے ہی جانتے ہیں کہ اسحٰق سے اولاد ہوگی یہ اللہ کا وعدہ ہے پھر اسحاق کی قربانی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ حالانکہ اسماعیل علیہ السلام کے بارے اور ان کی اولاد کے بارے میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ایسی کوئی بات نہیں کہی، البتہ ان کی ماں حاجرہ کو پیغام بھیجا کہ تیری اولاد کثرت کے سبب گنی نہ جائے گی۔ دراصل یہود و نصاریٰ نے ایسے مقامات پر تحریف سے کام لیا ہے اور محض حسد کی بناء پر اسماعیل سے تیرہ چودہ سال اکلوتے رہنے اور پہلوٹے ہونے کا حق چھینتا چاہتے ہیں اور اس حسد اور بغض میں یہ اس حد تک آگے بڑھے کہ توریت میں بھی تحریف کر ڈالی اور بے ربط اسحاق علیہ السلام کو ذبیح ثابت کرنا چاہا۔ چنانچہ توریت میں لکھا ہے کہ:

[1] پیدائش ۱۷–۸ تا ۲۰.

''ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا بیٹا ہے، اور جسے تو پیار کرتا ہے، ساتھ لے کر ''موریاہ کے ملک'' میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، سوختنی قربانی پر چڑھا۔'' ❶

دیکھئے یہاں سینہ زوری سے کام لیتے ہوئے اضحاق کے لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ یہاں بھی اکلوتے فرزند کا ذکر ہے اور اسحاق علیہ السلام تو اکلوتے نہ تھے، ان سے قبل ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام موجود تھے۔ بس اسی اعتراض کے پیش نظر اکلوتے کے ساتھ بے محل اسحاق کا اضافہ کیا گیا ہے اور اسی طرح موریاہ کے ملک یہ الفاظ بھی تحریف کا نتیجہ ہیں۔ اور اسی طرح اسحاق علیہ السلام کو عہد کا فرزند بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے ریشم میں جب ٹاٹ کا پیوند لگے گا تو ہر کوئی پہچان جائے گا۔ اللہ کا ابدی عہد ذبیح اللہ سے تھا اور عہد کا رسول ذبیح اللہ کی نسل سے آیا اور اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کی تعداد کو اتنا بڑھاؤں گا کہ آسمان کے تاروں اور ریت کے ذروں سے زیادہ ہوں گے مگر یہود کو اسماعیل سے ضد اور چڑ تھی لہٰذا اس تحریف اور سینہ زوری سے کام لیا اور تحریف کے نتیجہ میں توریت بھی مشکوک ہو گئی جو کوئی بھی (پیدائش ۱۷-۲۳، ۲۷) اور (پیدائش ۲۱-۸ تا ۱۴) کا مطالعہ اچھی طرح کرے گا وہ جان جائے گا کہ اسماعیل اسحاق کی پیدائش کے وقت چودہ سال کے نوعمر لڑکے تھے۔ پھر جب اضحاق کے دودھ چھڑانے کی رسم آئی تو دودھ پینے کی مدت کم سے کم دو سال سمجھ لیجئے اس طرح اسماعیل کی عمر ۱۶ سال ہو گئی۔ اور تالمود کے مطابق جب اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ فاران کے بیابان کو روانہ ہوئے اس وقت اسماعیل کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اب توریت پیدائش ۱۵-۱۴ تا ۲۰) کا مطالعہ فرمائیے۔

"So Abraham rose early in the morning and took bread and a skin of water and gave it to Hagar putting it on

❶ پیدائش ۲۲: ۱۔۲

her shoulder along with the child and sent her away. And he departer and wanted in the wildness of Beer Sheba. When the water in the skin was gone, she put the child under one of the Bushes. Then she went and sat down opposite him a good way of about the distance of a bow shot, for she said let me not look on the death of the child. And as she sat opposite him, she lifted up her voice and wept and God heard the voice of the boy and the angle of God called to Haggar from Heaven and said to her, What troubles you, Hagar? Fear not, for God has heard the voice of the boy where he is. Up lift up the boy and hold him fast with your hand, for I will make him into a great nation. Then God opened her eyes and she saw a well of water and she went and filled the skin with water and gave the boy a drink. And God was with the boy, and he grew up."[1]

اس کہانی جو پیدائش (۱۵-۱۵ تا ۲۰) میں ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت ہاجرہ کو بیابان میں رہنے کے لیے ابراہیم نے روانہ کیا تو اسماعیل دودھ پیتے بچے تھے، جبکہ اس سے قبل پیدائش ۱۷-۲۳ تا ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اسحاق کی خوشخبری ابراہیم علیہ السلام کو سنائی گئی اس وقت اسماعیل کی عمر تیرہ برس تھی، اس طرح ۹ ماہ کا اضافہ کریں پھر دودھ چھڑانے کی دو اڑھائی سال مدت کا اضافہ کریں تو توریت کے حساب سے اس وقت اسماعیل کی عمر

[1] GENESIS: 15- 15to20.

سولہ سال بنتی ہے۔ اگر تالمود کو دیکھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں روانہ کیا تو اسماعیل کی عمر اکیس سال سے بھی زائد بنتی ہے۔ مثلاً ''ابراہیم اور ہاجرہ کا بیٹا اسماعیل جنگلوں میں شکار کرنے کا شوقین تھا، وہ ہر وقت اپنے ساتھ کمان اٹھائے رکھتا تھا، اور ایک موقع پر جب اسحاق پانچ سال کا تھا، اسماعیل نے بچے کی طرف اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور چلایا، اب میں تجھ پر تیر چلا رہا ہوں۔ سارہ نے اس واقعہ کی گواہی دی اور اپنے بیٹے کی زندگی کے لیے خوف زدہ ہوگئی اور اپنی لونڈی کے بچے کو ناپسند کیا۔ اس نے اس لڑکے کے کاموں کی ابراہیم سے کئی بار شکایت کی اور اسے مجبور کیا کہ ہاجرہ اور اسماعیل دونوں کو اپنے خیمے سے نکال دے۔'' ❶

توراۃ کے یہ دو مختلف بیان ہیں، ایک سے تو اسماعیل کی عمر اسحاق کی پیدائش سے قبل تیرہ سال ہے اور دوسرے میں وہ گھر سے نکالے جانے کے وقت دودھ پیتے بچے ہیں۔ دراصل یہاں تحریف کی گئی ہے اور تحریف کا مقصد یہ تھا کہ ذبیح اسحاق کو ثابت کیا جا سکے، اس لیے بے محل اکلوتے فرزند کے ساتھ اسحاق کا نام لکھ دیا۔ پھر عہد اسحاق علیہ السلام سے جوڑنا مقصد تھا، جس کے لیے پہلے اسحاق کو ذبیح ثابت کرنا تھا بس اس تحریف کے نتیجہ میں ان دو بیانات میں شرق و غرب کا بُعد دکھائی دیتا ہے اور یہ سب نسلی تعصب کا ثمر ہے۔ درحقیقت ابراہیم نے اپنے پہلوٹے اور اکلوتے بیٹے کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ قرآن حکیم نے سورۃ صافات میں اسماعیل کی قربانی کا ذکر کیا ہے اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم کو اسحاق کی بشارت ملی۔ انجیل برنباس میں بھی حضرت اسماعیل ہی کی قربانی کا ذکر ملتا ہے۔

پھر تاریخ اور زمانے کی روش گواہ ہے کیا دنیا کے یہودی یا عیسائی اسحاق کی قربانی مناتے ہیں؟ توریت سے ہی دکھایئے کہ اسحاق کے بیٹوں نے اس یادگار کے دن خوشی منائی؟ یہ فرعون سے آزادی کی رسمیں تو مناتے ہیں یہودی یوم ختنہ تو مناتے ہیں جب کوئی بچہ ہو آٹھویں دن اس کا ختنہ کرتے ہیں عید فسیح تو مناتے ہیں۔ یوم انخمیس اور یوم پوریم اور دیگر تہوار مناتے ہیں مگر کبھی کسی یہودی نے اسحاق کی قربانی کے دن کو یاد رکھا یا منایا؟ یہودیوں

❶ تالمود صفحہ ٤٤.

کے بعد یہی سوال ہم عیسائیوں سے کرتے ہیں کہ عیسائی، بپتسمہ، عشائے ربانی کو تو کبھی نہیں بھولے۔ اتوار کا دن باقاعدہ مناتے ہیں، کرسمس اور ایسٹر کی انتہائی خوشی کرتے ہیں، کیا کبھی کسی عیسائی نے قربانی کا دن بھی منایا؟ جواب نفی میں ہے کیونکہ یہود یا عیسائیوں کو اس سے واسطہ ہی نہیں۔ حقیقت اس کے برعکس ہے انہوں نے تو محض تحریف کا سہارا لے کر ہاجرہ کو لونڈی اور ذبیح کا اعزاز اسماعیل سے چھیننے اور بے محل اسحاق سے جوڑنے اور اسحاق کو عہد کا فرزند ثابت کرنے کے لیے اللہ کے کلام میں تحریف کے مجرم بنے ہیں۔

اب آیئے مسلمانوں کی طرف دنیا بھر کے مسلمان انہی پہاڑیوں پر سعی کرتے ہیں جن پہاڑیوں پر سیدہ ہاجرہ دوڑ کر اوپر چڑھیں اور پانی دیکھتی یا کسی فرد بشر کی تلاش کرتیں تاکہ اپنے پیارے بچے کو کسی بھی طرح بچا سکیں پھر حج سے فراغت کے بعد اسی مقام پر حاجی قربانی کا جانور ذبح کرتے ہیں جہاں اسماعیل علیہ السلام نے تـلـهٗ للجبین کا مظاہرہ کیا تھا اور دنیا بھر کے مسلمان اپنے اپنے مقام پر قربانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ نے اسماعیل کی جگہ دنبے کی قربانی کو قبول کیا۔ تمام مسلمان عیدالاضحیٰ نہایت عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ حج کے موقع پر ہر حاجی کم از کم دو قربانیاں کرتا ہے اور حج تو ہے ہی حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کی یادگار۔ یہاں اکٹھے ہو کر دنیا بھر کے لاکھوں مسلمان اللہ کی وحدانیت ہاجرہ کی پیاسے فرزند کے لیے بے قراری اور اسماعیل کی قربانی کا ابدی عمل تازہ کرتے ہیں۔

ویسے بھی صحیح معنوں میں قربانی پہلوٹے ہی کی ہو سکتی ہے اس کی تائید توریت سے بھی ہوتی ہے ایک انسان کے دل میں اسی بیٹے کی محبت شدید ترین ہو سکتی ہے جو سالہا سال کی دعاؤں کے بعد بڑھاپے میں ۸۶ سال کی عمر میں پیدا ہوا ہو ایسے پہلوٹے اور اکلوتے بیٹے کی قربانی سب سے کٹھن آزمائش ہوتی ہے اور ہابل نے بھی جب قربانی پیش کی تو اپنے جانوروں کے پہلوٹے پسند کیے اور اللہ کو یہ قربانی پسند آئی لہٰذا اللہ نے اکلوتے اور پہلوٹے کی قربانی کا ابراہیم سے کہا۔ وہی آپ کو سب سے عزیز تھا ورنہ چودہ پندرہ سال کے فرزند کی

موجودگی میں دوسرے بیٹے کی قربانی اتنی بڑی صبر آزما نہیں ہوسکتی۔

اسماعیل علیہ السلام وعدہ کے فرزند:

باپ اپنے بیٹے کے سامنے اپنے خواب کو بیان کرتا ہے کہ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ اپنی سب سے پیاری چیز اللہ کی راہ میں قربان کردوں میں دیکھتا ہوں کہ تجھے اللہ کے حکم سے ذبح کررہا ہوں مجھے اللہ کا یہی حکم ہے اے میرے بیٹے بتا تیری کیا مرضی ہے۔ حلیم بیٹا کہتا ہے ابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے پورا کیجئے۔ اللہ نے چاہا تو میں صبر کروں گا اور اس حلیم بیٹے نے صبر کی انتہا کردی۔ باپ نے بیٹے کے گلے پر چھری چلائی، اللہ کو باپ بیٹے کا خلوص اور اللہ سے محبت اس قدر پسند آئی کہ اللہ نے رہتی دنیا تک قربانی کے اس عمل کو پسند فرمالیا اور اسے ہر صاحب حیثیت پر فرض کردیا۔ توریت میں لکھا ہے۔

''اور خداوند کے فرشتے نے آسمان سے دوبارہ ابراہیم کو پکارا اور کہا کہ خداوند فرماتا ہے، چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے، دریغ نہ رکھا اس لیے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کناروں کی ریت کی مانند کردوں گا اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی۔''[1]

اللہ کا وعدہ سچا ثابت ہوا آج یہود کی تعداد کتنی ہے؟ مبالغہ سے بھی کام لیں تو ایک کروڑ۔ اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام پر حقیقی ایمان لانے والے کوئی ہے ہی نہیں البتہ پولوس یہودی کے پیروکار جس نے دین عیسوی کو بگاڑ دیا اور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جو درحقیقت یہودیت کی بگڑی ہوئی شکل ہے، اگرچہ ان کی تعداد زیادہ ہے مگر آج دنیا کا سب سے بڑا دین اسلام ہے اور مسلمانوں کی تعداد آئے دن بڑھتی جارہی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل کے بعد ابراہیم کی آزمائشیں ختم ہوگئیں، ابراہیم پیدا ہوئے تو

---

[1] پیدائش ۲۱-۱۶ تا ۱۸۔

بادشاہ کے خوف سے انہیں غار میں رکھنا پڑا۔ جوان ہوئے تو بت پرستوں سے واسطہ پڑا اور آزمائش آئی، آگ میں ڈالے گئے، یہ آزمائش گذری تو بڑھاپا غالب ہو گیا، اللہ نے کوئی اولاد ہی عطا نہ کی، ابراہیم علیہ السلام نے صبر کا دامن نہ چھوڑا اور اس آزمائش میں بھی سرخرو ہوئے، اللہ نے بیٹا عطا کیا تو حکم ہوا کہ اسے بن کھیتی کی زمین میں چھوڑ آ، اپنے اس محبوب بیٹے اور وفا دار بیوی سے الگ رہنے کی آزمائش آئی۔ ابراہیم سرخرو ہوئے، بیٹا پلا بڑھا اللہ نے اسی اکلوتے فرزند کی قربانی مانگ لی، جب اس کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی، ابراہیم نے اس بیٹے کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے گریز نہ کیا۔ اب آزمائشیں ختم ہو گئیں اور اللہ نے فرمایا کہ ''جب ابرہام ننانوے برس کا ہوا، تب خداوند ابرہام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں تو میرے حضور چل اور کامل ہو اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھوں گا اور تجھے بہت زیادہ بڑھاؤں گا تب ابرہام سرنگوں ہو گیا اور اللہ نے اس سے ہم کلام ہو کر فرمایا کہ دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہو گا اور تیرا نام پھر ابرام نہ کہلائے گا بلکہ ابرہام ہو گا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے اور میں تجھے بہت برومند کروں گا اور قومیں تیری نسل سے ہوں گی اور بادشاہ تیری اولاد میں سے برپا ہوں گے اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی سب پشتوں کے لیے اپنا عہد جو ابدی ہو گا، باندھوں گا تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں اور میں تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے، ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں ان کا خدا ہوں گا پھر خدا نے ابرہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننے اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اسے مانے اور میرا عہد جو تیرے اور میرے درمیان اور تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا اور یہ اس کا نشان ہو گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ روز کا ہو، ختنہ کیا جائے خواہ وہ گھر میں پیدا ہو، خواہ اسے کسی پردیسی سے خریدا ہو، جو تیری نسل سے نہیں، لازم ہے کہ

تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اپنے لوگوں میں کاٹ ڈالا جائے۔''❶

توراۃ کے اس باب سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

ا: ''تو میرے حضور چل اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھوں گا اور تجھے بہت بڑھاؤں گا۔'' اس سے ظاہر ہوا کہ عہد مشروط ہے جو کوئی تیری اولاد اور تیری نسل سے ان احکام کو بجالائے وہ اس عہد میں شامل ہے اور جو میرے حضور کامل نہ ہو اور میرے حضور نہ چلے وہ کاٹ ڈالا جائے۔ نامختون کامل نہیں، عہد کی صورت صرف یہی ہے کہ تو میرے حضور میں چلے اور تیری نسل ابد تک اپنے نرینہ فرزندوں کا ختنہ کروائے۔ ایک طرح کی تاکید ہے اور کتنا سخت حکم ہے کہ نامختون کو قتل کر دو۔ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور

۲: تیرا نام پھر ابرام نہیں بلکہ ابراہیم ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے۔

۳: اور میں تجھے بہت برومند کروں گا اور قومیں تیری نسل سے ہوں گی اور بادشاہ تیری اولاد میں سے برپا ہوں گے۔

۴: ''اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا۔''

یعنی یہ حکم منسوخ ہونے والا نہیں بلکہ ابد تک تیری نسل یہ کام کرے اور میرا عہد ابدی عہد ہے۔

۵: ''تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے۔''

اس عہد میں یہ جملہ یہودی ربیوں کا اضافی ہے یا تفسیری جملہ ہے، جسے توریت کا حصہ سمجھ کر یہاں اضافہ کر دیا۔ ظاہر ہے یہ الٰہی کلام میں انسانی اضافہ ہے۔ دانستہ یا نادانستہ اس کا اضافہ ہوا، اس طرح یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ تمام سرزمین کنعان بنی اسرائیل کو

---

❶ پیدائش ۱۷: ۱ تا ۱۴

کبھی نہیں ملی اور نہ ان کو بادشاہت اور دوامی حکومت نصیب ہوئی بلکہ اس سرزمین میں جس قدر بے شمار انقلابات ہوتے رہے وہ شاید ہی کسی ملک میں پیش آئے ہوں اور آج تک یہود ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ جملہ اضافی اور اختراعی ہے۔ اللہ کا کلام نہیں اگر اللہ کا کلام ہوتا تو بعینہٖ ہو کر رہتا۔ بہرحال غور فرمایئے قربانی کے فعل کے بعد یہ اللہ کا عہد ہے اور یہ عہد اس وقت کیا جاتا ہے جب اسماعیل ہی ابراہیم کا بیٹا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اور کوئی اولاد نہیں، اس عہد کے ایک سال بعد اسحاق علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں اور پیدا ہونے کے آٹھویں دن ان کا ختنہ کیا جاتا ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اسی دن اپنا ختنہ کرتے ہیں جس دن اللہ نے حکم دیا۔ یعنی ابراہیم اور اسماعیل اللہ کے حکم سے اپنا ختنہ خود کرتے ہیں، اور اسحاق تو آٹھ دن کے تھے، جب ان کے باپ نے ان کا ختنہ کروایا۔

> ”تب ابرہام نے اپنے بیٹے اسماعیل کو اور سب خانہ زادوں اور اپنے زرخریدوں کو یعنی اپنے گھر کے سب مردوں کو لیا اور اسی روز خدا کے حکم کے مطابق ان کا ختنہ کیا، ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا اور جب اس کے بیٹے اسماعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرہ برس کا تھا اور ابرہام اور اس کے بیٹے کا ختنہ ایک ہی دن ہوا۔“ ❶

اس کے بعد فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اضحاق کی خوشخبری سناتا ہے مگر ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔“ یعنی اس عہد کے پیش نظر کسی اور فرزند کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے۔ پھر ایک سال بعد حضرت اسحاق پیدا ہوتے ہیں۔ ”اور اضحاق کا ختنہ اس وقت کیا گیا جب وہ آٹھ دن کا تھا۔“ ❷

توراۃ کی ان تمام شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہی اللہ کا عہد تھا اور ابراہیم علیہ السلام کی روحانی اولاد جو کامل ہو، اس عہد میں شامل ہے اور اس عہد کا نشان ختنہ ہے۔

---

❶ پیدائش ۱۷-۲۳ تا ۲۷. ❷ پیدائش ۲۱-۴.

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روحانی فرزند:

ذبیح اللہ حضرت ابراہیم کے پہلوٹے فرزند ہیں اور چودہ سال اکلوتے فرزند ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ان کی پیدائش کے چودہ سال بعد حضرت اسحاق پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کو بڑی قوم بنانے کا وعدہ ان کے باپ اور ان کی ماں دونوں سے کیا۔ اور اسماعیل کی پیدائش سے پہلے ان کی بشارت بھی سنائی، ان کے لیے ابراہیم نے بے شمار دعائیں کیں۔ پھر اسماعیل کا نام اللہ تعالیٰ نے رکھا اور اللہ نے یہ نام فرشتے کو بتایا اور یہ فرشتہ حضرت ہاجرہ کے پاس پیغام لایا کہ اللہ نے تیرے فرزند کا یہ نام رکھا ہے اور اسماعیل کا معنی بائبل میں ہے۔ ''خدا سنتا ہے'' اور ''پھر اسماعیل کے ساتھ خدا تھا۔'' [1]

جب اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو کسی کے ساتھ ہونے کا اظہار فرماتا ہے تو توریت کی نظر میں وہ شخص اللہ کا برگزیدہ نبی ہوتا ہے، مثلاً ''اسحاق کے ساتھ خدا تھا'' (پیدائش ۲۶-۲۴) ''یعقوب کے ساتھ خدا تھا'' (پیدائش ۲۱-۲۰) ''یوسف کے ساتھ خدا تھا'' (پیدائش ۳۹-۲۱)

جس طرح یہ تینوں مقدس حضرات انبیاء تھے، بالکل اسی طرح اسماعیل بھی نبی تھے، حضرت اسماعیل دعاؤں کے مرہون منت اللہ کی بشارت سے پیدا ہوئے جبکہ اسحاق صرف بشارت سے پیدا ہوئے۔ اللہ نے نام رکھا اسحاق کا، اللہ نے نام رکھا اسماعیل کا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے جسمانی و روحانی فرزند اسماعیل کی موجودگی میں کسی دوسرے جسمانی یا روحانی فرزند کے خواہش مند نہ تھے، اس لیے جب اسحاق کی پیدائش کی بشارت سنی تو فرمایا کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل کا درجہ ابراہیم کے نزدیک اسحاق سے بڑھ کر ہے یہ روحانی زندگی کی دعا ہے، جسمانی کی نہیں اس طرح ابراہیم علیہ السلام کے روحانی فرزند دو ہیں اول پہلوٹا اسماعیل جو ذبیح اللہ بھی ہیں جو چودہ سال تک اکلوتے بھی تھے اور دوسرے اسحاق۔ لہٰذا یہ دونوں عہد کے فرزند ہیں۔ ان دونوں سے روحانی سلسلہ آگے چلتا ہے حضرت اسحاق کی اولاد سے مسیحؑ سے چھوٹے اور بڑے سردار آئے مگر

---

[1] پیدائش ۲۱-۱۲

دنیا کا سردار سید ولد آدم اور خاتم النّبیین اسماعیل کی اولاد سے آئے، اس طرح اللہ نے دونوں سے عہد وفا کیا حضرت ابراہیم کی اولاد ان دونوں کے علاوہ اور بھی ہے۔

''اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔'' ❶

اللہ تعالیٰ نے ان چھ لڑکوں کے نام بھی نہیں رکھے اور نہ ان کی ولادت بشارت پر ہوئی۔ اور نہ ''اُن کے ساتھ خدا تھا'' اور نہ ان میں سے کوئی نبی تھا حالانکہ یہ بھی پھلے پھولے اور ایک قوم بنے۔ اپنے تمام بھائیوں میں جناب اسماعیل کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ پہلوٹے اور اکلوتے بھی چودہ سال تک رہے۔ ابراہیم، ہاجرہ اور سارہ کی دعاؤں سے پیدا ہوئے اور ذبیح اللہ کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے۔ اس طرح حضرت اسماعیل اپنے تمام بھائیوں سے افضل اور اعلیٰ نظر آتے ہیں اس طرح عہد کے فرزند ابراہیم کے روحانی بیٹے ہیں اور عہد مشروط ہے۔ ان میں اور ان کی اولاد میں جو کامل ہو اور راستی اختیار کرے وہ اس عہد میں شامل ہے اور جو کامل نہ ہو اور نفرتی کام کرے، اللہ کو ناراض کرے ختنہ نہ کروائے اور برائی کے کام کرے اس نے عہد کو توڑ دیا اور وہ عہد سے خارج ہو گیا۔

یہودیوں سے اللہ کا عہد نہیں:

یہودیوں سے اللہ کا عہد نہیں، اللہ کا عہد تو ابراہیم اور ان کی اس اولاد سے ہے جو کامل ہو اور اس کے حضور چلے اور ختنہ کروائے، یہودی ختنہ تو کرواتے ہیں مگر یہودیوں نے ایسے گھناؤنے کام کیے کہ اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا اور یہود نے اس عہد کو توڑ دیا۔ یہودیوں نے بت پوجے، موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے لیے طور پر گئے تو اس قوم نے سامری کے کہنے پر بچھڑا بنا لیا اور الزام لگا دیا حضرت ہارون علیہ السلام پر، اور اس کی پرستش شروع کرنے لگے۔ بھلا ایسی قوم ابدی عہد نبھا سکتی ہے......؟ یہود نے انبیاء کو قتل کیا، اللہ کے کلام میں جان بوجھ کر تحریف کی، اپنی ماؤں اور بہنوں سے زنا کیا اور انبیاء کے متعلق بھی ایسے من گھڑت واقعات

❶ پیدائش ۲۵-۲:۰

گھڑ کر انہیں الہام کا نام دیا پھر فخر اور تکبر کے سبب ملعون ہو چکے۔

بنی اسرائیل اور بائبل:

بائبل میں جگہ جگہ بنی اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً

۱: ''بنی اسرائیل کے تمام گھناؤنے کاموں پر افسوس کیونکہ وہ تلوار اور کال اور وباء سے ہلاک ہوں گے۔'' ❶

بنی اسرائیل کی خداوند کی شان میں گستاخی:

۲: بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ خداوند کی روش راست نہیں، اے بنی اسرائیل کیا میری روش راست نہیں؟ کیا تمہاری روش ناراست نہیں؟ ❷

گناہ گار کافر اور خطا کار قوم:

۳: ''اے آدم زاد تو بنی اسرائیل سے کلام کر اور ان سے کہہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اس کے علاوہ تمہارے باپ دادا نے ایسے کام کر کے میری تکفیر کی اور میرا گناہ کر کے خطا کار ہوئے۔'' ❸

حالانکہ بنی اسرائیل کو ان تمام باتوں سے سختی سے منع کیا گیا تھا اور انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ شریعت کو بجا لائیں گے۔ عہد کی شرائط کے لیے دیکھیے خروج ۲۴۔ اور عہد کی تصدیق و تائید کے لیے دیکھیے خروج ۳۳۔ مگر انہوں نے اس عہد کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور احکامِ الٰہی کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔

گردن کش قوم:

جب بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی کی تو خداوند نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ گردن کش قوم ہیں۔ ❹

خدا کا غضب ان پر بھڑکا؟

''تم کو میرے خادم موسیٰ کی بدگوئی کرتے خوف کیوں نہ آیا اور خداوند کا غضب

❶ حزقی ایل ۶-۱۱۔
❷ حزقی ایل ۲۸-۲۹۔
❸ حزقی ایل ۲۰-۲۸۔
❹ خروج ۳۲-۷ تا ۱۰۔

ان پر بھڑکا۔'' (گنتی ۱۲-۷ تا ۱۰) قرآن کریم میں ہے ﴿مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾

بنی اسرائیل میراث سے خارج ہو گئے:

بنی اسرائیل نے موسیٰ و ہارون کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت خیمہ اجتماع میں خداوند کا جلال نمایاں ہوا اور خداوند نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ لوگ کب تک میری توہین کرتے رہیں گے؟ اور باوجود ان سب معجزوں کے جو میں نے ان کے درمیان کیے ہیں، کب تک مجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ میں ان کو وباء سے ماروں گا اور میراث سے خارج کروں گا اور تجھے ایک ایسی قوم بناؤں گا جو ان سے کہیں بڑی اور زورآور ہوگی۔'' ❶

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بعل کی پرستش:

اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور بعل کی پرستش کرنے لگے اور انہوں نے خداوند اپنے باپ دادا کے خدا کو جو ان کو ملک مصر سے نکال لایا تھا، چھوڑ دیا اور دوسرے معبودوں کی جو ان کے چوگردی کی قوموں کے دیوتا تھے۔ پیروی کرنے لگے اور خداوند کو غصہ دلایا اور وہ خداوند کو چھوڑ کر بعل اور عستارات کی پرستش کرنے لگے اور خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا۔ ❷

بنی اسرائیل نے عہد توڑ دیا:

خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ تو اپنی قوم کے ساتھ سو جائے گا اور یہ لوگ اٹھ کر اس ملک کے اجنبی دیوتاؤں کی پیروی میں جن کے بیچ میں وہ جا کر رہیں گے، زنا کار ہو جائیں گے اور مجھ کو چھوڑ دیں گے اور اس عہد کو جو میں نے ان کے ساتھ باندھا ہے توڑ ڈالیں گے۔ تب اس وقت میرا قہر ان پر بھڑکے گا اور میں ان کو چھوڑ دوں گا اور ان سے اپنا منہ چھپاؤں گا اور وہ نگل لیے جائیں گے چنانچہ وہ اس دن کہیں گے کہ کیا ہم پر یہ بلائیں اسی سبب سے نہیں آئیں کہ ہمارا خداوند ہمارے درمیان نہیں۔ ❸

---

❶ گنتی ۱۴-۷ تا ۱۲۔ ❷ قضاۃ ۲-۱۱ تا ۱۴۔

❸ استثناء ۳۱-۱۷، ۱۸۔

بنی اسرائیل کی تمام قوم ناراست تھی:

یہ شبہ بھی باقی نہ رہ جائے کہ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے یہ کام کیئے اور بعض راہ راست پر تھے، چنانچہ بائبل میں ہی لکھا ہے کہ

''سو تم لعنت سے ملعون ہوئے کیونکہ تم نے ہاں اس تمام قوم نے مجھے لوٹا۔'' ❶

وعدہ صرف بنی اسماعیل سے رہ گیا:

''تو خداوند کو بھول گیا جس نے تجھے خلق کیا، خداوند نے یہ دیکھ کر ان سے نفرت کی کیونکہ اس کے بیٹے اور بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا، تب اس نے کہا کہ میں اپنا منہ ان سے چھپا لوں گا اور دیکھوں گا کہ ان کا انجام کیسا ہوگا کیونکہ وہ گردن کش نسل اور بے وفا اولاد ہیں۔ انہوں نے اس چیز کے باعث جو خداوند نہیں مجھے غیرت اور اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا تو میں بھی ان کے ذریعہ سے جو امت نہیں ان کو غیرت اور ایک نادان قوم کے ذریعے سے ان کو غصہ دلاؤں گا اس لیے کہ میرے غصے کے مارے آگ بڑھک اٹھی ہے جو پاتال کی تہہ تک جلتی جائے گی۔'' ❷

بنی اسرائیل کی مسلسل عہد شکنی کے سبب بنی اسرائیل ابدی عہد سے خارج ہو گئے اور انہیں بتا دیا گیا کہ میں بھی ان کے ذریعہ سے جو امت نہیں، یعنی بنی اسماعیل کی نسل جن میں کوئی نبی نہ آیا تھا، اور وہ نادان اور اُمّی قوم تھے، یہاں اللہ نے واضح کر دیا کہ اب تم عہد سے خارج ہو اور عہد صرف اُمّی قوم سے ہے اور تمہارے اوپر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی ہے۔ یاد رہے اُمّی قوم سے مراد یونانی قوم نہیں جیسا کہ عیسائی تاویل کرتے ہیں، کیونکہ یونانی قوم میں تو بے شمار نامور اطباء گزرے ہیں لہٰذا وہ نادان نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل:

''اے ریاکارو، اے فقیہو، اے فریسیو! تم پر افسوس...... تم نبیوں کے قاتلوں کے

---

❶ ملاکی ۳-۹۔ ❷ استثنا ۳۲- ۱۹ تا ۲۲۔

فرزند ہو۔''❶

اس باب میں عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہنمی خطا کار نا انصاف رحم سے خالی ظالم اور ایمان سے خالی قرار دیا ہے سانپ اور افعی کے بچے کہہ کر خطاب کیا ہے۔ اور انجیل میں جگہ جگہ بنی اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے، اور انہیں نبیوں کے قاتلوں کے فرزند کہا ہے۔

عیسائیوں سے اللہ کا عہد نہیں:

عیسائی دراصل یہود کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہیں۔ مروجہ عیسائیت کو عیسائیت کی بجائے پولوسیت کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اسحاق کی اولاد سے بنی اسرائیل میں آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ کا عہد چونکہ ابدی عہد ہے، اس لیے عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختنہ کیا گیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا ختنہ:

''جب آٹھ دن پورے ہوئے اور ان کے ختنے کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا جو فرشتہ نے اس کے رحم میں پڑنے سے پہلے رکھا، پھر جب موسیٰ کی شریعت کے موافق ان کے پاک ہونے کے دن پورے ہو گئے۔''❷

بعد میں پولس نے جو کہ خود مختون تھا اور اس نے تھیمتس کا ختنہ کیا تھا (اعمال ۱۶-۲ تا ۴) جب اس نے دین عیسوی کا حلیہ بگاڑ دیا تو لوگوں سے کہا کہ شریعت لعنت ہے مسیح نے خود ملعون ہو کر ہمیں شریعت کی لعنت سے چھٹکارا دلایا، لہٰذا ختنہ کوئی چیز نہیں، بس پولوس کے کہنے پر بنی اسرائیل نے عہد کی نشانیوں کو بھی ختم کر دیا حالانکہ ختنہ تو ابدی عہد کی نشانی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی آمد سے سینکڑوں سال قبل یہودی اور عیسائی گمراہ ہو گئے اور اللہ کے عہد کو توڑ دیا۔ رہ گئے بنی اسماعیل تو اسماعیل کی اولاد نے ہمیشہ اللہ کے عہد کو نبھایا، ختنہ بھی کروایا اور ہمیشہ اللہ کی عبادت کی اور راہ راست پر رہے حتیٰ کہ صدیوں بعد عمرو بن لحی پیدا ہوا اور اس عمرو بن لحی نے سب سے پہلے یہود اور گمراہ قوموں سے متاثر ہو کر عرب میں بت لایا اور بت پرستی کی اس طرح اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے اکثریت بت پرستی کرنے لگے۔ مگر اللہ کے گھر کے

❶ متی ۲۲-۱ تا ۳۲.
❷ لوقا ۲-۲۱،۲۲.

محافظ یہ تھے اور یہ اللہ کی بھی عبادت کرتے اور بتوں کو بھی پوجتے تھے، اور انہیں اللہ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے تھے، مگر یہ نادان قوم تھے، اُمّی تھے صدیوں سے ان میں کوئی نبی یا رسول نہ آیا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے اپنے عہد کے رسول کو مبعوث فرمایا اور رسول اللہ کی آمد کے بعد عرب سے بت نیست و نابود ہو گئے۔ براہو پولوس یہودی کا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ رسول ہے اس نے دعویٰ کیا کہ خدا کا کلام اس پر نازل ہوتا ہے اور توریت اور زبور میں ہے کہ جھوٹا نبی اور الہام کا دعویٰ کرنے والا قتل ہوگا پس یہ پولوس یہودی جھوٹا تھا اور اپنے انجام کو پہنچا۔ اسے عبرتناک سزا ملی، قتل ہوا اور اس کے دعوؤں کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا۔

خاتم النبیین بنی اسرائیل سے نہیں، بنی اسماعیل علیہ السلام سے آئے گا

۱: توریت کی شہادت اُمّی قوم:

''میں بھی جو امت نہیں، ان کو غیرت اور ایک نادان قوم (اُمّی قوم) کے ذریعہ سے ان کو غصہ دلاؤں گا۔'' [1]

۲: ''خداوند اسرائیل کے سر اور دم کو اور خاص و عام کو ایک ہی دن میں کاٹ ڈالے گا بزرگ اور عزت دار آدمی سر ہے اور جو نبی جھوٹی باتیں سکھاتا ہے وہ دم ہے۔''

(یسعیاہ ۹-۱۴، ۱۵)

یحییٰ علیہ السلام نے اسی بات کی یاد دہانی کروائی تھی کہ درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ آسمانی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور جو اس کے پھل لائے، اس قوم کو دے دی جائے گی۔

۳: جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کا سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے یہ وہی دن ہے جسے خداوند نے مقرر کیا ہے۔ ہم اس میں شادمان ہوں گے اور خوشی منائیں گے۔ آہ اے خداوند بچا لے، آہ خداوند

---

[1] گنتی ۱۴-۷ تا ۱۲۔

خوشحالی بخش۔ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔"❶

معماروں کے اس پتھر کو رد کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے ہمیشہ اپنے بھائیوں بنی اسماعیل کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا اور ان کے اندر کسی خوبی کا اعتراف نہیں کیا۔ لہٰذا بنی اسماعیل کے اندر آخری پیغمبر کی بعثت بنی اسرائیل کو حیران و پریشان کر دے گی لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے۔ اگرچہ یہود و نصاریٰ اس کو عجیب سمجھیں۔ بنی اسرائیل اگر اس پیغمبر سے ٹکرائیں گے تو اپنا ہی سر پھوڑیں گے، ان کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔

انجیل کی شہادت:

۱: "اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابرہام ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابرہام کے لیے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور اب درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے، پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ میں تم کو پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن میرے بعد کا آنے والا مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔" وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔"❷

۲: کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی پڑھا نہیں کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کا سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لیے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا، اسے پیس ڈالے گا اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنی تو وہ سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے۔"❸

۳: جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے ان سے پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا کہتے ہو؟

---

❶ زبور ۱۱۸-۲۲ تا ۲۶۔ ❷ متی ۳-۸ تا ۱۱۔

❸ متی ۲۱-۴۲ تا ۴۵۔

وہ کس کا بیٹا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا کہ داؤد کا۔ اس نے ان سے کہا کہ پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا کہ میری دہنی طرف بیٹھ، جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دوں؟ پس جب داؤد اس کو خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیوں کر ٹھہرا اور کوئی اس کے جواب میں ایک حرف نہ کہہ سکا اور نہ اس دن سے پھر کسی نے سوال کرنے کی جرأت کی۔ ❶

۴: عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین نہیں اور نہ ہی خاتم النبیین کو داؤد کی نسل سے آنا تھا، کیونکہ متی کی انجیل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام یہویقیم کی نسل سے ہیں مگر شاہ یہوداہ یہویقیم کے متعلق خود بائبل میں ہی لکھا ہے ''شاہ یہوداہ یہویقیم کی بابت خداوند یوں فرماتا ہے کہ اس کی نسل میں سے کوئی نہ آئے گا جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور اس کی لاش پھینکی جائے گی تاکہ دن کو گرمی میں اور رات کو پالے میں پڑی رہے۔'' ❷ پھر خود عیسیٰ علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔ ❸ اناجیل کے مطابق یسوع کو داؤد کا تخت ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ملا بلکہ داؤد کی نسل نے یسوع کو بے بسی کی حالت میں صلیب پر لٹکا دیا۔ شاگرد مسیح کی موت کا یقین نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مسیح جب آئے گا تو وہ داؤد کے تخت پر بیٹھے گا اور اس کی بادشاہی ہمیشہ قائم رہے گی۔ متی کی انجیل میں حضرت مسیح شاگردوں کو حکم دیتے ہیں کہ ''پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہی آئے۔'' ❹ یعنی زمین پر تیرے احکام کا نفاذ ہو، سب بندے تیری ہی عبادت کریں اور یہ سب اس وقت ممکن ہوگا جب اللہ کے بندے کو بادشاہی نصیب ہوگی لہٰذا دنیا کی بادشاہی مسیح کو مطلوب تھی جو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا اولین مقصد آسمانی بادشاہی کی خوشخبری سنانا تھا۔

---

❶ متی ۲۲-۴۱ تا ۴٦، مرقس ۱۲-۳۵ تا ۳۷. ❷ یرمیاہ ۳٦-۳۰.
❸ لوقا ۱۸-۳٦ ❹ متی ٦-١٠

خدا کی بادشاہی کا بنی اسرائیل سے چھننا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اشاروں، کنایوں اور تمثیلوں میں ہر جگہ اس بات کا اعلان فرمایا کہ ''خدا کی بادشاہت قریب ہے، خاتم النّبیین کا ظہور ہونے والا ہے، کونے کا سرے کا پتھر آنے والا ہے۔ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔ مگر یہود کو یہ کب گوارا تھا کہ تم سے خدا کی بادشاہی چھین لی جائے گی اور ان کے خیال سے ''لونڈی'' کے فرزند سے مسیحا آئے۔ لہٰذا یہ منادی کرنے والوں کے دشمن ہو گئے، اس زمانے کے یہودیوں نے حضرت یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کو قتل کردایا، عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مصلوب کرنا چاہا اور بزعم خود مصلوب کر دیا حالانکہ ان کو اشتباہ ہوگیا۔ اسی طرح انہوں نے اللہ کے غضب کو دعوت دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی بددعا سے ہمیشہ کے لیے رحمت الٰہی سے محروم ہو گئے اور خدا کی بادشاہی ان کے بھائیوں بنی اسماعیل میں منتقل ہوگئی جس کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے پہلے سے سنا دی تھی یعنی ''وہ نبی'' ''شیلوہ'' خاتم النّبیین فارقلیط احمد اور منحمنا یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور ابراہیم کی نسل سے فاران یعنی مکۃ المکرّمہ میں ہوگا۔

باب : ۳

تورات اور محمد رسول اللہ ﷺ

پیشین گوئی نمبر (۱) : بائبل اور ملت ابراہیم

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کرتے ہیں تو انہیں خوشخبری سنائی جاتی ہے۔

''اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے دوبارہ ابراہیم کو پکارا اور کہا کہ خداوند فرماتا ہے چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا اس لیے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کناروں کی ریت کی مانند کر دوں گا اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی۔'' [1]

اکلوتا:

حضرت ابراہیم کے اکلوتے اور پہلوٹے بیٹے ہونے کا شرف صرف حضرت اسماعیل کو حاصل ہے اس کی تفصیل ہم دوسرے باب میں وضاحت سے لکھ چکے ہیں۔ یہ پیشین گوئی اکلوتے بیٹے اور ذبیح اللہ کی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ بنی اسرائیل سے اس کا تعلق کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے۔ پھر بنی اسرائیل نے عہد کو توڑ دیا، میراث سے خارج ہو گئے، مغضوب اور ضالین بن گئے، بے وفا اور گردن کش نسل ہیں۔

آسمان کے تاروں اور سمندر کی ریت:

حضرت ابراہیم سے اللہ کا وعدہ ہے کہ تیری نسل کو بہت بڑھاؤں گا حتیٰ کے آسمان کے

[1] پیدائش ۲۲: ۱۵ تا ۱۸

تاروں کی مانند اور سمندر کے کناروں کی ریت کی مانند اس لیے یہود سے اس پیشین گوئی کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان کی تعداد اب نہ ہونے کے برابر ہے۔ رہے نصاریٰ تو وہ بھی اس پیشین گوئی کے مصداق نہیں اگرچہ عیسائیت دنیا کا بڑا مذہب ہے مگر انہوں نے ابدی عہد ختنہ کو چھوڑ دیا شریعت کو لعنت کا نام دیا اس طرح ابدی عہد کو توڑ دیا اور پولوس یہودی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گمراہ ہو گئے۔

دشمنوں کے پھاٹک کے مالک:

یہ نشانی یہود میں پائی جاتی ہے اور نہ نصاریٰ میں البتہ مسلمان اپنے دشمنوں کے پھاٹک کے مالک ہوئے۔ یہود و نصاریٰ یروشلم جیسی مقدس سرزمین کے پھاٹک کی حفاظت بھی نہ کر سکے اور اس زمین پر بے شمار انقلاب آتے رہے۔ حتیٰ کہ دوسرے خلیفہ راشد سیدنا فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا اور مسلمان اپنے دشمنوں کے پھاٹک کے مالک ہوئے۔

برکت پر برکت:

میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اس بات کو بائبل کی ایک دوسری پیشین گوئی کے ساتھ ملانے سے اور واضح ہو جائے گی۔ ''میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دوں گا اور تیرا نام سرفراز کروں گا سو تو باعث برکت ہو۔ جو تجھے مبارک کہیں میں ان کو برکت دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے میں اس پر لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں گے۔''[1]

(۱)...... برکت پر برکت (۲)...... تیرا نام سرفراز کروں گا (۳)...... جو تجھے مبارک کہے (۴)...... بڑی قوم

ان نشانیوں کا یہودیوں سے کتنا تعلق ہے؟ پھر نصاریٰ کی طرف توجہ کیجیے حالانکہ یہ بھی یہود اور بت پرستوں کی بگڑی ہوئی شکل ہیں اور یہ صرف ابراہیم سے اس لیے ناراض ہیں کہ انہوں نے حاجرہ سے نکاح کیا اور ابراہیم کی محبوب بیوی حاجرہ کو لونڈی کہتے ہیں اور اسماعیل

[1] پیدائش ۱۲: ۱۔۳

کی تحقیر کرتے ہیں اور ان کی نسل سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں اور ان کو ملعون اور مطعون کرتے ہیں پھر آیئے مسلمانوں کی طرف اور دیکھیے مسلمان روزانہ پانچ وقت کی نماز میں درود ابراہیمی پڑھتے ہیں اور ابراہیم کو مبارک کہتے ہیں اور ابراہیم کا نام لیں تو ساتھ ہی علیہ السلام کہتے ہیں اور ابراہیم کے ذکر کو سننا باعث برکت اور ثواب سمجھتے ہیں اور ابراہیم کے اکلوتے فرزند کی قربانی کو ہر سال تازہ کر کے ابراہیم کے نام کو سرفراز کرتے ہیں اور خود بھی برکت اور اجر وثواب حاصل کرتے ہیں لہٰذا ملت ابراہیمی کے مصداق صرف مسلمان ہیں جنھوں نے اللہ کے ابدی عہد ختنہ کو قائم رکھا، شریعت پر عمل پیرا ہوئے اور اس کے انبیاء پر ایمان لائے اور ان میں فرق نہیں کرتے۔

پیشین گوئی نمبر (۲): دعائے خلیل علیہ السلام اور بائبل

بائبل کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ

''اور اسماعیل علیہ السلام کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی اور دیکھ میں اسے بہت برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔'' (پیدائش باب ۱۷، آیت ۲۰) ''اور ہاجرہ سے بھی اللہ نے وعدہ کیا کہ میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔'' (پیدائش ۲۱-۱۸) پھر اللہ نے اسماعیل کو برکت دی ابراہیم نے بھی اسماعیل کو برکت دی اور برومند کرنے کا وعدہ کیا۔

اس عبارت میں ایک بڑی قوم کا لفظ محمد ﷺ کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس لیے کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی شخص حضور ﷺ کے سوا موجود نہیں ہے جو بڑی قوم والا ہو۔ بائبل میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا مفصل ذکر موجود نہیں جو انہوں نے اپنے پہلوٹے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے حق میں فرمائی۔ دعا کا تو ذکر نہیں کیا، البتہ بائبل میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کے حق میں، میں نے تیری دعا کو قبول کر لیا ہے۔ یقیناً وہ دعائیہ کلمات بھی مصلحین بائبل نے تحریف کی نذر کر دیئے یا بائبل پر آنے والے مختلف حادثات کے پیش نظر

ضائع ہو گئے۔ مگر قرآن مجید میں اس دعا کا بھی ذکر ہے حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو نقل فرمایا ہے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (البقرہ: ۱۲۶ تا ۱۲۹)

”اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے اے ہمارے رب! اس شہر کو امن والا بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن یقین اور ایمان رکھنے والے ہوں، انہیں پھل اور روزی عنایت کر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں (ایسا ہی ہو گا) لیکن میں کافروں کو بھی زندگی کا سامان تو کم و بیش دوں گا، پھر انہیں آگ کے عذاب کی طرف جبراً بلاؤں گا (جہنم میں ڈالوں گا) اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اور جب ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اس گھر (کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور وہ دعا کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہماری یہ خدمت قبول فرما، تو سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار بنا لے، ہماری نسل میں ایک ایسا گروہ اٹھا جو تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو اور ہمیں عبادت کے طریقے سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما کیونکہ تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے رب! ان لوگوں، یعنی کعبہ کے باشندوں میں ان ہی کی قوم سے ایک رسول اٹھا جو ان لوگوں کو تیری آیات سنائے

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ اے مہربان مالک! اس شہر کو امن والا بنا دے، اور اس شہر میں جو تیرے مطیع اور فرمانبردار ہوں ان کو پھلوں اور رزق سے نواز۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا لیکن جنہوں نے ہم سے کفر کیا ان کو بھی میں دنیا کی روزی تو بہر حال دوں گا اور قیامت کے دن ان کو سخت آگ کے عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لے اور ہم سے درگزر فرما۔ اے ہمارے رب ہماری نسل سے ایک ایسی قوم پیدا کر جو تیری فرمانبردار اور مطیع ہو اور ہر حال میں وہ تجھ پر ہی بھروسہ رکھنے والی ہو اور کفر و شرک سے بالکل پاک ہو۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اپنی دعا کا خاتمہ ان الفاظ پر کرتے ہیں کہ اے اللہ اے ہمارے رب! کعبہ کے باشندوں میں سے ایک رسول ضرور پیدا فرما جو لوگوں کو (۱)..... کتاب پڑھایا کرے (۲)..... حکمت و دانائی سکھایا کرے (۳)..... اور ان کے دلوں کو پاک وصاف کیا کرے (۴)..... تیری آیتوں کو سکھایا کرے۔

تاریخ شاہد ہے کہ تمام انبیاء کرام کے ذمے یہی چار کام رہے ہیں۔ اس حوالے سے حضور اکرم ﷺ کے ذمے بھی یہی چار کام تھے یعنی تلاوت کتاب، تزکیہ، کتاب کی تعلیم اور دانائی وحکمت کی تعلیم، گویا ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی کہ اس رسول میں یہ چار صفات موجود ہوں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سوائے حضور صادق المصدوق ﷺ کے کسی اور میں یہ صفات موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے کی دعا کو قبولیت بخشی۔ چنانچہ مکہ ایک ریگستانی علاقے میں واقع ہے جہاں بنجر پہاڑ ہیں، جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی، بن کھیتی کی وادی تھی۔ اس کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے دعائے خلیل علیہ السلام کی بدولت پھلوں کا رزق عنایت فرمایا۔ ہمارے زمانے میں بھی مکہ معظمہ میں پھلوں کی ایسی بہتات ہے کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اس وادی غیر ذی زرع میں کہاں کہاں سے اور کیسے کیسے پھل پہنچ جاتے ہیں۔ قدرت نے تیل کے ذریعے یہاں کے باشندوں کی روزی کا انتظام کر دیا ہے۔ اس شہر کو امن والا شہر بنا

دے۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ پوری دنیا میں مکہ معظّمہ سے بڑھ کر کوئی امن والا شہر نہیں ایک ایسا گروہ جو تیرا مطیع اور فرماں بردار ہو اور وہ گروہ امت مسلمہ ہے۔ ان میں ایک رسول مبعوث فرما اور وہ رسول محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یقیناً ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ میری نسل سے کئی ایک رسول ہوں گے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک رسول کی خصوصی دعا فرماتے ہیں۔ اصل مقصد یہ کہ وہ بے مثال رسول ﷺ جسے خاتم النّبیین ہونے کا شرف حاصل ہے میری ہی نسل سے پیدا فرما اور ایسا ہی ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا نبی آخر الزماں ﷺ کے مکہ میں پیدا ہونے سے پوری ہوئی۔

﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ (الحج:۷۸)

''تم اپنے باپ ابراہیم کی اولاد ہو اور اس نے تمہارا نام پہلے ہی مسلمان رکھا۔''

دعائے خلیل اور نوید مسیحا، ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا:

ابن جریر نے ابوعالیہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ان میں رسول مبعوث فرما، تو انہیں جواب دیا گیا کہ آپ کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ اور یہ پیغمبر آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے۔

امام احمد، ابن سعد، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابوامامہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنے پس منظر سے آگاہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی خوشخبری ہوں۔'' [1]

ابن سعد حضرت ابن عباس کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ کو چھوڑنے کا حکم ملا تھا تو آپ کو براق پر سوار کر دیا گیا۔ دوران سفر جہاں بھی اچھی زمین آتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب جبریل علیہ السلام سے کہتے، مجھے یہاں اتار دو۔ وہ کہتے یہاں نہیں بالآخر وہ سرزمین مکہ پہنچ گئے یہاں پر جناب جبریل علیہ السلام نے عرض کیا! اے

[1] طبقات ابن سعد جلد نمبر۱ صفحہ نمبر ۱۶۹، احمد، مشکوٰۃ وغیرہ۔

ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اتر آیئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حیرت سے پوچھا، اس بے آب و گیاہ جگہ پر؟ جناب جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں جناب ابراہیم اس سرزمین پر آپ کے بیٹے کی نسل سے ایسا پیغمبر آئے گا جس کے ساتھ ہی نبوت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ ❶

محمد بن کعب راوی ہیں کہ جب حضرت ہاجرہ اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام کو لے کر نکلیں تو راستے میں آپ کو مقلق ملا جس نے آپ سے کہا کہ اے ہاجرہ! آپ کے اس بیٹے کی نسل بڑی پھیلے گی اور اس کی نسل سے نبی امّی اور اس حرم کا مکین آئے گا۔'' ❷

اور یہی بات بائبل پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰ میں بیان کی گئی ہے مگر مصلحین بائبل کی کاوشوں سے اس عبارت کے آخری الفاظ بائبل میں سے حذف کر لیے گئے ہیں اور ان مصلحین بائبل کی کاوشوں سے ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی محفوظ نہ رہ سکی مگر اس دعا کا جواب جو کہ ایک طرح کی منظوری ہے۔ رب العالمین کی طرف سے، وہ آج تک بصد تحریفی کوششوں اور لفظی ہیرا پھیری اور ردوبدل کے باوجود موجود ہے۔

امام قرطبی لکھتے ہیں بعض اہل علم جو یہودیوں کی زبان سے بخوبی واقف تھے اور ان کی بعض کتابوں کا علم بھی رکھتے تھے۔ ان علماء نے اپنی ذہانت سے یہ معلوم کر لیا کہ توریت کی مذکورہ عبارت کے دو موقعوں سے اعداد کے اس قاعدہ کے بموجب جس کو یہودی اپنے یہاں بکثرت استعمال کرتے ہیں حضور ﷺ کا نام نکلتا ہے۔ اول تو دادا کے لیے اس زبان میں ماذ ماذ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور ان حروف کے کل اعداد ۹۲ بنتے ہیں، اس لیے کہ باء کے دو ہیں اور میم کے چالیس اور الف کا ایک اور دوسری دال کے چار، کل ۹۲۔

	حرف	عدد
❶	باء	۲
❷	میم	۴۰
❸	دال	۴

❶ طبقات ابن سعد ❷ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۰۷

۴	میم	۴۰
۵	الف	1
۶	الف	1
۷	د	۴
	بماد ماد	۹۲

اسی طرح لفظ محمد کے اعداد بھی ۹۲ ہوتے ہیں اس لیے کہ میم کے ۴۰، ح کے ۸ دوسری میم کے ۴۰، دال کے ۴ اور کل ۹۲۔

①	م	۴۰
②	ح	۸
③	م	۴۰
④	د	۴
	لفظ محمد	کل عدد ۹۲

اسی طرح دوسرا لفظ بڑی قوم لغت یہود میں اس کی جگہ لغوی غزول کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس میں لام کے تین اور غین کے تین ہیں کیونکہ یہود کے یہاں غین کا استعمال جیم کی جگہ کیا جاتا ہے اس لیے کہ ان کی لغت میں جیم اور صاد سرے سے موجود ہی نہیں ہیں اور و کے چھ اور یا کے دس پھر غین کے تین اور دال کے چار، واؤ کے چھ، لام کے تیس ان سب کا مجموعہ بھی ۹۲ ہے، دیکھئے۔

	حرف	عدد
❶	لام	۳۰
❷	غین	۳
❸	و	۶
❹	یاء	۱۰

۵	غین	۳
۶	دال	۴
۷	و	۶
۸	لام	۳۰
	کل عدد	۹۲

حضرت سلطان بایزید یلدرم مرحوم کے عہد میں عبدالسلام نامی ایک یہودی عالم مشرف باسلام ہوئے اور ایک چھوٹا سا رسالہ تالیف کیا جس کا نام ''الرسالۃ الہادیہ'' رکھا صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

یہودیوں کے بڑے بڑے عالموں کی اکثر دلیلیں بڑے جملوں کے حروف سے ماخوذ ہوتی ہیں یعنی حروف ابجد کے قاعدے سے کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی تو علمائے یہودان کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ یہ عمارت چار سو سال تک قائم رہے گی پھر ویران ہو جائے گی۔ یہ بات انہوں نے لفظ بزات کے اعداد سے نکالی اس لیے ضروری تھا کہ علماء بھی بماد ماد کے اعداد نکالتے۔ اور اس کے اعداد ۹۲ ہیں اور لفظ محمد کے اعداد بھی ۹۲ ہی ہیں۔ یاد رہے کہ حضور صادق المصدوق ﷺ کے اسمائے مبارک میں ایک اسم مبارک ماد ماد بھی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے قاضی عیاض کی شرح شفاء، دیکھئے کتاب ماد ماد مصنفہ عبدالعزیز خالد۔ اسی طرح بائبل کی کتاب پیدائش سے بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اس کے جواب میں پیدائش باب نمبر ۱۷ آیت ۲۰ ہے اور انہیں دلائل و براہین کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی نے دریا کوزے میں بند کر دیا ہے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

پیشین گوئی نمبر (۳): شیلوہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی۔ یہوداہ سے سلطنت نہ چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔ ❶

اس عبارت میں ایک جملہ حذف کر لیا گیا، کیتھولک بائبل میں اس پیشین گوئی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ''یہوداہ سے حکمرانی کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کے پاؤں میں سے بلَم جاتا رہے گا۔ جب تک کہ نہ آئے شیلوہ اور قومیں اس کی تابعدار ہوں گی۔'' ❷

E.S.V بائبل کے الفاظ ہیں:

The scepter shall not depart from Juddah nor the RULERS staff from the between his feet until tribute comes to him shall be the obedience of the people. ❸

عربی ترجمہ دار الکتاب المقدس فی شرق الاوسط مطبوعہ ۱۹۸۵ء۔

«لا یزول قضیب من یهود ومشترع من بین رجلیه حتی یاتی شیلون وله یکون خضوع شعوب.» ❹

E.S.V بائبل میں اس پیشین گوئی کے حاشیہ میں لکھا ہے:

(Compare Septuagint, Syriac, Taragum) will be comes to whom it belongs, Hebrew until Shiloh comes, or until he comes to Shiloh."

کیتھولک بائبل کے حاشیہ میں اس پیشین کے بارے میں لکھا ہے۔

---

❶ پیدائش ۴۹-۱۰۔ ❷ کیتھولک بائبل پیدائش ۴۹-۱۰۔

❸ E.S.V GENISIS 49-10.

❹ تکوین ۴۹-۱۰۔

”یہ برکت مسیح موعود کی پیشین گوئی ہے یعنی مسیح موعود یہوداہ کے قبیلے سے ہوگا اور دنیا کی تمام قوموں کا بادشاہ ہوگا۔ شیلوہ اس لفظ کا صحیح معنی ٹھیک معلوم نہیں ہے۔ روایتی تفسیر یہ ہے ”وہ جس کا ہے“ یعنی یہوداہ سے حکومت کا عصا جاتا نہ رہے گا جب تک کہ وہ نہ آئے جو اس کا حقدار ہے یعنی خداوند مسیح۔“ ❶

اس حاشیہ میں بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود یہوداہ کی نسل سے ہوگا، حالانکہ یہ صریح غلط ہے اور اس شبہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑی وضاحت سے دور فرما دیا ہے کہ تم غلطی نہ کھانا کہ مسیحا داؤد کی نسل سے ہوگا۔ داؤد کی نسل سے نہیں داؤد تو خود اسے خداوند کہتا ہے پھر وہ داؤد کی نسل سے کیونکر ہوسکتا ہے۔ ❷ لہٰذا عیسائیوں کو اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ شیلوہ کے صحیح معنی کا کسی کو علم نہیں۔ یہود کے نزدیک ”وہ جو عنقریب آئے گا“ علمائے نصاریٰ کے نزدیک ”وہ جس کا ہے“ بعض محققین نے اس کا ترجمہ ”جسے ہماری طرف بھیجا جائے گا۔“ ”اور وہ آئے گا جس کا حق ہے اور میں اسے دوں گا۔“ ❸ اسی طرح پادری جی ٹی مینلی نے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ پر اعتماد کیا ہے اور اس کے علاوہ اس کا معنی سلامتی کا شہزادہ بھی بتایا ہے اور ان کے نزدیک یہ مسیح کی طرف اشارہ ہے۔ ❹ بہرحال ان کے نزدیک یہ ایک مشکل عبارت ہے اور سب معنی بس اٹکل بچو ہیں۔ شیلوہ بائبل کا ایک عبرانی لفظ جس کا صحیح معنی معلوم نہیں (قاموس الکتاب) یہ مشکل عبارت ہے (ہماری کتب مقدسہ) کیا ہے اور بعض نے ”انجام“ مسلمان محققین نے اس کا ترجمہ خاتم النّبیین کیا ہے۔ بعض کے نزدیک درحقیقت یہاں شیلوہ کی جگہ مسیح موعود کا نام ذکر کیا گیا تھا جس کا ترجمہ شیلوہ سے کر دیا گیا کیونکہ اہل کتاب کی اکثر عادت ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے ہیں۔ لفظ شیلوہ قدیم ترین تراجم کے عین مطابق ہے۔ Shiloh اگر اسے ”شیلوخ“ پڑھا جائے تو معنی ہوگا بھیجا ہوا جو رسول کے مترادف لفظ ہے ممکن ہے یہاں شیلوخ لفظ ہو کیونکہ عبرانی میں ”ح“ موجود نہیں اور ”ہ“ اور ”خ“ لکھنے میں

❶ حاشیہ کیتھولک بائبل صفحہ ٦٢۔
❷ متی ٦٢_٤١ تا ٤٥، انجیل برنباس ٤٣_ ١٣ تا ٣١۔
❸ قاموس الکتاب صفحہ ٥٨٦۔
❹ ہماری کتب مقدسہ صفحہ ٣٦٢۔

معمولی فرق ہے مثلاً ''ہ'' عبرانی میں ה ایسے لکھی جاتی ہے اور ''خ'' عبرانی میں ח ایسے لکھی جاتی ہے اور یقیناً یہ سہو کاتب ہے اور بائبل میں ایسے سہو کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً عہد نامہ قدیم میں ابراہیم کے باپ کا نام تارح (پیدائش ۱۱-۲۷) اور عہد نامہ جدید میں ''تارہ'' (لوقا ۳-۳۴) یاد رہے کہ عبرانی کے کل ۲۲ حروف ہیں اور ان میں ح نہیں ہے۔'' ❶ شیلوہ کا معنی کیا ہے کسی کو علم نہیں اس کے صحیح معنی کوئی نہیں جانتا اور شیلوخ کا معنیٰ ہے؟ قاموس الکتاب میں شیلوخ کا معنی ہے بھیجنے والا ❷ مگر یہ ترجمہ غلط ہے اگر اس کا معنی بھیجا ہوا کیا جائے ''ہ'' اور ''خ'' میں سہو کاتب تسلیم کر لیا جائے تو مسیحی علماء کو یہ عبارت مشکل نہ لگے۔ یہی لفظ یوحنا کی انجیل میں بھی ہے اور یہاں اس کا ترجمہ بتایا گیا ہے بھیجا ہوا ''اسے کہا جا شیلوخ'' (جس کا ترجمہ بھیجا ہوا ہے) ❸ یقیناً عیسائیوں کے لیے قاموس الکتاب سے زیادہ معتبر شہادت انجیل کی ہے لہٰذا اس کا ترجمہ بھیجا ہوا ہی سہی ہے اس طرح یہ لفظ عربی کے لفظ رسول کے ہم وزن اور ہم معنی ہے۔ شیلوخ اور رسول دونوں مترادف ہیں اور ایک ہی مطلب کو یکساں طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا شیلوخ یقیناً وہی شخصیت ہے جس کی پیشین گوئی حنوک نے فرمائی تھی جو آدم کی دسویں پشت میں ہیں۔

"Behold, the Lord came with ten thousand of his holy ones." ❹

پھر اسی پیشین گوئی کو موسیٰ علیہ السلام نے اور وضاحت کے ساتھ دہرایا کہ ''وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا'' اور بائبل کی دیگر کتب میں مسیح موعود کی نشانیاں بیان کی گئیں ہیں مثلاً وہ صاحب ہجرت، صاحب جہاد ہوگا، لوہے کے عصا سے لوگوں کو سیدھا کرے گا اس کی سواری سفید گھوڑا ہوگی۔ وغیرہ۔

عیسائیوں نے سخت ٹھوکر کھائی اور اس کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا، اسی طرح یہود نے

---

❶ قاموس الکتاب ص نمبر ٦٦٩۔ ❷ صفحہ ٥٨٦۔

❸ یوحنا ۹۔۷۔ ❹ Jud 15:14.

بھی۔ ان کے نزدیک تا حال شیلوہ کا ظہور نہیں ہوا کیونکہ یہود ونصاریٰ کے خیال میں شیلوہ کا ظہور بنی اسرائیل میں سے ہوگا اور ان کے نزدیک وہ خدا کی چہیتی قوم ہیں اور وہ شیلوہ کی قیادت میں تمام اقوام عالم کو مطیع منقاد اور محکوم بنالیں گے۔ تحریک صیہونیت اسی عقیدے کا شاخسانہ ہے۔ اس تحریک کا نشان سانپ ہے اور وہ اس لیے کہ یہود اسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا سمجھتے ہیں جو سانپ بن جاتا تھا، جس نے فرعون مصر اور اس کے جادوگروں کو شکست دی تھی اور بالآخر بنی اسرائیل نے مصر کو فتح کر لیا تھا۔ ان کے نزدیک جب شیلوہ کا ظہور ہوگا تو یہ سانپ اقوام عالم کو نگل جائے گا اور وہ تا حال شیلوہ کے منتظر ہیں۔ صیہونی تحریک کا یہ منصوبہ ایک عورت جو اس تحریک کی رکن تھی اس نے اس تحریک کے خطرناک عزائم کا پردہ چاک کر دیا۔ اس منصوبہ کا نام ہے۔

"The Protocols of the learned elders of Zion."

یہ منصوبہ کئی زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اردو زبان میں یہ ''عظیم سازشی منصوبہ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں تمام دنیا خصوصاً مسلم ممالک کو مسخر کرنے اور مسلمانوں کو محکوم وغلام بنانے کے مرحلہ وار منصوبوں کی تفصیلات درج ہیں۔ حالانکہ شیلوہ کا ظہور تو مدتوں پہلے ہو چکا مگر بدنصیب لوگ جاہ وحشم کی عصبیت پر قائم رہے اور شیلوہ کا انکار کیا وہی شیلوہ جو موسیٰ کی مانند، جس کے منہ میں اللہ نے اپنا کلام ڈالا، قومیں جس کی مطیع وفرمانبردار ہوئیں جو دس ہزار قدسیوں کے ساتھ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ توریت کی اس پیشین گوئی میں واضح طور پر اس امر کی دلیل موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت کے بعد خاتم النبیین ﷺ کا ظہور ہوگا۔ کیونکہ Ruler یعنی حاکم سردار سے مراد صاحب شریعت (Law Giver) ہے اور یعقوب علیہ السلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام تک کوئی شخص صاحب شریعت نہیں گذرا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت ہیں اور وہ خود شیلوہ کی پیشین گوئی فرماتے ہیں وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوگا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی صاحب شریعت نہیں آیا اور عیسیٰ علیہ السلام بذات خود شیلوہ کی پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ اس کا

نام احمد ہوگا آسمانی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی۔ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرے کا پتھر ہو گیا، مسیحا داؤد کی نسل سے نہ ہوگا۔ اس کی راہ تیار کرو۔ فارقلیط کا ظہور عنقریب ہے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں۔ پھر غور فرماؤ، انجیل نگاروں نے محض سینہ زوری سے عہد نامہ قدیم کی بہت سی باتوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بطور پیشین گوئی بنا کر پیش کیا ہے، مثلاً ''جوان عورت حاملہ ہوگی'' یہاں تحریف سے کام لے کر ''کنواری حاملہ ہوگی'' لکھ دیا ہے اور جوان عورت کو ختم کر دیا ہے حالانکہ ای ایس وی اور آر ایس وی بائبل نے تصحیح کر دی کہ اس مقام پر اصل لفظ جوان عورت ہے مگر عہد نامہ جدید کی کسی کتاب میں شیلوہ کی پیشین گوئی کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کسی نے نہیں بتایا کیونکہ وہ انہیں اس کا مصداق نہ سمجھتے تھے اور اس کے مصداق محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ ہی کا ظہور خاتم النّبیین کی حیثیت سے ہوا۔ کونے کا سرے کا پتھر آیا اور اکملیت دین کا اعلان کر دیا گیا۔

قومیں اس کی مطیع ہوں گی:

عیسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہ بھیجے گئے تھے اور قوموں کا مطیع ہونا تو درکنار بنی اسرائیل جن کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے وہ بھی ان کے مطیع نہ ہوئے۔ بارہ شاگرد ایمان لائے مگر انہوں نے بھی کیا کیا؟ یہوداہ بک گیا باقی بھاگ گئے، پطرس لعنت بھیجنے لگا اور پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام بقول انجیل اپنی ہی قوم کے ہاتھوں مصلوب ہو گئے تو دیگر قومیں کب آپ کی مطیع ہوئیں؟

اب تاریخ عالم پہ نگاہ دوڑایئے بائبل میں بہت سے انبیاء کا تذکرہ ہے جن میں نوح علیہ السلام، ابراہیم، اسحاق، موسیٰ، داؤد عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء بھی ہیں مگر ان میں سے کسی کی زندگی میں اُس کثرت سے لوگ ایمان لائے اور قومیں مطیع و فرمانبردار ہوئیں؟ انبیاء کی فہرست میں صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی نظر آئیں گے جو ابتداء میں تنہا ہیں، پھر ایمان لانے والے تین سو تیرہ پھر وہ اپنی ہیکل میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ﴿يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ پھر اقوام عالم گروہ در گروہ مطیع و فرمانبردار ہو کر آپ

کے جھنڈے تلے دکھائی دیتی ہیں اور آپ کے آخری خطبہ میں سامعین کی تعداد بائبل کی پیشین گوئی کے مطابق ایک لاکھ چوالیس ہزار دکھائی دیتی ہے۔ عورتیں، بچے اور دور دراز ممالک کے مسلمان اس کے علاوہ تھے اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی دعوت دنیا کے کونوں تک جا پہنچتی ہے۔ الغرض ہر قوم، ہر قبیلے کا سردار یہاں مطیع و فرمانبردار دکھائی دیتا ہے۔ رسول عالم نے اقوام عالم کے بادشاہوں کو خطوط لکھے اور اس امر کا اظہار فرمایا کہ اللہ کے آخری رسول پر ایمان لاؤ، اسی میں ابدی زندگی کی بھلائی ہے پھر قبائل در قبائل گروہ در گروہ لوگوں نے اسلام کی آغوش میں پناہ لی۔

شیلوہ کی اس نشانی کے پیش نظر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو خیال بھی نہیں کیا جا سکتا جن کی ساری زندگی میں صرف بارہ شاگرد دکھائی دیتے ہیں اور ان کو بھی آپ کبھی بے اعتقاد کہہ کر مخاطب فرماتے ہیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ تم میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام بقول انجیل کس قدر بے یار و مددگار اور تن تنہا تھے، کہاں قوموں کا مطیع و فرمانبردار ہونا اور جو پتھر اس پر گرا وہ پس گیا اور کہاں یہ مجبوری کہ ''ایلی ایلی لما شبقتنی'' اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

حکومت کا عصا:

یہ الفاظ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اس کے مصداق عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں ہو سکتے حکومت کا عصا یعنی زبردست حکومت جو اپنے قوانین ان پر نافذ کرے گا اور وہ عصا کون سا ہے اس کی تفصیل بھی بائبل میں موجود ہے وہ لوہے کا عصا یعنی تلوار ہے جس سے جہاد کا پہلو نمایاں ہے۔ یعنی شیلوہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا اور شریعت کو نافذ کرے گا اس طرح اس پیشین گوئی کا تعلق دنیاوی حکومت سے نہیں رہتا بلکہ اس سے مراد آسمانی بادشاہی یعنی نبوت ہے اگر اس سے مراد دنیاوی حکومت ہو تو پھر یہود و نصاریٰ کا دعویٰ بالکل باطل ہو جاتا ہے اور یہ پیشین گوئی بھی غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیاوی حاکم تو یہوداہ کے خاندان سے بخت نصر کے زمانہ سے ہی ختم ہو چکے تھے اور دو ہزار سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا اور مسیح

یہود کی بھنک تک کان میں نہیں پڑی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ خاندان یہوداہ کی حکومت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور سے چھ سو سال قبل ہی مٹ چکی تھی جبکہ بخت نصر نے یہوداہ کی اولاد کو بابل کی طرف جلاوطن کیا تھا اور تقریباً تریسٹھ سال تک ان کی یہی حالت رہی۔ جس کی تفصیل ۱۔مکابیوں اور ۲ مکابیوں میں دیکھی جاسکتی ہے اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حاکم سے مراد دنیاوی سردار نہیں نہ دنیاوی سلطنت مراد ہے بلکہ اس سے مراد ہے کہ ان کا قومی امتیاز باقی رہے گا اور بحیثیت قوم انہیں عزت وشوکت نصیب رہے گی اور اس کی وجہ بنی اسرائیل میں مسلسل انبیاء کا ظہور ہو گا اور یہود اسی پر فخر کرتے تھے مگر یہودی اپنے گھناؤنے کاموں کے سبب مردود اور ملعون ٹھہرے، اللہ کے غضب کے مستحق بنے اور آسمانی بادشاہی ان سے بنی اسماعیل میں منتقل ہو گئی۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام اس پیشین گوئی کے مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اگر آپ مراد ہوتے تو پھر آپ کے بعد یہود کا قومی امتیاز ختم ہو جانا چاہئے تھا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو خود ان کے قومی امتیاز کو نکھارنے کے لیے کوشش کرتے رہے اور ان کی کوشش تو خود بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے تھی اس طرح عیسیٰ علیہ السلام اس پیشین گوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے اس وقت تو یہود قومی امتیاز کے ساتھ نمایاں تھے پھر اس قدر زور آور کہ عیسائیوں کے بقول گناہ گار کو انہوں نے چھڑوالیا اور بے گناہ مسیح کا عبرتناک حشر کیا۔ یہود کی یہ قوت وطاقت اور قومی امتیاز محمد رسول اللہ ﷺ کے ظہور تک قائم رہا حتیٰ کہ ملک عرب کے مختلف حصوں میں بھی ان لوگوں کے بکثرت مضبوط قلعے اور املاک موجود تھیں اس طرح یہ لوگ کسی کے ماتحت یا مطیع نہ تھے جیسا کہ خیبر کے یہود کے متعلق سب کو معلوم ہے مگر جب شیلوہ یعنی خاتم النبیین کا ظہور ہوا تو فتح خیبر کے بعد روئے زمین سے ان کا قومی امتیاز جاتا رہا۔ یہود اپنی پوری قوت کے ساتھ آپ سے ٹکرائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ نبوت بنی اسماعیل میں منتقل ہو گئی اور ان کا قومی امتیاز خاک میں مل گیا اور ذلت ومسکنت یہود کا مقدر بن گئی اور ہر ملک میں دوسروں کی ذلیل رعایا بن کر رہ گئے۔ اس لیے اس پیشین گوئی کے صحیح مصداق محمد رسول اللہ ﷺ ہی

ہیں نہ تو مسیح یہود اس کا مصداق ہے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ کیونکہ انہوں نے تو خود اسی پیشین گوئی کو دوبارہ دہرایا کہ ''دنیا کا سردار یعنی حاکم آتا ہے مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔'' اور وہ سردار Ruler حاکم رئیس وہی 'سید ولد آدم' سلامتی کے شہزادے یعنی محمد کریم ﷺ ہیں۔

پیشین گوئی نمبر (۴): موسیٰ علیہ السلام کی مانند نبی

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی پھر آواز سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہوتا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔'' [1]

توراۃ کی اس بشارت کو غور سے پڑھیے اور پھر ہر ایک جملہ کی حقیقت کو تاریخی روشنی میں دیکھئے تو تاریخ کا بے لاگ فیصلہ صرف ایک ہی ہوگا اور وہ یہ کہ اس بشارت کے حقیقی مصداق جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی دوسری ہستی نہیں۔ نصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ یہ بشارت جناب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے مگر اس کی دلیل میں وہ کوئی واضح ثبوت پیش نہیں کرتے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس قرآن حکیم نے اس بشارت کے تمام پہلوؤں کو خوب

---

[1] استثنا باب ۱۸ آیات ۱۵ تا ۲۱

اجاگر کیا ہے۔ قرآن حکیم کے علاوہ تاریخ سے اگر آپ یہی سوال کریں کہ توراۃ کی مذکورہ بالا خوبیوں کی حقیقی مالک کون سی شخصیت ہے تو تاریخ کا ایک ہی جواب ہوگا اور وہ یہ کہ وہ ذات خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات طیبہ ومبارکہ ہے۔

خود توراۃ کی جملہ صفات نے ہی یہ ثابت کر دیا کہ اس سے مراد جناب عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

پہلی نشانی:

بشارت کے پہلے جملے کی طرف ہی توجہ فرمائیے۔

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔“

یہ بات روز روشن سے بھی واضح ہے اور تاریخ کا ایک معمولی سا طالبعلم بھی آگاہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں بنی اسماعیل کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو اس کا مصداق بن سکے اور بنی اسماعیل میں جناب محمد ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی نبی ہی نہیں گزرا جو موسیٰ کی مانند یعنی صاحب شریعت، صاحب ہجرت، صاحب جہاد، صاحب ازدواج ہو۔ [1]

”تیرے ہی بھائیوں میں سے“ اس سے مراد بنی اسماعیل ہیں کیونکہ بنی اسحاق کے بھائی بنی اسماعیل ہیں جیسا کہ خود بائبل میں لکھا ہے۔ اور اسماعیل کے بارے میں ہے کہ ”وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔“ [2]

اور اسماعیل کے بیٹوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ”یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔“ [3]

اور اسماعیل نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بھائی اسحاق کے بیٹے عیسو سے کی۔

اگر کوئی کہے کہ ابراہیم کی بیوی قطورہ کی اولاد بھی تو بنی اسرائیل کے بھائی ہو سکتے ہیں۔

---

[1] استثناء باب ۳٤. [2] پیدائش ١٦-٩تا١٢.

[3] پیدائش ۲۵-۱۲ تا ۱۸.

جی ہاں وہ بھی بنی اسرائیل کے بھائی ہیں مگر ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہوا ہو۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کا کوئی اس طرح کا وعدہ ان سے نہ تھا کیونکہ حضرت اسحاق نے عیسو کے حق میں یہ دعا کی تھی کہ وہ اپنے بھائی یعقوب کی خدمت کریں گے۔'' [1]

اگر اس سے اسماعیل مراد نہ ہوتے اور بنی اسرائیل ہی مراد ہوتے تو پھر توراۃ میں ''تیرے ہی بھائیوں'' کے بجائے ''تیری ہی اولاد'' کے الفاظ ہوتے نہ کہ بھائیوں کے یا تیری ہی اولاد یا تیرے ہی بیٹوں یا پھر صرف تیرے ہی درمیان کہہ دینا کافی تھا۔

اس لفظ کا حقیقی استعمال یہی ہو سکتا ہے کہ اس بشارت والے نبی کا تعلق اور کوئی رشتہ صلبی یا بطنی بنی اسرائیل کے ساتھ نہ ہوگا چنانچہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں جو وعدہ کیا گیا تھا، اس میں یہ لفظ اپنے اسی حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (کتاب پیدائش ب۱۶ آیت ۱۲) کے مطابق اس طرح ہے۔ (۱) ''وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔'' (۲) ''یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔'' (پیدائش ب ۲۵ آیت ۱۸) یہاں بھائیوں سے مراد عیسو اور اسحاق کی نسل کے لوگ ہیں جو ابراہیم کی نسل سے تھے۔ (۳) کتاب گنتی ب ۲۰ آیت ۱۴ میں ہے ''اور موسیٰ علیہ السلام نے قادس سے ادوم کے بادشاہ کے پاس ایلچی روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ تیرا بھائی اسرائیل یہ عرض کرتا ہے کہ تو ہماری مصیبتوں سے جو ہم پر آئیں واقف ہے۔''

اور کتاب استثنا باب ۲ آیت ۲ میں ہے ''تب خداوند نے مجھ سے کہا کہ تم اس پہاڑ کے باہر باہر بہت چل چکے، شمال کی طرف مڑ جاؤ اور تو ان لوگوں کو تاکید کر دے تاکہ تم کو بنی عیسو تمہارے بھائی جو شعیر میں رہتے ہیں ان کی سرحد کے پاس سے ہو کر جانا ہے۔'' اس مقام پر بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد بنی عیسو ہیں۔ خود بعض بنی اسرائیل کے لیے تورات کے بعض مقامات پر استعمال کیا گیا ہے مگر یہ استعمال مجازی ہے اور حقیقی استعمال کو ترک کر کے مجازی استعمال اس وقت تک جائز نہیں جب تک حقیقی پر محمول ہونے کے لیے کوئی قوی مانع

---

[1] پیدائش ۲۷: ۲۹، ۴۰''

موجود نہ ہو اور یوشع اور عیسیٰ دونوں اسرائیلی ہیں اس لیے یہ بشارت اُن پر ہرگز صادق نہیں آسکتی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام تو یہویقیم کی نسل سے ہیں جس پر اللہ کا غضب ہوا، پھر عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے ان کا شجرہ تو محض سینہ زوری سے کام لے کر بنایا گیا اسی لیے دونوں شجروں میں بعد المشرقین ہے۔

تورات کی یہ صریح پیشین گوئی ہے جو حضور صادق المصدوق ﷺ کے سوا کسی اور ہستی کی تصدیق نہیں کرتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو واضح اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا رہے ہیں کہ ''میں تیرے لیے تیرے ہی بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔''

اور بھائیوں سے مراد صرف بنی اسماعیل ہی ہیں جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی بناء پر ان کے نسبی رشتہ دار ہیں۔ مزید برآں اس پیشین گوئی کا مصداق بنی اسرائیل کا کوئی نبی اس وجہ سے بھی نہیں ہوسکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی ایک نبی نہیں بلکہ بہت سارے نبی آئے اور سوئم یہ کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی مثل موسیٰ علیہ السلام نہیں گزرا۔

خود بائبل میں مذکور ہے کہ:

''اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خدا نے روبرو باتیں کیں، نہیں اٹھا۔'' [1]

اور موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر اللہ سے ہم کلام ہوئے اور نبی ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک اور اتنے قریب سے کلام کیا کہ:

﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ (النجم : ۹)

''پس دو کمانوں کے بقدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔''

ذیل میں تقابل پیش کیا جاتا ہے:

---

[1] استثناء باب ۳٤ آیت ۱۰۔

دوسری نشانی: تیری مانند:

شخصیت میں تقابل
شریعت میں تقابل

حضرت عیسیٰ (بقول عیسائیت ومروجہ اناجیل	حضرت موسیٰ علیہ السلام	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ
❶ تثلیث پرستی	توحید خالص کا حکم	توحید خالص کا حکم
❷ اللہ کا بیٹا (جیسا کہ کہا جاتا ہے)	اللہ کے بندے اور رسول	اللہ کے بندے اور رسول اللعالمین
❸ بغیر باپ کے صرف مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوئے	ماں باپ سے پیدا ہوئے	ماں باپ سے پیدا ہوئے
❹ بنی اسرائیل نے صلیب پر چڑھایا	اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی	اپنے وقت کے فراعنہ کو مغلوب کیا
❺ شادی نہیں کی	شادی شدہ تھے اور صاحب اولاد تھے	شادی شدہ تھے اور صاحب اولاد تھے
❻ گرفتار ہو گئے مگر ہجرت نہ کی۔	صاحب ہجرت تھے۔	مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی
❼ شریعت کو منسوخ کر دیا بلکہ لعنت تک کہا گیا	تورات میں شریعت کو قائم کیا	قرآن کے حکم سے شریعت کو قائم کیا
❽ مروجہ اناجیل متی، لوقا اور یوحنا کی ہیں، عیسائیوں کو اقرار ہے کہ مسیح پر کوئی کتاب	صاحب کتاب تھے	صاحب کتاب تھے

نازل نہ ہوئی		
⑨ زندگی میں کبھی جہاد نہیں کیا	صاحب جہاد تھے	صاحب جہاد تھے
⑩ خنزیر مردار، ہر چیز حلال (متی باب ۵۔۱۱)	حلال اور حرام کی باقاعدہ تفریق	حلال اور حرام کی باقاعدہ تفریق
⑪ سود لینا دینا جائز	سود کو مکمل طور پر حرام کرنا	سود کی مکمل طور پر حرمت
⑫ آدمی کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ شادی نہ کرے۔ (کرنتھیوں ۱:۷)	شریعت میں نکاح کا حکم	شریعت میں نکاح کا باقاعدہ حکم
⑬ اپنی امت کے سبب لعنتی بننا (ب ا کتاب ہذا)	اپنی امت کے سبب ملعون نہ ہونا	اپنی امت کے سبب ملعون نہ ہونا
⑭ کوئی شریعت ہی نہیں تو سزا کیسی	زنا کی سزا کا باقاعدہ حکم	زنا کی سزا کا باقاعدہ حکم
⑮ مسیح نے خود اپنی ماں کو سختی سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام (یوحنا باب ۲۔۴)	والدین کے ادب و احترام کا حکم	والدین کے ادب و احترام کا حکم
⑯ مسیح کا معجزہ کہ پانی سے شراب بنا کر محفل میں پیش کی یعنی کہ شراب کا حرام نہ ہونا	شراب کی حرمت	شراب کی حرمت
⑰ ساز، گانے بجانے اور راگ رنگ پر مشتمل ہونا	شریعت کا بدنی عبادتوں اور ریاضتوں پر مشتمل ہونا	شریعت کا بدنی عبادتوں اور ریاضتوں پر مشتمل ہونا

❶ طہارت ضروری نہیں	عبادت کے وقت پاک صاف ہونا	عبادت کے وقت غسل یا وضو کرنے کا حکم
❷ بقول عیسائیت مصلوب ہونا اور تین دن بعد آسمانوں پر اٹھایا جانا	طبعی موت وفات پانا اور دفن ہونا	طبعی موت وفات پانا اور دفن ہونا

غرض اسی قسم کی اور بہت سی مشترک چیزیں جو غور کرنے سے نظر آئیں گی جو دونوں کی شریعتوں میں پائی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ (المزمل :۱۵)

''بلاشبہ ہم نے تمہارے پاس ایک پیغمبر بھیجا جو تم پر گواہ ہے جس طرح فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔''

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ﴾ (الاحقاف : ۱۰)

''اور بنی اسرائیل سے ایک گواہ نے بھی ایسی گواہی دے دی'' اور بنی اسرائیل کے لیے توریت سے بڑھ کر گواہی کس کی ہو گی اور توریت کے نزدیک بنی اسرائیل کا کوئی نبی موسیٰ کی مانند نہیں۔ ❶

بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مثل پیدا ہی نہیں ہوا۔ اب اگر کوئی یہودی یا عیسائی یہ کہے کہ موسیٰ کے مثل کوئی دوسرا نبی اسرائیل میں پیدا ہوا تو گویا اس نے کتاب مقدس کو جھٹلایا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں شخصیت میں اور نہ شریعت میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہے اور نہ ہی کوئی اور، بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مثل نبی ہوا؟

کیا اس سے مراد یوشع ہیں......؟

بعض حضرات اس پیشین گوئی کے متعلق حضرت یوشع کا نام لیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور

❶ استثناء [illegible]

حضرت یوشع میں مماثلت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ موسیٰ علیہ السلام صاحب کتاب ہیں اور ایسی نئی شریعت رکھتے ہیں جو اوامر ونواہی دونوں پر مشتمل ہے۔ اس کے برعکس یوشع علیہ السلام ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع ہیں۔

اس بشارت میں لفظ برپا کروں گا، پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ یوشع تو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی بنی اسرائیل میں داخل ہیں اور اسی زمانہ میں نبی بھی تھے، اس لیے وہ اس کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے، پھر دیگر وجوہات بھی ہیں۔

یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ مذکورہ پیشین گوئی حضور صادق المصدوق ﷺ کے ہی بارے میں ہے اور اس پیشین گوئی سے ایک اور خاص بات کا ہمیں علم ہوتا ہے وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ ان لوگوں کی اصلاح کے لیے اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے لیے اے اللہ ایک نبی مبعوث فرما تاکہ وہ ان لوگوں کی اصلاح کرے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ اس بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لیے یا شرک و بدعت کی رسیا قوم کے لیے مسیحا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں۔

اس پیشین گوئی میں ''تیرے ہی درمیان'' یہ الفاظ دانستہ یا نادانستہ اضافہ کیے گئے ہیں۔ اول تو یہ اضافہ بے محل ہے۔ دوسرا یہی پیشین گوئی عہد نامہ جدید کی کتاب اعمال میں دہرائی گئی اور وہاں تیرے ہی درمیان کے لفظ نہیں۔ ''چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست نابود کر دیا جائے گا۔'' [1]

۲: خود موسیٰ علیہ السلام نے اس پیشین گوئی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کے اس وعدہ کا اعادہ کیا تو اس میں لفظ ''تیرے درمیان سے'' سرے سے موجود ہی نہیں۔

۳: اعمال کے اندر دوسرے مقام پر بھی صرف یہ الفاظ ہیں۔

''یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا تمہارے بھائیوں میں

---

[1] اعمال ۳۔۲۲.

سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔'' ❶

تیسری نشانی: وہ اپنی طرف سے کلام نہ کرے گا:

''میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ ان سب سے کہے گا۔'' یعنی اس نبی پر کتاب نازل ہوگی اور وہ امّی ہوگا اور کلام کو محفوظ کرے گا۔ توریت کی بیان کردہ یہی صفت محمد ﷺ کی قرآن کریم میں مذکور ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىۙ﴾ (النجم:۳تا۴)

''اور (محمد ﷺ) نہیں کلام کرتے اپنی خواہش سے مگر وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اللہ کی وحی سے کہتے ہیں جو ان کے منہ میں ڈالی جاتی ہے۔''

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾

(مریم: ۹۷)

''پس بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو تیری زبان پر آسان کر دیا ہے تاکہ تو اس کے ذریعے متقیوں کو بشارت دے اور کج راہوں کو ڈرائے۔''

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَؕ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَۙ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍؕ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (الشعراء: ۱۹۲ تا ۱۹۶)

''اور یقیناً یہ جہانوں کے پروردگار کا اتارا ہوا ہے اس کو روح الامین (کے ذریعے) تیرے قلب پر اتارا تاکہ تو گمراہوں کو (اعمال بد کے نتائج) سے ڈرانے والوں میں سے ہو، واضح عربی زبان میں اس (قرآن) کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔''

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ

❶ اعمال ۷-۳۷.

يٰكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۝﴾ (المائدہ : ۱۵)

”اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں ظاہر کرتا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔“

چوتھی نشانی: اس نبی کی اطاعت سب پر فرض ہے:

”جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب لوں گا۔“ یعنی جو کوئی بھی بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان میں سے جو کوئی بھی اس نبی کی اطاعت نہ کرے گا اس پر ایمان نہ لائے گا تو میں ان سے ضرور حساب لوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء : ۸۰)

”جس نے میرے (محمد) رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد : ۳۳)

”اے لوگو ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو (اور اطاعت سے انحراف کر کے) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔“

قرآن کریم میں تیس سے زائد مقامات پر اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے:

«من اطاعنی دخل الجنه.» [1]

”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“

اور خود خالق کائنات نے فرمایا کہ:

---

[1] رواہ البخاری۔

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الفتح : ۱۷)

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت سے منہ پھیرے گا وہ اسے دردناک عذاب دے گا۔“

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝﴾ (النساء:۴۱ تا ۴۲)

”اور پھر (اے پیغمبر) کیا حال ہوگا اس (حساب کے) دن جبکہ ہم ہر امت میں سے ان پر ایک گواہ طلب کریں گے اور ہم تم کو ان سب پر گواہ بنائیں گے سو جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور رسول کی نافرمانی کی وہ اس دن یہ پسند کریں گے کہ کاش (وہ دھنس جائیں) اور زمین ان کے اوپر ہو اور اس دن اللہ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھ سکیں گے۔“

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران : ۱۹)

”بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔“

﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ (الحجر : ۲)

”کافر لوگ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔“

توراۃ میں مذکورہ بشارات کے ان جملوں اور قرآن کریم کی ان آیات کے اسلوب بیان کو مطالعہ کرنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ قرآن کریم اہل کتاب کو سابقہ انبیاء پر نازل کی گئی کتابوں میں جو احکام سنائے گئے تھے ان احکام کی یاد دہانی کروا رہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بات کی گواہی دی۔

”مگر جو آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے، ابن آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا اقرار کرے گا مگر جو آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے گا خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا انکار کیا جائے گا لیکن جو روح القدس کے حق میں کفر بکے اس کو معاف نہ کیا جائے گا۔“ [1]

دراصل یہاں احمد کا لفظ تھا جسے روح القدس سے بدل دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ انجیل کی پیشین گوئیوں میں ”فارقلیط“ کے تذکرہ میں کی جائے گی۔

پانچویں نشانی: جھوٹے نبی کی پہچان:

”لیکن جو نبی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔“

مراد یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب کو اللہ کی کتاب کہے اور اپنی باتوں کو اللہ کا کلام بتائے اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے یعنی شرک کی دعوت دے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا یہ اس کا انجام ہوگا۔ جھوٹے نبیوں نے ایسے دعوے کئے اور ان کا جو انجام ہوا دنیا جانتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ٥ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ٥ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ٥ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ٥ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ٥﴾ (الحاقه : ٤٤ تا ٤٨)

”اور اگر یہ پیغمبر (محمد ﷺ) بعض باتوں کو اپنی طرف سے گھڑ کر ہماری جانب منسوب کر دیتا تو بلاشبہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی گردن کی رگ کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی بھی اس کو ہماری گرفت سے چھڑانے والا نہ ہوتا۔“

نبی اکرم نے تریسٹھ سالہ زندگی پائی۔ یہودی، عیسائی، مجوسی، بت پرست اور دنیا بھر کے لوگ آپ کے مخالف اور دشمن ہیں، آپ پر جنگیں مسلط کی گئیں آپ کے سر پر انعام رکھے

---

[1] انجیل لوقا ۱۲-۹،۱۰۔

گئے مگر اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپ نے دین کو مکمل فرمایا۔ آپ کی موت بھی طبعی تھی اور یہی نشانی توریت میں بیان کی گئی ہے، زبور میں بھی لکھا ہے "تو ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں ہلاک کر دے گا۔" (زبور ۳۷-۱۷) شریروں کے بازو توڑے جائیں گے لیکن خداوند صادق کو سنبھالتا ہے......لیکن شریر ہلاک ہوں گے خداوند کے دشمن چراگاہوں کی سبزی کی مانند ہوں گے وہ فنا ہو جائیں گے وہ دھوئیں کی طرح جاتے رہیں گے۔"[1] نیز جھوٹا نبی قتل ہوگا۔[2]

لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر محمد ﷺ سچے نہ ہوتے تو قتل کیے جاتے اللہ ان کے طریقے اور دعوت کو مٹا دیتا، ان کو ذلیل کرتا اور ان کے ذکر کو روئے زمین سے مٹا دیتا اور ان کے بازوؤں کو شکستہ کر کے دھوئیں کی طرح فنا کر دیتا مگر اللہ نے ان باتوں میں سے کوئی ایک بات نہیں کی بلکہ اس کے برعکس محمد ﷺ ہمیشہ غالب رہے اور آپ کا دین دنیا کے کناروں تک جا پہنچا جو اس پتھر پر گرا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور جس پر یہ خود گرے وہ بھی پس گیا۔ نہ صرف آپ بلکہ آپ کے خلفاء بھی ہمیشہ غالب رہے، فتوحات اور کامیابیوں نے آگے بڑھ کر آپ کے اصحاب کے قدم چومے، آج اسلام کے ماننے والے سب سے زیادہ ہیں۔

چھٹی نشانی:

"یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے اپنے خداوند سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ہی ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں۔"

اس عبارت میں حورب سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی مرتبہ احکام شریعت دیئے گئے تھے اور بنی سرائیل کی جس درخواست کا ذکر اس پیشین گوئی میں کیا گیا ہے ان حالات کا ذکر قرآن حکیم میں بھی موجود ہے اور بائبل میں بھی، پہلے ہم بائبل ہی سے

---

[1] زبور ۳۷-۱۷ تا ۲۰۔ [2] ارمیاہ ۲۸-۱۶،۱۷۔

دیکھتے ہیں۔

''اور موسیٰ لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا کہ خدا سے ملائے وہ پہاڑ سے نیچے کھڑے ہوئے اور کوہ سینا اوپر سے نیچے تک دھواں سے بھر گیا کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا اور دھواں تنور کے دھوئیں کی مانند اوپر اٹھ رہا تھا اور وہ سارا پہاڑ زور سے ہل رہا تھا۔''[1]

اور قرآن حکیم نے کچھ اس طرح نقشہ کھینچا ہے۔

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝﴾ (البقرہ : ۵۵ تا ۵۶)

''اور تم نے موسیٰ سے کہا تھا جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں، ہرگز ایمان نہ لائیں گے اس (گستاخی) کے سبب تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری لیکن پھر اس لیے کہ تم شکر گزاری کرو اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ۝﴾

(الاعراف : ۱۵۵)

''اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین کے لیے منتخب کیے سو جب ان کو زلزلہ نے آن پکڑا تو موسیٰ عرض کرنے لگے کہ اے میرے

[1] خروج باب ۱۹، ۱۷-۱۸۔

پروردگار! اگر تجھ کو یہ منظور نہ ہوتا تو اس سے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دے گا؟ یہ واقعہ محض تیری طرف سے امتحان ہے ایسے امتحانات سے جس کو تو چاہے گمراہی میں ڈال دے اور جس کو تو چاہے ہدایت پر قائم رکھے تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ پس ہم پر رحمت اور مغفرت فرما اور تو سب معافی دینے والوں میں سے اچھا ہے۔''

یہ ستر آدمی وہ تھے جنہیں اللہ کے حکم سے کوہ طور پر لے جانے کے لیے چنا گیا تھا۔ وہاں جا کر انہوں نے اللہ سے دعائیں کیں جن میں ایک دعا یہ بھی تھی کہ یااللہ! تو ہمیں وہ کچھ عطا فرما جو اس سے قبل تو نے کسی کو عطا نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی کو عطا کرنا۔ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری یہ دعائیں سن لیں ہیں اور درخواست کو شرف قبولیت بھی بخشا ہے۔ اس کا ارشاد یہ ہے کہ میں ان کے لیے ایک ایسا نبی برپا کروں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا یعنی کتاب عطا کروں گا اور آئندہ کتاب دینے کے وقت وہ خوفناک حالات بھی پیدا نہ کیے جائیں گے جو حورب پہاڑ کے دامن میں پیدا کیے گئے تھے۔ حورب پہاڑ کے دامن میں خوفناک حالات پیدا ہونے کا سبب یہ بات بنی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کے احکام ان لوگوں کو سنائے تو انہوں نے کہا کہ ہم کیسے یقین کر لیں کہ یہ کتاب واقعی اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ ہم تو خود جب تک اللہ کو کلام کرتے ہوئے نہ سن لیں اسے نہیں مانیں گے۔ چنانچہ انہوں نے چند برگزیدہ آدمیوں کا انتخاب کیا اور انہیں حورب پہاڑ کے دامن میں لے گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا جسے ان لوگوں نے بھی سنا وہاں انہوں نے ایک نیا مطالبہ کر دیا کہ جب تک ہم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں، ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر کوہ سینا اوپر سے نیچے تک دھواں سے بھر گیا اور وہ سارا پہاڑ زور زور سے ہلنے لگا۔

ان تصریحات پر غور کرنے کے بعد اس امر میں کوئی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ماسوا اس کا مصداق اور کوئی نہیں ہے حالانکہ مشرکین مکہ نے بھی ایسی

ہی گستاخی کی تھی اور نبی ﷺ سے کہنے لگے کہ تو آسمان پر ہمارے سامنے چڑھ جائے۔ تیرے محل اور باغات ہوں وغیرہ۔ مگر ان کے لیے وہ حالات پیدا نہیں کیے گئے جو حورب کے میدان میں پیدا ہوئے بلکہ انہیں مہلت دے دی گئی کہ ان کا حساب بعد مرنے کے خوب لیا جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے مگر ان کی سزا کو قیامت تک مؤخر کر دیا گیا نہ کہ حورب والوں کی طرح فوراً پکڑ کر لی گئی۔

اور ایک خاص بات اس پیشین گوئی میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔''

عیسیٰ علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے کوئی مشابہت نہیں۔ اور آخری بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا جبکہ بنی اسماعیل اس عہد پر قائم رہے اور تا حال قائم ہیں۔ اس کی تفصیل دوسرے باب میں ذکر کر دی گئی ہے۔

اگر وہ نبی کے مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوتے تو ان کے آنے کے بعد ''وہ نبی'' کا انتظار عیسائیوں کو نہیں کرنا چاہیے تھا، حالانکہ پطرس کا اعلان صاف اور واضح ہے کہ جب تک ''وہ نبی'' کا ظہور نہ ہوگا مسیح کا دوبارہ نزول نہیں ہو سکتا۔ [1] اگر مسیح ہی وہ نبی تھے تو پھر ان کے آنے کے بعد اس بشارت یا پیغمبرانہ پیشین گوئی کے لیے تاریخ ماضی پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ بنی اسرائیل کی متمردانہ سرگرمیاں، باغیانہ اور سرکشانہ شر انگیزیاں جب حد سے تجاوز ہو گئیں اور انہوں نے مسیح ہدایت جیسی جلیل القدر ہستی کو بھی رد کر دیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے مقدس پیغمبر کو قتل کر ڈالا تو ان کی جگہ اللہ نے پھر کس قوم کو پسند کیا؟ کس کو شرف رسالت سے نوازا؟ اور کس نے ساری کائنات میں حیرت انگیز انقلابات برپا کر کے خالص توحید اور نیک عملی کا غلغلہ بلند کیا اور بنی اسرائیل نے کس کی عظمت وجلال کو دیکھ کر حاسدانہ اس کے روکنے کی سعی کی، کیا یہ عرب قوم نہیں تھی؟ اور کیا یہ محمد ﷺ کی مقدس ہستی اور ان کی قوم نہ تھی۔ جب

[1] اعمال ۳/۱۹-۲۵۔

پیغمبر علیہ السلام نے دنیوی وسائل اور اسباب کی عدم موجودگی ''امّی'' (ان پڑھ) ہونے کے باوجود متمدن قوموں کے ظالمانہ وجابرانہ تمدن کو فنا کے گھاٹ اتار کر اس عظیم الشان عادلانہ تمدن کی بنیاد ڈالی کہ ہر قسم کے اسباب ووسائل کے فقدان اور موانع کے باوجود جس کی عظمت وسرعت رفتار نے ماہرین فلسفہ وتاریخ کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام کی دعوت واصلاح اور انقلاب دنیائے تاریخ کی مستثنیات میں سے ہے۔ یہی وہ امّی گلہ بان قوم تھی جو ایک ''امّی'' کی توحید خالص کی تعلیمات سے تربیت پا کر چند ہی برسوں میں دنیا کی قوموں کی تربیت و اصلاح کے لیے بہترین معلم ثابت ہوئی اور اونٹوں اور بکریوں کے چرانے والے دیکھتے ہی دیکھتے انسانوں کے چرواہے بن گئے اور بنی اسرائیل کی ہمہ قسم کی حاسدانہ ومعاندانہ جدوجہد ان کی راہ ترقی میں پرکاہ کے برابر بھی سنگ راہ نہ بن سکی جو پتھر ان پر گرا، ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور جس پر یہ خود گرے وہ بھی پاش پاش ہو گیا۔ تو کیا تاریخ کے ان ابھرے ہوئے نقوش کے بعد بھی اس انکار کے لیے کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ توراۃ کی اس پیشین گوئی کے مصداق محمد ﷺ اور بنی اسماعیل کے ماسوا کوئی اور ہستی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں یہی وہ واضح اور صاف حقیقت ہے جس کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔

> ''جو لوگ ایسے رسول نبی امّی کا اتباع کرتے ہیں (پس میں ان کے لیے رحمت لکھ دوں گا) جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس (محمد ﷺ) نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور اس نور (قرآن) کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی

عبادت کے لائق نہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی ''امّی'' پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔'' (سورۃ الاعراف آیات ۱۵۷، ۱۵۸)

امّی کے معنی ہیں ان پڑھ، یعنی آپ ﷺ نے وحی الٰہی کے ذریعے تعلیم و تربیت کے ماسوا کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیے، کسی سے کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کی لیکن اس کے باوجود آپ نے جو قرآن کریم پیش کیا اس کے اعجاز و بلاغت کے سامنے دنیا بھر کے فصحاء و بلغاء عاجز آ گئے اور آپ ﷺ نے جو تعلیمات پیش کیں ان کی صداقت و حقانیت کی ایک دنیا معترف ہے جو اللہ کی قدرت بھی ہے اور اس بات کی دلیل بھی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر اور رسول خاتم ہیں۔ ورنہ ایک امّی نہ ایسا قرآن پیش کر سکتا ہے جس کی مثل کوئی ایک سورۃ نہ بنا سکا، نہ بنا سکتا ہے اور نہ ایسی تعلیمات پیش کر سکتا ہے جو تعلیمات کل کائنات کے لیے ہیں اور عدل و انصاف کا بہترین نمونہ اور انسانیت کی فلاح و کامرانی کے لیے ناگزیر ہیں انہیں اپنائے بغیر دنیا حقیقی امن و سکون اور راحت و عافیت سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔

توراۃ میں بھی آپ ﷺ کی صفت امّی مذکور ہے جس کی تصدیق قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔ آپ نے خود بھی یہی ارشاد فرمایا۔

«نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب.»

علی ازدی سے منقول ہے کہ یثرب (مدینہ) کے یہود ہمارے مقابلے کے وقت یہ دعا مانگتے تھے۔

«اللهم البعث هذا النبی یحکم بیننا وبین الناس.» [1]

''خدایا اس نبی موعود کو مبعوث فرما جو ہمارے اور لوگوں (مشرکوں) کے درمیان حق کا فیصلہ کر دے۔''

---

[1] [illegible]

اور عقبہ ثانیہ میں جب مدینہ کے ستر اشخاص آپ ﷺ سے دعوت اسلام کی حقیقت معلوم کرنے آئے اور آپ ﷺ نے ان پر حقیقت حال ظاہر فرمائی تو انہوں نے اسی وقت ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا بلاشبہ یہ وہی (اُمی) پیغمبر ہیں جن کی بعثت کے متعلق ہم اکثر یہودی علماء سے سنا کرتے ہیں۔ ❶

کیا اس تاریخی پہلو سے اس قول کی صداقت پر روشنی نہیں پڑتی کہ جب رومیوں کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی آخری اور فیصلہ کن تباہی عمل میں آئی تو آخر شام، فلسطین، شرق اردن اور یمن جیسے شاداب اور زرخیز علاقوں کو چھوڑ کر، وہ کون سی اہم وجہ تھی جس نے یہود کے نمایاں اور مشہور قبائل بنوقریظہ اور بنونضیر وغیرہ کو یثرب میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ یقیناً صرف ایک ہی وجہ تھی اور وہ یہ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد اپنے انبیاء کے ارشادات میں یہ بھی سنا تھا کہ اس ''منتظر ہستی'' کا ظہور یثرب اور نواح یثرب میں ہو گا مگر وائے بدبختی کہ قبول حق کا سب سے بڑا مانع ان کو یہ پیش آیا کہ قومی جماعتی اور نسلی حسد نے ان کو اس کی اطاعت سے باز رکھا حتیٰ کہ جب انصار رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات علمائے یہود کے سامنے یہ کہہ گزرتے کہ ہم نے تو اس نبی اُمّی پر ایمان لانے کی بات سب سے پہلے تمہاری ہی زبانی سنی تھی اور اس کے ظہور سے قبل تم ہی اس کے چرچے کیا کرتے اور ان کتابوں سے متعلق بشارت سنایا کرتے تھے، پھر اب کیا ہوا جب اس کا ظہور ہوا تو تم انکار کر بیٹھے تو وہ اعلانیہ جھوٹ بول دیتے اور کہتے کہ ہم کو یاد نہیں کہ کب ہم نے ایسی باتیں کہی تھیں۔ ❷

پیشین گوئی نمبر (۵): کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت

❶ تفسیر ابن کثیر۔ ❷ تفسیر ابن کثیر۔

تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اس کے سب مقدس لوگ تیرے
ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض
ہوگا۔'' ❶

اس پیشین گوئی میں تحریف کا ایک نمونہ موجود ہے، اسی طرح کیتھولک بائبل میں بھی تحریف کی گئی ہے، یہی پیشین گوئی E.S.V اور R.S.V بائبل میں دیکھئے۔ صاف لکھا ہے:

The Lord came from Sinai and dawned from Seir upon us, he shone forth from mount Paran, he came from the ten thousand of holy ones, with flaming fire at his right hand. Yes, he loved his people all his holy ones were in his hand. ❷

اردو بائبل میں یہاں تحریف سے کام لیتے ہوئے دس ہزار کو لاکھوں میں بدل دیا گیا ہے۔ یہ وہی پیشین گوئی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل دعائے خیر دے کر بنی اسرائیل کو برکت دی تھی۔ اس بشارت میں تین مقامات کا ذکر کیا گیا ہے:

(۱)......سینا (۲)......شعیر (۳)......کوہ فاران (حجاز)

موسیٰ علیہ السلام نے یہ بشارت بنی اسرائیل کو اپنی وفات سے قبل ایسی حالت میں سنائی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی وداعی حالت کو دیکھ کر وہ تنگ دل اور دلگیر ہو رہے تھے اور سمجھ بیٹھے تھے کہ اب اللہ موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی پیغمبر مبعوث نہ کرے گا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور صادق المصدوق ﷺ کے حق میں یہ پیشین گوئی فرمائی اور اس قدر وضاحت کے ساتھ پیشین گوئی فرمائی کہ آپ ﷺ کے شہر کا ذکر بھی کر دیا، کوہ فاران کے نام سے پیشین گوئی فرمائی کہ وہ پیغمبر فارانی یعنی مکی ہوگا۔

---

❶ استثناء باب ۳۳ آیات ۱-۳۔

❷ DEUTERONOMY 33:1-3.

۱: سینا:

سینا طور کے نام سے مشہور ہے اور وہ وادی اسی نام سے وادی سینا مشہور ہے اور زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ آگ کی جستجو کے بہانے موسیٰ علیہ السلام کو یہیں سے اللہ کے ساتھ ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور ”کلم اللہ موسیٰ تکلیما“ کا مظاہرہ میرے ہی سینہ پر ہوتا رہا ہے۔ ”خداوند کا سینا سے آنا“ سے مراد موسیٰ علیہ السلام پر طور سینا سے توراۃ نازل فرمانا ہے۔

۲: شعیر:

”شعیر سے روشن ہونا“ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نازل فرمانا ہے۔ شعیر اس پہاڑی سلسلہ کا نام ہے جو عرب میں سب سے زیادہ طویل اور شام سے یمن تک شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ اور القدس یعنی یروشلم کے سامنے سے ہو کر گذرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی مقام پر ایک بستی ناصرہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کے نام پر ان کے متبعین کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام بیت اللحم کا ہے اور اس کے گرد ونواح کو آج تک ساعیر کہا جاتا ہے۔ اور وہاں کے پہاڑ ساعیر کہلاتے ہیں اور خود توارۃ میں بھی مذکور ہے کہ عیس کی اولاد ساعیر میں رہائش پذیر تھی۔

انجیل متی میں مسیح کی جائے پیدائش بیت اللحم کو قرار دینے کے لیے بعد مرقوم ہے۔

> ”کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے کہ اے بیت اللحم! یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری اُمت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔“ ❶

یہ عبارت اس طور پر نہ عہد عتیق کے قدیم عبرانی نسخوں میں ہے اور نہ نسخہ سبعینہ میں۔ دیکھئے۔ ❷ بلکہ انجیل متی کے مصنف نے عہد قدیم کی ایک عبارت میں حسب منشاء تبدیلی کر کے مسیح کی جائے پیدائش کی فضیلت بزور تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اصل عبارت یوں ہے۔

---

❶ متی ۲: ۶ ❷ Peake's Commentry P 702.118

''اے بیت اللحم افراتاہ! اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لیے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا۔'' ❶

بہر حال شعیر سے آشکارا ہونے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کی طرف اشارہ ہے۔

۳: کوہ فاران:

''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں میں سے آیا۔''

حضور صادق المصدوق ﷺ انبیاء کی جماعت اور گذشتہ امتوں میں اس قدر مشہور و معروف تھے کہ آپ ﷺ کے متعلق ''وہ'' کہہ دینا ہی کافی سمجھتے تھے اور سننے والے سمجھتے تھے کہ ''وہ'' آخر الزماں پیغمبر جناب محمد ﷺ کی بات کی جارہی ہے۔ بائبل میں کئی مقامات پر جہاں آپ ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے، ''وہ نبی'' کے الفاظ آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی وہ نبی کہہ کر لوگوں کو متوجہ کیا پھر آپ ﷺ کی جائے پیدائش اور وہ مقام جہاں آپ ﷺ کو نبوت عطا کی گئی، نام لے کر یعنی کوہ فاران کہہ کر تمام شبہات دور فرما دیئے۔ فاران عبرانی زبان میں عرب کے اس حصے کو کہتے ہیں جو حجاز کے نام سے مشہور ہے۔ یہی مقام اس وادی غیـــر ذی ذرع (بن کھیتی کی زمین) کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے، جس کو مکہ کہتے ہیں اور کوہ فاران یعنی مکہ کے پہاڑ مراد ہیں۔ مجموعہ بائبل میں جس قدر پہلے انبیاء کی کتابیں ہیں، ان میں مکہ کا نام فاران ہے کیونکہ اس جگہ فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توارۃ کی کتاب پیدائش میں ہے اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا۔ (باب ۲۱ آیت ۲۱) اور ان کی اولاد کے نام سے بستیاں عرب ہی کے فاران میں ہیں اور محمد ﷺ اسماعیل ہی کی اولاد ہیں۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے اسی بیابان میں مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس قرآن اور توراۃ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے

❶ میکاہ ۵:۲

ثابت کرتے ہیں کہ فاران مکہ کا نام ہے۔ فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد باب ۱ آیت ۱۲ اور کتاب استثناء ۳۳ باب ۲ میں بھی آیا ہے۔

اس پیشین گوئی میں جس فاران کا ذکر ہے اس سے وہی فاران مراد ہے جس کے بارے میں کتاب پیدائش میں کہا گیا ہے کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس میں سکونت اختیار کی تھی۔ ❶

''جب ابراہیم نے ہاجرہ اور اسماعیل کو گھر سے نکالا تو وہ اسی بیابان میں گئے تھے۔'' ❷

اور بائبل میں ہے:

''عرب کی بابت بار نبوت: اے دوانیوں کے قافلو تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے...... تیما کی سرزمین کے باشندے...... قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے۔'' ❸

قیدار حضرت اسماعیل کے بیٹے ہیں اور تیما بھی بائبل سے ثابت ہے کہ وہ عرب کے بیابان میں رہتے تھے۔ اس مقام پر ابتداء میں عرب کی بابت بار نبوت اور نیچے اسماعیل کے دو بیٹوں کے نام درج ہیں اور پہلے ہم ثابت کر چکے اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا اور اس کے بیٹے سب بھائیوں کے سامنے آباد تھے اور ان کے نام کی بستیاں آباد ہوئیں۔ ثابت ہو گیا کہ اسماعیل فاران عرب ہی میں سکونت پذیر تھے، حضرت داؤد بھی عرب میں گئے تھے۔

''اور سموئیل مر گیا اور سب اسرائیلی جمع ہوئے اور انہوں نے اس پر نوحہ کیا اور اسے رامہ میں اسی کے گھر دفن کیا اور داؤد اٹھ کر دشت فاران کو چلا گیا۔'' ❹

حضرت داؤد نے اسی فاران میں ایک زبور بھی تصنیف فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں۔ ''اور قیدار کے خیموں میں رہتا ہوں۔'' ❺ پادری جے علی بخش اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں

---

❶ دیکھیے آکسفورڈ سائیکلو پیڈک بائبل کنکارڈنس صفحہ ۲۱۷ لفظ Paran۔

❷ قاموس الکتاب صفحہ ۶۸۸۔ ❸ یسعیاہ ۱۲-۱۳ تا ۱۷

❹ ۱-سموئیل ۲۵:۱ ❺ زبور ۱۲۰:۵

"قیدار" (پیدائش ۲۵-۱۳) اسماعیل کا دوسرا بیٹا یہ بھی وحشی فرقہ تھا جو عرب کے بیابانوں میں گھومتا پھرتا تھا۔ ❶

تمام مستند مورخین حضرات، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی، چنانچہ "اپوکریفا" کی کتاب "باروخ" میں بھی لکھا ہے:

اور ہاجرہ کے بیٹوں نے بھی جو زمین پر عقل کی تلاش میں تھے اور مدیان اور تیمان کے سوداگروں نے جو کہاوتیں کہتے اور فہم کی تلاش کرتے تھے، حکمت کی راہ کو نہیں جانا اور نہ ہی اس کے رستوں کو یاد رکھا۔ ❷

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہاجرہ کے بیٹے حضرت باروخ علیہ السلام کے زمانہ میں "تیمان" میں آباد تھے۔ تیمان یمن کا قدیم نام ہے اور حجاز سے بالکل متصل ہے اور حضرت باروخ کے زمانہ تک حضرت اسماعیل کی اولاد حجاز سے وہاں تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تورات سامری کا وہ عربی ترجمہ "آرکولی ٹن" نے ۱۸۵۱ء میں بمقام "لگڈ نی روم" شائع کیا تھا اس میں فاران سے ارض حجاز مراد لی ہے اور فاران کے لفظ کے آگے قوسین میں حجاز کا لفظ لکھ دیا ہے۔ اس ترجمہ کی عبارت یہ ہے کہ «اسکن فی برية فران (الحجاز) وخذت له امه امراة من ارض مصر.»

اس کے علاوہ مشرقی جغرافیہ نگار فاران کے دو محل وقوع بیان کرتے ہیں۔ ایک ارض حجاز اور دوسرے سمرقند کے قریب ایک علاقہ۔" ❸ ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل سمرقند کے علاقہ میں تو آباد نہیں ہوئے تو اب ارض حجاز ہی متعین ہے۔ اس پر تفصیلی بحث ہم حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کے تذکرہ میں کر چکے ہیں۔ عیسائیوں کے مقدس پولس نے گواہی دی ہے کہ "ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔" ❹

---

❶ تفسیر زبور صفحه ٤٨٩. ❷ باروك ٣-٢٣ كيتهولك بائبل.

❸ دیکھئے معجم البلدان للشیخ یاقوت الحموی جلد ٤ صفحه ٢٢٥ بیروت ١٣٧٦هـ

❹ گلتیون ٤-٢٤، ٢٥.

لہٰذا یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اس پیشین گوئی میں فاران سے مراد ''حجاز'' یا مکہ مکرمہ کے پہاڑ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے پائے مبارک سے جاری ہونے والا چشمہ ''زمزم'' اس بات کا سب سے بڑا شاہد کہ وہ جگہ مکہ مکرمہ ہی ہے۔ اب یہ پیشین گوئی کئی اعتبار سے قرآن کریم کے مطابق ہو گئی۔ مثلاً (۱) ''والتین والزیتون وطور سینین'' اسے ہم آئندہ صفحات میں مفصل بیان کریں گے۔ (۲) ''محمد رسول اللہ والذین معه'' دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ یہ اشارہ ہے فتح مکہ کی طرف۔ ''اشداء علی الکفار'' اس کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت ہو گی اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ قبل ازیں ایسی نبوت و رسالت کسی کو اللہ نے عطا نہ کی ہو گی جیسے آگ اپنے ماسوا کو جلا دیتی ہے اس طرح یہ آخری شریعت بھی پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دے گی اور خود تا قیامت قائم و دائم رہے گی۔ قرآن و حدیث سے دین اسلام کا آخری اور ابدی ہونا صراحت سے ثابت ہے جبکہ یہودیت و نصرانیت میں اس قسم کا کوئی ذکر نہیں کہ یہ مذاہب ہمیشہ کے لیے اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ہیں۔ ''رحماء بینهم'' وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا۔ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہوں گے اور اس آنے والے پیغمبر کے سارے لوگ اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے۔

﴿تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾ (الفتح:۲۹) دیکھتے ہو تم ان کو اللہ کے آگے رکوع اور سجود میں جھکے ہوئے اللہ کی مہربانی اور خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ اطاعت اور عبادت کے اثر سے ان کے چہروں میں نورانیت ہے اور پھر:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ﴾ (التوبہ:۱۱۱)

''یعنی اللہ نے مومنین کی جان و مال کو جنت کے بدلے خرید لیا، وہ اللہ کے دین کی خاطر قتال کریں، پھر ماریں اور مارے جائیں یہ اللہ کا وعدہ ہے جو تورات و

انجیل اور قرآن پاک میں مذکور ہے۔"

وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا:

کوہ فاران یعنی مکہ کے پہاڑ مراد ہیں۔ حرا وہ پہاڑ ہے کہ مکہ مکرمہ کے نواح میں اس سے اونچا اور کوئی پہاڑ نہیں۔ کوہ فاران مشہور و معروف ہے اور مقامات ولادت و بعثت ہے۔ خاتم الانبیاء جناب محمد رسول ﷺ کا اور کوہ فاران کے طویل پہاڑی سلسلے میں ہی غار حرا موجود ہے اور یہ ہرگز ثابت نہیں کہ مسیح علیہ السلام کے بعد اس جگہ کوئی کتاب نازل ہوئی ہے یا کوئی نبی۔ مسلمان آج بھی فاران کی محبت میں اپنے نام کے ساتھ فارانی لکھتے ہیں۔ کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے کا مطلب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث فرمانا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی کو توراۃ میں ترتیب زمانی کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ پہلے توراۃ اور صاحب توراۃ پھر انجیل اور صاحب انجیل اور پھر قرآن اور صاحب قرآن کا آخر میں ذکر فرمایا ہے۔

یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ ہر دور میں بائبل پر اصلاحی قینچی چلائی گئی۔ باوجود اس کے نبی کریم ﷺ کے متعلق پہلی کتابوں میں موجود بشارتوں میں یہود و نصاریٰ کی تحریف کوئی نقص پیدا نہیں کرتی، بلکہ آپ ﷺ کی نبوت پر ان نصوص کی دلالت اور اہل کتاب کی تحریف کے بطلان کو واضح کرتی ہے۔ اس بشارت میں بھی مصلحین بائبل نے کئی مرتبہ اصلاحی قینچی چلائی، لفظوں میں ہیر پھیر کیا، خوب کتر و بیونت کی گئی اس بشارت کے آخری الفاظ کو بھی موجودہ بائبل سے نکال دیا گیا۔ صرف ایک حرف بدل کر حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ تحریف کا نمونہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں لاکھوں نہیں بلکہ دس ہزار قدوسیوں کا ذکر ہے۔

فاران کے پہاڑوں سے غالب کیا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضور صادق المصدوق ﷺ کے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی، ان قدوسیوں کو لوگ بیعت رضوان والوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان قدوسیوں کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (الفتح : ۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا، اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عطا فرمائی۔''

بیعت رضوان کے موقع پر ان قدوسیوں کی تعداد چودہ سو ہے مگر اللہ کی قدرت دیکھیے اور یہ پیشین گوئی کس طرح پوری ہوتی ہے تھوڑے ہی عرصہ بعد فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ چودہ سو نہیں بلکہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوتے ہیں۔

بیعت رضوان والوں کے لیے پکے سچے مومن اور قدوسی ہونے کا سر ٹیفکیٹ ہے جنہوں نے حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی کہ وہ قریش مکہ پر غالب آنے کے لیے اپنی جان کا بھی نذرانہ پیش کر دیں گے اور ان کے دلوں میں جو صدق و صفا کے جذبات تھے، اللہ ان سے خوب واقف تھا پھر جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے خود اللہ نے ان کے ایمان کی گواہی دی اس لیے ان دس ہزار کو قدوسیوں کے نام سے خطاب کیا۔ اور نبی ﷺ دس ہزار قدوسیوں کو لے کر قریش مکہ کے خلاف نکلے اور ان پر غالب آئے۔ اسی بات کا ذکر توراۃ کے مذکورہ الفاظ میں کیا گیا ہے۔ مگر جب مصلحین بائبل نے دیکھا کہ یہ پیشین گوئی صرف محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے تو مصلحین بائبل نے اس پیشین گوئی میں کتر و بیونت اور لفظی تحریف کا سہارا لیا، موجودہ اردو بائبل میں یہ لفظ تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ ہمیں کچھ اس طرح ملتے ہیں۔

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا تو وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدوسیوں میں سے۔''

غور فرمائیے معمولی سی تحریف کے سبب کیسی شعبدہ بازی دکھائی ہے۔ دس ہزار کی جگہ لاکھوں لکھ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اصل عبرانی میں ''رواوا'' کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں دس ہزار۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں تحریف کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو سیدھی سی بات ہے کہ اس آیت کو مسلمان علماء نبی کریم ﷺ کی آمد اور صداقت کی خوشخبری

اور پیشین گوئی کے طور پر پیش کرتے تھے لہٰذا جدید تراجم کے اندر اس میں بنیادی تبدیلیاں کر دی گئیں۔ مسلمان علماء نے جس صفائی اور وضاحت سے اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت محمد ﷺ کو ثابت کیا ہے اس کی ایک خوبصورت مثال فاضل شہیر حضرت علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی تصنیف لطیف ''وہ نبی اور عہد کا رسول'' ہے۔ موصوف نے سیرت و تاریخ کی مستند کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ دس ہزار پاکباز صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی اور ایسی شریعت جس میں اخلاقی احکام کے علاوہ سیاسی راہنمائی، انسداد جرائم کے قوانین اور جہاد و افواج کے احکام بھی ہوں، شریعت مصطفوی ﷺ ہے نہ کہ شریعت عیسوی علیہ السلام۔ اس طرح مذکورہ پیشین گوئی کے الفاظ صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ پر چسپاں ہوتے ہیں۔

یہ ایک ایسی پیشین گوئی تھی کہ جس میں کسی قسم کی کوئی تاویل کارگر نہ تھی۔ بس اسی صورتحال سے بچنے کے لیے جدید پروٹسٹنٹ بائبل میں لایا گیا اور ''دس ہزار قدوسیوں'' کے الفاظ کو ''لاکھوں قدوسیوں'' سے بدل دیا گیا اور کیتھولک بائبل میں قدوسیوں کی تعداد اور شریعت دونوں کو بالکل ختم کر کے لکھا ہے:

''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور مریبہ قادیش میں آیا اس کے داہنے ہاتھ سے شعلہ زن آتش پھوٹ نکلی۔'' ❶

یہود و نصاریٰ نے چند ایک الفاظ کو بدل کر معنی اور مفہوم بدلنے کی ناکام کوشش کی مگر ان کی سعی لاحاصل رہی۔ ای ایس وی اور آر ایس وی بائبل نے اس مقام پر لفظی تحریف کا اقرار کیا اور حقیقت کو واضح کر دیا کہ یہاں دس ہزار کا لفظ تھا جسے لاکھوں سے بدلا گیا۔ گذشتہ صفحات میں صفحہ نمبر ۸۱ پر ہم انگریزی بائبل کی Ten Thousand والی عبارت نقل کر چکے ہیں یاد رہے کہ عبرانی کا اصل لفظ رواوا ہے جس کے معنی ہیں دس ہزار۔

❶ کیتھولک بائبل تثنیہ شرع ب ۳۳-۲،۱ صفحہ ۲۵۱۔

جلوہ گر ہوا: (یعنی نورِ نبوت خوب پھیلا)

اسلام کے سوا اور کون سا دین ہے جو کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور جس کا نور دیکھتے ہی دیکھتے چار دانگ عالم میں پھیلتا چلا گیا؟ دنیا کے تمام مورخین کی تاریخوں کو جمع کرو اور پھر ان کا تقابل کر کے دیکھو کہ وہ کون سا دین ہے جو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری انسانیت تک پھیل گیا۔ تو مورخین کا صرف ایک ہی جواب ہوگا کہ وہ دین اسلام ہے۔

غور فرمایئے اللہ تعالیٰ نے پہلے کلام کے متعلق فرمایا ''آیا'' اور دوسرے کے متعلق ''آشکارا ہوا'' اور آخری کلام کے متعلق خوب وضاحت فرمائی ''جلوہ گر ہوا۔'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ توراۃ کی آمد صبح صادق کے طلوع یا اس سے بھی زیادہ ظاہر چیز کی طرح ہے اور انجیل کا نزول سورج کے چمکنے کی مانند اور قرآن مجید کا نزول سورج کے نصف النہار کے وقت نور کی طرح ہے۔ اسی وجہ سے قرآن اور صاحب قرآن کے متعلق فرمایا کہ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور قرآن حکیم نے اپنے متعلق کئی جگہ وضاحت فرمائی ہے کہ:

﴿نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾

''کہ قرآن نور اور کھلی کتاب ہے۔''

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدہ :١٥)

اور صاحب قرآن کی صفت بھی ''سراج منیر'' ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورج کو سراج کہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے چار دانگ عالم میں اللہ کا نور اور اس کی ہدایت کا ظہور اس سے کہیں زیادہ ہوگا جتنا پہلے کی کتابوں کے ذریعے ہوا جیسا کہ نصف النہار کے وقت زمین کے سارے کنارے یکساں روشن ہو جاتے ہیں اور یہی سبب ہے آپ ﷺ کو ''سراج منیر'' (یعنی جلوہ پھیلانے والا) کے ساتھ موصوف کرنے کا۔ حالانکہ سورج کو «سراج وھاج» چمکنے والا چراغ کہا ہے اور لوگ بہ نسبت چراغ روشن کے روشنی پھیلانے والے چراغ کے ہر وقت ہر جگہ دن رات سراً وعلانیۃً محتاج ہیں

اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں اس طرف اشارہ ہے کہ میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی اور میں نے زمین کے مشرقی اور مغربی کنارے دیکھ لیے چنانچہ میری امت کی حکومت ان کے کناروں تک پہنچے گی جو مجھے نظر آئے۔ بائبل کی اس بشارت میں سینا، شعیر، کوہ فاران در حقیقت تین مقدس ہستیوں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور خاتم النّبیین ﷺ یعنی تین رسول اور ان کی کتابوں اور ان کے شہروں کا نام لے کر مہر لگائی گئی ہے کہ اس فارانی نبی کے بعد کوئی نبی نہیں، وہی خاتم النّبیین ہیں وہ کوہ فاران سے ہزاروں قدوسیوں کے ساتھ غالب آئے گا۔ قرآن حکیم میں بھی ان تینوں مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝﴾

(التین:۱تا ۳)

''قسم ہے کھجوروں اور زیتون کی بستی (یعنی شعیر) قسم ہے طور سینا اور بلد الامین (یعنی کوہ فاران) حضور ﷺ کے شہر مکہ کی۔''

انجیر اور زیتونوں سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں اس کی بکثرت پیداوار ہے اور وہ شعیر اور بیت المقدس ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن کر آئے، طور سینا یا سینین وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور کوہ فاران کے پہاڑی سلسلے میں موجود غار حرا جو شہر مکہ میں ہے اور وہاں سید الرسل حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی۔ توراۃ نے بھی ان مقامات کی خبر دی ہے اور قرآن حکیم فرقان حمید نے ان کی عظمت وشان کو ظاہر کرنے کے لیے ان مقدس انبیاء کے مقدس مقامات کی قسم کھائی ہے اور درجہ بدرجہ اور ترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ کا لحاظ رکھ کر قسم کھائی ہے۔ سب کتابوں سے افضل واعلیٰ کتاب قرآن حکیم ہے۔ اس کے بعد توارۃ اور پھر انجیل کا درجہ ہے ایسے ہی ان انبیاء کے مراتب ہیں جن پر یہ کتابیں نازل ہوئیں جیسا کہ قرآن حکیم میں بھی ہے۔

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (البقرہ : ۲۵۳)

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔''

حضور صادق المصدوق ﷺ سید الانبیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بزرگ ہیں۔ اور ساری کائنات کے لیے ہادی اور خاتم النّبیین جناب محمد ﷺ کی ذات ہے۔ خالق کائنات نے حضور صادق المصدوق ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝﴾ (الاحزاب: ٤٥ تا ٤٦)

''اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں دینے والا، آگاہ کرنے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔''

یہاں چراغ سے مراد سورج ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سورج کا نام سراج ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

﴿وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ (نوح: ١٦)

''اور (ہم نے) بنایا سورج کو چراغ۔''

اور خاتم النّبیین کے بارے میں فرمایا۔

«سراجا منیرا» روشن چراغ۔

حالانکہ سورج کی صفت ہی روشن ہے مگر پھر بھی فرمایا ''سراجا منیرا'' یعنی سورج سے بھی بڑھ کر روشن کیونکہ سورج کی روشنی اس وقت تک ہے جب تک دن کا وقت ہے مگر رات کے وقت ہر سو تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس کے برعکس حضور صادق المصدوق ﷺ کا نور نبوت ہر وقت روشن رہتا ہے۔ خود نبی ﷺ نے فرمایا دین اسلام کی راتیں بھی روشن ہیں۔ اسی لیے خالق کائنات نے صرف ''سراج'' ہی نہیں بلکہ ''سراج منیرا'' کی صفت سے آپ کو ملقب فرمایا۔ جس طرح افق پر چاند ستارے اپنی چمک دمک دکھایا کرتے ہیں لیکن دن اسی وقت ہوتا ہے جب نیر اعظم چڑھتا ہے پھر چاند ستاروں کی چمک جو حقیقتاً سورج سے مستعار ہوتی ہے کچھ باقی نہیں رہتی۔ حالانکہ یہ نور بھی آفتاب سے لیتے ہیں لیکن جہاں آفتاب نکلا، اجرام فلکی

نظروں سے اوجھل ہوئے ان کی چمک دمک لاحاصل ہوئی اور یہی صفت حضور صادق المصدوق ﷺ کی قرآن حکیم اور بائبل میں بھی بیان کی جا رہی ہے۔ ''فاران کے پہاڑوں سے آپ کو اللہ نے تمام ادیان پر غالب کیا اور آپ کا دین پوری طرح واضح ہوا۔'' یہ صرف مطابقت نہیں بلکہ کائنات کے لوگوں کو سمجھانے کے لیے سورج کو سراج کہا اور جو فاران سے آفتاب رسالت طلوع ہوا، حق سبحانہ نے اسے ''سراج'' سے بڑھ کر ''سراجا منیرا'' کہہ کر ثابت کر دیا کہ جس طرح آفتاب کی موجودگی میں چاند تاروں کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی، اسی طرح آپ ﷺ کی آمد سے پہلے تمام انبیاء کی شریعت ختم ہوئی اور کائنات کے لیے ''سراج منیر'' کی نبوت قیامت تک جاری رہے گی۔ کون نہیں جانتا کہ سورج کے سامنے چراغ روشن ہوتا ہے اور نہ تارے ہی چمکتے ہیں۔ حضور صادق المصدوق ﷺ نے وہ تابانی کی کہ تمام ستارے چھپ گئے، چراغوں کی ضرورت نہ رہی، قلب ونظر روشن ہوئے۔ اب ہر قوم، ہر خطے اور ہر دور کے اجالے کے لیے سراج منیر ایک ضیا پاش آفتاب ہے جس کی کرنوں سے دنیا اپنی تاریکیوں کو دور کرنے کے لیے نور ہدایت حاصل کر سکتی ہے۔

ہر نبی کی نبوت یا رسالت کسی خاص قوم یا مخصوص علاقے تک محدود تھی، اور مخصوص وقت کے لیے تھی۔ جس طرح توارۃ میں ہی مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے آیا ہوں۔'' پھر ان کا عمل بھی اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے غیر بنی اسرائیلیوں سے کوئی مطلب نہیں رکھا۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔'' [1]

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حضور صادق المصدوق ﷺ کو عالمین کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔ جس طرح کائنات کے لیے آفتاب ایک ہے، اسی طرح قیامت تک کے لیے آفتاب نبوت صرف خاتم النبیین جناب محمد ﷺ ہیں۔ حضور صادق المصدوق ﷺ نے

[1] متی باب ۵ آیت ۲۵۔

بیانگ دہل اعلان فرمایا کہ میں عالم انسانیت کو غیر اللہ کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں۔
خود اللہ وحدہٗ لاشریک نے آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾

(الاعراف: ۱۵۸)

''آپ فرما دیجیے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔''

بلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

رے میں فرمایا۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے۔''

ر اپنی بھیجی ہوئی آخری کتاب کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۴)

''اور خاتم النبیین کے شہر اور ابدی گھر کے بارے میں فرمایا۔''

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

(آل عمران: ۹۶)

ر خاتم النبیین جناب محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

پس ثابت ہوا کہ جس طرح عالمین کے لیے خالق، مالک اور مختار کل، قادر مطلق اللہ کی
ت تنہا، اس طرح آپ ﷺ کی آمد کے بعد آپ تمام کائنات بلکہ عالمین کے رسول تنہا۔
طرح آپ ﷺ پر نازل کردہ کتاب اور آپ کا کعبہ تنہا۔ کامیاب صرف وہی لوگ ہوں
جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے ہوں گے جو
لت محمدیہ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے وہ کامیاب نہیں بلکہ ان کا شمار ''خاسرین'' میں ہوگا
مغضوب'' اور ''ضالین'' ٹھہرائے جائیں گے۔

کامیابی سے مراد آخرت کی کامیابی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی قوم رسالت محمد یہ ﷺ پر ایمان نہ رکھتی ہو اور اسے خوشحالی اور فراوانی حاصل ہو جس طرح اس وقت مغربی دنیا یورپ وغیرہ اور دیگر بعض قوموں کا حال ہے کہ وہ عیسائی، یہودی، دہریے، کافر و مرتد، مرزائی، مشرک وغیرہ ہونے کے باوجود مادی ترقی اور خوشحالی میں ممتاز ہیں۔ لیکن ان کی یہ ترقی عارضی اور بطور امتحان و استدراج ہے۔ اگر وہ اپنی اخروی کامیابی بھی چاہتے ہیں تو انہیں فوراً اس پیغام کو قبول کرنا ہوگا اور خاتم النبیین کی رسالت پر ایمان لانا ہوگا اور جو توبہ کرے، ایمان لائے، اسلام اس کے تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس کے سب مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں ...... اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لیے آتشی شریعت تھی:

اس میں آپ ﷺ کے صحابہ کی عظمت کا تذکرہ ہے کہ وہ سب صراط مستقیم پر ہیں۔ ان کی راہیں راست ہیں، انہی کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت یعنی ابدی انجیل آخری کتاب قرآن کریم ہوگا۔ قرآن کریم کو آتشیں شریعت اس لیے کہا گیا کہ اس نے اپنے سے پہلی کتابوں کو منسوخ کیا۔ لاریب اور بے عیب احکام پیش کیے اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوا جو واضح نور ہے۔ پس نور مبین کو آتشیں شریعت کہا گیا ہے۔ اس کا ایک اور مفہوم بھی ہم ذکر کر چکے ہیں لہٰذا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقدس قدوسیوں سے مراد زمین کے مومنین ہیں فرشتے نہیں۔ جیسا کہ بعض پادری اس کی تاویل کرتے ہیں کیونکہ شریعت کے احکام انسانوں کے لیے ہیں، پھر بائبل میں متعدد مقامات پر زمین کے مومنین کو قدوسی کہا گیا ہے۔

وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفید ہوگا:

اگر اس سے مراد ہے کہ اس کے تمام قدوسی احکام الٰہی کے پابند ہوں گے تو تمام صحابہ احکام الٰہی کے پابند تھے۔ اکثر علماء نے یہ مراد لی ہے، اس کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے اور وہ یہ کہ صحابہ کرام نبی اکرم کی باتوں سے مستفید ہوں گے اور تمام صحابہ مستفید ہوئے اور بہت سے صحابہ نے آپ کی باتوں کو روایت کیا۔ محدثین نے آپ ﷺ کے صحابہ سے باتیں سنیں

اور آگے پہنچائیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ہر بات محفوظ ہو گئی۔

وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے:

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو متقی لوگ محبوب تھے اگر چہ وہ کسی بھی قوم سے ہوں اور آپ ﷺ کو ناراست لوگوں کی بڑی فکر تھی کہ وہ کسی بھی طرح ہدایت قبول کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو ایمان نہیں لاتے کیا تو ان کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا'' اور کبھی فرمایا کہ ولا تحزن علیھم اور آپ ان پر غم نہ کیجئے۔

پیشین گوئی نمبر (۶): نادان (اُمی) قوم

''انہوں نے اس چیز کے باعث جو خدا نہیں مجھے غیرت اور اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی ان کے ذریعہ سے جو کوئی امت نہیں ان کو غیرت اور ایک نادان قوم کے ذریعے سے ان کو غصہ دلاؤں گا۔'' (استثناء ۳۲-۲۱)

نادان قوم دراصل ترجمہ ہے اُمّی قوم کا یعنی ان پڑھ قوم جن میں کوئی نبی نہ آیا ہو اور پسماندہ درماندہ لوگ ہوں تہذیب و تمدن کو نہ جانتے ہوں اور اخلاق و کردار سے ناآشنا ہوں۔ یعنی ایسی قوم کے ہاتھوں انہیں شرک کرنے کی سزا دلاؤں گا وہ غیرت سے ان سے لڑیں گے، اس سے مراد اُمّی قوم صحابہ کرام مراد ہیں جو پہلے نادان قوم تھے حتیٰ کہ اللہ نے ان میں اپنا رسول مبعوث فرمایا۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۝﴾ (آل عمران: ۱٦٤)

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا اور ان میں انہی کی جنس سے ایک رسول مبعوث فرمایا وہ لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے اور اس سے پہلے یہ لوگ کھلی

گمراہی میں تھے۔"

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے یہود و نصاریٰ کے خلاف ان کے شرک اور گمراہی کے سبب غیرت کھائی اور ان سے جنگیں لڑیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا اور مسلمان ان کے پھاٹکوں کے مالک بن گئے۔ اس لیے یہ پیشین گوئی امیین کے رسول امّی رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں صریح پیشین گوئی ہے۔ علمائے نصاریٰ سے جب کوئی جواب نہیں بنتا تو کہتے ہیں کہ اس سے یونانی قوم مراد ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے، اول تو یونانی ان پڑھ نہ تھے بلکہ ان میں تو بڑے نامی گرامی حکماء فیلسوف، بقراط، سقراط، افلاطون، ارسطاطالیس اور ایسے ہی بڑے حکماء گذرے ہیں جن کا ذکر آج بھی تاریخ طب میں محفوظ ہے اور نہ ہی وہ تہذیب وتمدن سے ناواقف تھے اور نہ ہی انہوں نے بیت المقدس کو فتح کیا، اس لیے یہ عذر انتہائی نامعقول ہے کیونکہ یونانی حکمت میں اور مادی علوم وفنون میں دنیا بھر سے ممتاز تھے اور یونانی طب وحکمت کو انہیں لوگوں نے چار چاند لگائے ان کی حکمت کے تو پولوس بھی معترف ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ "یونانی حکمت تلاش کرتے ہیں۔" [1]

[1] ۱-کرنتھیوں ۱-۲۲.

باب : ۴

زبور اور محمد رسول اللہ ﷺ

توراۃ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبی ﷺ کے حق میں پیشین گوئیوں کے بعد زبور سے حضرت داؤد کی زبانی پیشین گوئیاں نقل کی جاتی ہیں۔ حضرت داؤد کے نغموں میں جگہ جگہ یہ پیشین گوئیاں موجود ہیں۔

پیشین گوئی نمبر (۷): پسندیدہ راہ یعنی دین اسلام کا ذکر

''خداوند اس کو اسی راہ کی تعلیم دے گا جو اسے پسند ہے۔ اس کی جان راحت میں رہے گی اور اس کی نسل زمین کی وارث ہوگی خداوند کے راز کو وہی جانتے ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں۔'' [1]

''خداوند اس کو الٰہی راہ کی تعلیم دے گا جو اسے پسند ہے''

یعنی اپنی نعمت کا اتمام اس نبی پر کرے گا جو اس کا پسندیدہ ہے اور قرآن حکیم اس بات پر شاہد ہے کہ وہ پسندیدہ راہ دین اسلام ہے۔''

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ : ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے (سب سے بہتر راہ) اسلام کے دین پر رضامند ہو گیا۔''

اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ دوسرے تمام دینوں کو ناقص کہا جائے اور یہ سمجھا جائے

[1] زبور باب ۲۵، آیت ۱۴،۱۳۔

کہ وہ جن لوگوں کی ہدایت کے لیے آئے تھے ان کی ہدایت کا ان کے اندر پورا پورا سامان نہیں تھا، ایسا سمجھنا بالکل غلط ہوگا اس کے خلاف حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ان دینوں میں سے جو دین بھی آیا وہ اس قوم، اس زمانے اور اس علاقے کی اصلاح وہدایت کے لیے بالکل کافی تھا جس کے لیے اسے نازل کرنے والے نے نازل کیا تھا۔ لیکن چونکہ ان میں ہر ایک کا دین صرف ایک قوم کے لیے تھا، تمام انسانوں کے لیے نہ تھا۔ صرف ایک محدود علاقے کے لیے تھا، پوری دنیا کے لیے نہ تھا اور صرف ایک خاص زمانے اور محدود مدت کے لیے تھا، ہمیشہ کے لیے نہ تھا۔

اس لیے قدرتی طور پر اس میں نہ عالمی مسائل و معاملات کے بارے میں ہدایتیں ہوتی تھیں اور نہ ہی اس کی ساری تعلیمات کا مزاج بین الانسانی ہوتا تھا، نہ وہ دور مستقبل کو سامنے رکھ کر گفتگو کرتا تھا، غرض جس طرح ان کی مخاطبت کا دائرہ محدود تھا، اسی طرح اس کی تعلیمات کا مجموعہ بھی مختصر اور محدود تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت کا فیصلہ یہ ہوا کہ اب ایسا نبی بھیجا جائے جو سب کے لیے ہو اور ہمیشہ کے لیے ہو تو اس فیصلے کا فطری تقاضا تھا کہ اس نبی پر نازل ہونے والے دین کا مزاج بین الانسانی ہو اور اس کی تعلیمات ہر زمانے، ہر ملک اور ہر طرح کے انسانی مسائل پر حاوی ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا جو آج تک زبور میں موجود ہے اور قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت بھی اسی فطری تقاضے کی تکمیل کا اعلان کر رہی ہے۔ ہر دو کتابوں کی مذکورہ بالا آیات کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو ہدایت آدم علیہ السلام کے زمانے سے اترنی شروع ہوئی تھی اور جو نوع انسانی کے ذہنی اور تمدنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ تفصیل اور وسعت کا رنگ اختیار کرتی چلی آ رہی تھی وہ ہر پہلو سے کمال درجے کو پہنچ گئی۔ اس سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی اور کیا ہوسکتی ہے؟ اور بین الاقوامی، بین الانسانی اور ابدی دین سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک اور پسندیدہ راہ کون سی ہوسکتی ہے؟ دین اسلام ہی اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ بین الانسانی اور ابدی دین ہے۔ زبور کی ان آیات میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

② اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ یعنی ''اس کی جان راحت میں رہے گی'' ﴿واللہ یعصمك من الناس﴾ (المائدہ ۶۷) ''اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔'' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے پہرہ اٹھا دیا آپ کی زندگی میں لگ بھگ ۱۷ مرتبہ قاتلانہ حملہ ہوا۔ ہر دفعہ اللہ نے آپ کو قبل از وقت بذریعہ وحی مطلع کر دیا یا خصوصی ذرائع سے بچا لیا اور آپ کی جان ہمیشہ راحت میں رہی۔

﴿وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۝﴾ (الانفال:۳۰)

''جب کافر آپ کے متعلق خفیہ تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا جلا وطن کر دیں وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

اور ''اس کی نسل زمین کی وارث ہوگی'' اس کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔ ''خداوند کے راز کو وہی جانتے ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کو یہ لوگ اہل کتاب اس طرح پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے مگر ان کو اللہ کا خوف نہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں وہ اس راز کو بخوبی جانتے ہیں اور وہ کتمان حق سے کام نہیں لیتے۔

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (الفاطر : ۲۸)

پیشین گوئی نمبر (۸): زبور کی عظیم الشان پیشین گوئی

''میرے دل میں ایک نفیس مضمون جوش مار رہا ہے، میں وہی مضمون سناؤں گا جو میں نے بادشاہ کے حق میں قلمبند کیے ہیں، میری زبان ماہر کاتب کا قلم ہے۔ تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اس لیے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا۔ اے زبردست تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر

اپنی شان وشوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں اے خداوند تیرا تخت ابدالآباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدکاری سے نفرت اسی لیے خداوند تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہمسروں سے زیادہ مسح کیا ہے۔ تیرے ہر لباس سے مر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے۔ ہاتھی دانت کے محلوں میں سے تار دار سازوں نے تجھے خوش کیا ہے۔ تیری معزز خواتین میں شاہزادیاں ہیں ملکہ تیرے دہنے ہاتھ اوفیر کے سونے سے آراستہ کھڑی ہے۔ اے بیٹی سن غور کر اور کان لگا کر اپنی قوم اور باپ کے گھر کو بھول جا اور بادشاہ تیرے حسن کا مشتاق ہوگا کیونکہ وہ تیرا خداوند ہے تو اسے سجدہ کر اور صور کی بیٹی ہدیہ لے کر حاضر ہوگی۔ قوم کے دولتمند تیری رضا جوئی کرینگے۔ بادشاہ کی بیٹی محل میں سرتاپا حسن افروز ہے اس کا لباس زربفت کا ہے۔ وہ بیل بوٹے دار لباس میں بادشاہ کے حضور پہنچائی جائے گی اس کی کنواری سہیلیاں جو اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہیں، تیرے سامنے حاضر کی جائیں گی وہ ان کو خوشی اور خرمی سے لے آئیں گے وہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوں گی۔ تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا اس لیے امتیں ابدالآباد تیری شکر گزار کرے گی۔''[1]

اس بشارت میں نبی موعود کی حسب ذیل صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

① ...... وہ بنی آدم میں سب سے حسین ہوگا۔ ② ...... وہ تمام انسانوں میں افضل ہو گا۔ ③ ...... اس کے ہونٹوں میں لطافت بھری ہوگی یعنی وہ صاحب خلق عظیم ہوگا۔ ④ ...... وہ برکتوں والا ہوگا۔ ⑤ ...... وہ تلوار لٹکانے والا ہوگا۔ ⑥ ...... وہ طاقتور ہوگا۔ ⑦ ...... حق و

[1] زبور ٤٥ آیت ١ تا ١٧.

صداقت اور وقار وسکون والا اور سچائی کا علمبردار ہوگا یعنی صادق الامین۔ ⑧ ...... اس کا داہنا ہاتھ مہیب کام دکھائے گا۔ ⑨ ...... قومیں اس کے ماتحت ہو جائیں گی۔ ⑩ ...... اس کا تیر تیز ہوگا۔ ⑪ ...... وہ نیکی کو پسند کرنے والا اور گناہ کو مبغوض رکھنے والا ہوگا۔ ⑫ ...... بادشاہوں کی بیٹیاں اس کی خدمت گزار ہوں گی۔ ⑬ ...... تحفے اور ہدیے اس کو پیش کیے جائیں گے۔ ⑭ ...... قوم کے دولت منداس کے مطیع ہو جائیں گے۔ ⑮ ...... اس کی اولاد اپنے بڑوں کی جگہ دنیا کی سردار بنے گی۔ ⑯ ...... اس کا نام تمام نسلوں میں یکے بعد دیگرے مشہور اور مذکور ہوگا۔ ⑰ ...... قومیں اس کی ہمیشہ مدح وثناء کریں گی۔

موجودہ بائبل میں زبور کی اس بشارت میں جس قدر صفات بیان کی گئی ہیں یہ سب محمد رسول اللہ ﷺ پر ہی فٹ بیٹھتی ہیں۔

اس پیشین گوئی میں پہلی ہی بات حسن وکمال اور خلق عظیم کے متعلق ہے اور دوسری صفت یہ بیان کی جا رہی ہے کہ وہ نبی زبردست ہوگا، تلوار کو کندھے پر لٹکائے گا، امتیں اس کے سامنے زیر ہوں گی، اس کے تیر تیز ہیں۔ یہ تمام صفات حضور صادق المصدوق ﷺ کی خاص پہچان ہیں۔ داؤد علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء میں محمد ﷺ کے سوا کوئی نبی کندھے پر تلوار لٹکانے والا نہیں اور آپ ﷺ تمام بنی آدم سے حسین ہیں اور آپ ﷺ ہی صاحب خلق عظیم ہیں اور آپ ﷺ ہی تمام کائنات کے سردار ہیں۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔'' اور آپ ﷺ کے قوانین ہی ہیبت کے ساتھ مقرون ہیں جیسا کہ خود صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک مہینہ کی مسافت تک میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی۔'' اور بتایا کہ آنے والے نبی کی عزت ہوگی اور اس کے احکام کا نفاذ عمل میں آئے گا اور اس کو زبردست ''جبار'' کی صفت سے متصف کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی آپ ﷺ کے خلق عظیم کی صفت کو بھی بیان کر دیا۔ زبردست سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی کمزور اور ضعیف نہیں کہ دشمن اسے گزند پہنچا سکے بلکہ قوت اور دشمن پر غلبہ پانے کی طرف اشارہ ہے۔ نبی کریم ﷺ رحمت اللعالمین ہونے کے ساتھ ساتھ کفار اور مشرکین کے خلاف مجاہد

اعظم تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی امت کافروں کے حق میں سخت گیر اور آپس میں رحمدل تھی اور ہے۔

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (المائدہ : ٥٤)

"یعنی ایمانداروں کے مقابلے میں نرمی کرنے والے اور کافروں کے مقابلے میں سختی کا برتاؤ کرنے والے تھے۔"

عیسائیوں اور یہودیوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ عیسائی کفار کے مقابلے میں ضعیف اور مقہور تھے، جہاں یہودی ایمانداروں کے حق میں سختی کا برتاؤ کرتے تھے۔

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ۝﴾ (المائدہ : ٧٠)

"یعنی جب بھی رسول ان کی مرضی کے خلاف حکم لائے تو بعض کو انہوں نے قتل کیا اور بعض کی تکذیب کی۔"

اسی سبب کی بناء پر بائبل میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ "خدا ان پر غضب ناک ہوا" "خدا نے ان سے منہ موڑ لیا" وغیرہ۔ سلف صالحین فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے مزمور میں یہ بھی کہا کہ "ہمارا رب عظیم ہے اور بے حد تعریف کا مستحق ہے۔ ہمارا معبود بے عیب ہے اور محمد ﷺ نے ساری زمین خوشی سے بھر دی ہے۔" فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے صراحتاً محمد ﷺ کا اور آپ ﷺ کے شہر کا نام لیا ہے اور اس کو اللہ کی بستی کہا ہے۔ آج بھی زبور میں شہر کا نام اور اسے اللہ کی بستی وغیرہ کے الفاظ ردو بدل کے باوجود موجود ہیں۔ مگر صریح نام کتر بیونت کی نذر کر دیا گیا اور یہ بات کہ آپ ﷺ کا کلمہ پوری زمین پر پہنچ جائے گا۔ اسی پیشین گوئی میں تھوڑے ردو بدل کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔

موجودہ الفاظ اور نشانیاں بھی محمد ﷺ پر ہی صادق آتے ہیں لہٰذا کسی عقلمند کے لیے آپ ﷺ کے ذکر اور صفات میں شک باقی نہیں رہتا بلکہ ان کی کتابوں میں آپ کی امت کی

صفات بھی مذکور ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کی بجائے دوسری کتابوں میں بکثرت پایا جاتا ہے تو بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے ان سے استدلال بہتر ہے اب اس پیشین گوئی کی ہر صفت کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حسن مصطفیٰ ﷺ اور بائبل:

۱: "تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ ﷺ کے حسن کا قصیدہ گایا ہے بلاشبہ چشم فلک نے ایسا حسین اور جوان رعنا نہیں دیکھا، حسن سیرت اور نہ حسن صورت میں۔

ام معبد آپ ﷺ کی صورت کا نقشہ کھینچتی ہیں۔

«رءیت رجلا ظاهرا الوضاء، ابلج الوجه حسن الخلق، لم تعبه ثجلة ولم تذربه صعلة وسيم قسيم، فى عينه وهج وفى اشغارة وطف، وفى صوته صهل وفى عنقه سطع وفى لحيته كثاثة ازج اقرن، ان صمت فعليه الوقار، وان تكلم سماه وعلاه البهاء، اجمل الناس وابهاه من بعيد، احسنه واجمله من قريب، حلو المنطق لا نزر ولا حذر، كان منطق خزرات يتحدرن ربعة، لا تشنله من طول ولا تقتحمه العين من قصرا، غصن بين غصنين، فهو انضر الثلاثه منظرا واحسنهم قدرا، لا عابس ولا مفند.» [1]

"یعنی میں نے روشن چہرے والا آدمی دیکھا، خوبرو خوش اخلاق، متوازن پیٹ، سر کے بال بہ تمام و کمال یعنی حسین وجمیل، چمکدار آنکھیں گھنی پلکیں، آواز رعب دار اور گردن لمبی، گھنی داڑھی، باریک اور پیوستہ ابرو، خاموش پروقار، گفتگو لولوئے لالہ، دور سے بھی دیکھیں تو خوبصورت بارونق، قریب سے دیکھیں تو اور بھی حسین، شیریں کلام جچے تلے الفاظ، گفتگو گویا موتیوں کی لڑی، یعنی لطافت

[1] دلائل النبوة ٢ ـ ٤٩٥، الاستيعاب ٤ـ١٩٥٩، المستدرك رقم الحديث ٤٢٧٤، الطبقات الكبرى ١ ـ ٢٣١.

سے بھری، میانہ قد نہ طویل القامت کہ اچھا نہ لگے، نہ کوتاہ قد کہ معیوب لگے، شگفتہ و تروتازہ شاخ، خوش منظر اور قابل قدر، نہ ترش رو نہ فضول گو۔''

عرب کی اس بادیہ نشین عورت کا سید البشر ﷺ کے حسن و جمال اور گفتار و اطوار کا نقشہ پیش فرمانے کی دیر تھی کہ ان کے خاوند ابو معبد اسی وقت رسول اکرم ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ سے ملاقات کر کے دونوں میاں بیوی فوراً مسلمان ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو معبد جانتے تھے کہ اس پیغمبر کی کیا صفات ہوں گی کیونکہ یہودی علماء آپ کی آمد کے منتظر تھے اور انہی صفات کو توراۃ میں سے پڑھ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے، اس لیے آپ کی آمد سے قبل یہ صفات اور نشانیاں لوگوں میں مشہور تھیں۔

حسن مصطفےٰ ﷺ بزبان مرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

نبی اکرم رسول محترم ﷺ کے چچا زاد بھائی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جمال مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

«لم يكن النبي ﷺ بالطويل ولا بالقصير ششن الكفين ولقدمين ضخم الرأس ضخم الكراديس طويل المسربة اذا مشى تكفا تكفيا كانما ينحط من صبب لم ار قبله ولا بعده مثله ﷺ.»[1]

''نبی اکرم ﷺ کا قد مبارک نہ بہت لمبا تھا نہ بالکل چھوٹا (بلکہ میانہ قد تھے) دونوں ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے، سر مبارک بڑا، جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط، سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری۔ آپ ﷺ جب چلتے تو رک کر گویا کسی بلند جگہ سے اتر رہے ہوں، میں نے آپ جیسا حسین و جمیل نہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد آپ جیسا حسین و خوبصورت نظر آیا۔''

---

[1] ترمذی السنن رقم ۳۶۳۷، الشمائل المحمدیہ رقم: ۵۔

چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ حسین:

صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«رء یت رسول الله ﷺ فی لیلة اضحیة وعلیه حلة حمراء فجعلت انظر الیه والی القمر فهو عندی احسن من القمر.» [1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چمکتی ہوئی چودھویں کی رات میں سرخ جبہ زیب تن کیے ہوئے دیکھا۔ میں کبھی آسمان کے چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی مصطفےٰ ﷺ کے چہرہ پُر انوار کو۔ البتہ رسول اللہ ﷺ مجھے چودھویں کے چاند سے زیادہ خوبصورت نظر آئے۔''

روشن چراغ:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صادق المصدوق ﷺ کے حسن و جمال کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے۔

«متی یبد فی الداجی البهیم جبینه یلح مثل مصباح الداجی المتوقد.»

''اندھیری رات میں آپ ﷺ کی پیشانی نظر آتی ہے تو اسی طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔''

اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بالکل حقیقت ہے اور نبی ﷺ نے سختی سے منع فرمایا کہ ہے میری شان میں مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اندھیری رات میں جو محسوس کیا وہی بیان فرمایا خود خالق کائنات نے آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

﴿وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا﴾

---

[1] دارمی، السنن رقم الحدیث ۵۸، دلائل النبوة ۱۔۱۹۶، ترمذی، الشمائل المحمدیه رقم الحدیث ۱۰۱، بیهقی شعب الایمان ۲۔۱۵۰

''ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا، روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن سلام اسلام سے قبل یہود کے کبار علماء میں سے تھے بلکہ ''سرتاج العلماء'' تھے اور اپنے قبیلے کے رئیس بھی تھے۔ بہت دانا، عقلمند، تجربہ کار انسان تھے۔ یہودیوں کے بہت بڑے مذہبی رہنما اور لیڈر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ توراۃ کے عالم تھے، اس لیے بخوبی جانتے تھے کہ وہ نبی کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب حضور صادق المصدوق ﷺ کے چہرہ پُر انوار کا دیدار کیا تو آپ ﷺ کی عادات واطوار سے باخبر ہوئے تو آپ نے نبی اکرم ﷺ سے نہ کوئی معجزہ طلب کیا اور نہ کوئی دلیل مانگی اور نہ قرآن حکیم سنا۔ بس سرور کائنات کا رخ انور دیکھا اور پھر دیکھتے ہی رہ گئے اور چہرہ مصطفیٰ کی زیارت کے سبب مسلمان ہو گئے۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں کے نزدیک حضرت عبداللہ بن سلام کا بہت زیادہ مقام تھا وہ آپ کو ''سیدنا وابن سیدنا اعلمنا وابن علمنا'' یعنی (عبداللہ) ہمارا سردار ہے ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ وہ ہمارا سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور نبوت کے بارے میں سنا اور آپ کے اوصاف حمیدہ، اسم مبارک، شکل وصورت اور اخلاق و عادات کے بارے میں علم ہوا تو مجھے بڑی مسرت ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کرنے والی وہی ہستی ہے جس کی تشریف آوری کے ہم منتظر ہیں اور ان کے لیے چشم براہ۔ دل چاہا کہ فوراً مکہ مکرمہ حاضری دوں اور سرور کونین ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤں۔ مگر بعض مصالح کی بناء پر میں نے اپنے جذبات اور احساسات کو ظاہر نہ کیا اور مکمل خاموشی اختیار کی کہ تا آنکہ نبی محترم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ جب میں نے آپ کے ورود مدینہ منورہ کی خبر سنی تو فرط مسرت سے میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور

نبی رحمت ﷺ سے زیارت اور ملاقات کے لیے دربارِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔

«لما قدم النبی ﷺ انجفل الناس علیه وانا فیمن انجفل.»

جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ کے استقبال ملاقات کے لیے حاضر ہوئے (اور یہی کچھ تو بائبل میں لکھا ہے "تیما کی بستی والے روٹی لے کر بھاگنے (ہجرت) والے سے ملنے کو نکلے") میں بھی دربار رسالت میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک تھا۔

«فلما تبینت وجهه عرفت ان وجهه لیس بوجه کذاب.»

جب میں نے امام الانبیاء کے چہرہ اقدس کو بغور دیکھا تو میرے دل میں یقین پیدا ہو گیا کہ ایسا خوبصورت اور روشن چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا، میرے دل نے فوراً تصدیق کر دی کہ بے شک یہی نبی آخر الزماں ہیں کیونکہ آپ کا رخ انور آپ ﷺ کی صداقت و حقانیت کی واضح دلیل ہے۔ (اور یہی کچھ بائبل میں لکھا ہے)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ابھی چہرہ مصطفےٰ ﷺ کی زیارت سے اپنے دل کی پیاس بجھا رہے تھے کہ رسول محترم ﷺ نے حاضرین سے خطاب فرمانا شروع کر دیا اور آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر جو پہلا وعظ فرمایا وہ چار مسائل پر مشتمل تھا اور ان احکامات پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیے جنت کی بشارت کا اعلان تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

«افشو السلام، واطعموا الطعام، وصلوا الارحام، وصلو والناس نیام، تدخلوا الجنة بسلام.»

"لوگوں کو کثرت سے سلام کہو، اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، اور صلہ رحمی اختیار کرو، اور جب رات کو لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز (تہجد) ادا کرو، تم بسلامت جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔" [1]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کا حسین وجمیل چہرہ دیکھ کر

[1] مسند احمد جلد ٥ صفحه ٢٦١.

اور حکیمانہ خطاب سن کر میں نے فوراً کلمہ پڑھ لیا اور اسلام قبول کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ چہرہ مصطفےٰ ﷺ کے یہ اثرات و ثمرات ظاہر کیوں نہ ہوں کہ خالق کائنات نے کائنات میں آپ ﷺ کو سب سے احسن، اجمل، اکمل پیدا فرمایا ہے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ ذاتی اعتبار سے بھی بڑی شان والے تھے اور دوسروں کی نظروں میں بڑا مقام رکھتے تھے۔

«یتلا لأ وجهه تلا لأ القمر لیلة البدر.» ❶

''آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔''

«ازهر اللون.» ''آپ ﷺ کا رنگ نہایت چمکدار تھا۔''

«واسع الجبین.» ''پیشانی مبارک کشادہ''

ابرو خم دار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے، باہم پیوستہ نہیں تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک بلندی مائل اور چمکدار تھی۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھرپور، رخسار مبارک ہموار، دہن مبارک معتدل، دندان مبارک باریک آبدار، گردن باریک از حد خوبصورت۔ تمام اعضاء نہایت معتدل، بند گھٹا ہوا پیٹ اور سینہ ہموار، کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ اور آپ کی چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھے۔ ❷

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی صورت اور سیرت کی تمام باریکیوں اور لطافتوں کو جاننے اور سمجھنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے آپ ﷺ کے حسن و جمال، رعنائی و زیبائی اور خوبصورتی کو اپنے بے مثال اشعار میں یوں بیان کیا۔

---

❶ المعجم الکبیر ۲۲ـ۱۵۵، الدلائل النبوۃ ۱ـ۲۸۷، الطبقات الکبری ۱ـ۴۲۲.

❷ شمائل ترمذی۔

واحسن منك لم ترقط عيني

واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبراء من كل عيب

كأنك قد خلقت كما تشاء

”میری آنکھوں نے آج تک آپ ﷺ سے زیادہ حسین کوئی دیکھا ہی نہیں ہے اور میری آنکھیں دیکھ کیسے سکتی ہیں جبکہ آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ اے محبوب ﷺ آپ ہر نقص وعیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ ﷺ نے جیسا پسند فرمایا، آپ ﷺ کو ویسا ہی تخلیق کیا گیا۔“

ہر مصور اپنی سب سے زیادہ خوبصورت تصویر جسے بنانے کے بعد مصور اپنا قلم توڑ ڈالتا ہو اور وہ تصویر اس کی شاہکار ہو، وہ اپنی اس تصویر کا جگہ جگہ ذکر کرتا ہے، اس کی خوبیاں بیان کرتا ہے اور لوگوں سے فخر سے کہتا ہے کہ میری یہ شاہکار کاریگری ہے اس کے ایک ایک حصہ کا نقشہ کھینچتا ہے۔ اسی طرح خالق کائنات نے بھی حضور صادق الصدوق ﷺ کا ذکر ہر آسمانی کتاب میں کیا، جیسا کہ توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن مجید ہر ایک میں آپ ﷺ کی شان اور خوبیاں بیان فرمائی گئیں۔ حسن صورت وسیرت سے آسمانی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

وہ مصطفیٰ ہیں	﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ﴾	(آل عمران:۳۳)
مجتبیٰ ہیں	﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ﴾	(آل عمران:۱۷۹)
احمد ہیں	﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾	(الصف:۶)
رسول اللہ ہیں	﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾	(الفتح:۲۹)

یٰسین ہیں	﴿یٰسٓ ۝ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾	(یس:۱تا۳)
طٰہٰ ہیں	﴿طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى﴾	(طٰہٰ:۱-۲)
مزمل ہیں	﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾	(المزمل:۱)
مدثر ہیں	﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾	(المدثر:۱)
ہادی ومنذر ہیں	﴿اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾	(الرعد:۷)
روشن چراغ ہیں	﴿وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾	(الاحزاب:٤٦)
شاہد ہیں	﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾	(الاحزاب:٤٥)
بشیر ونذیر ہیں	﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾	(السباء:۲۸)
مزکی نفوس ہیں	﴿وَیُزَكِّیْهِمْ﴾	(آل عمران:١٦٤)
معلم کتاب حکمت ہیں	﴿وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾	(آل عمران:١٦٤)
نور ہدایت ہیں	﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ﴾	(المائدہ:١٥)
تاریکیوں سے نکالنے والے ہیں	﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾	(ابراھیم:۱)
داعی الی اللہ ہیں	﴿وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾	(الاحزاب:٤٦)
صاحب خلق عظیم ہیں	﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾	(القلم:٤)
رحمۃ اللعالمین ہیں	﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾	(الانبیاء:۱۰۷)

ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے	﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾	(النساء:۸۰)
انکا ذکر تورات و انجیل میں ہے	﴿يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ﴾	(الاعراف:۱۵۷)
آپ دنیا جہان کیلیے رسول بنائے گئے	﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾	(الاعراف:۱۵۸)
نبی الامی ہیں	﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ﴾	(الاعراف:۱۵۸)
ہدایت دینے والے ہیں	﴿الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾	(الاعراف:۱۵۸)
شفیق و رحیم ہیں	﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾	(التوبہ:۱۲۸)
صاحب خیر کثیر ہیں	﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾	(الکوثر:۱تا۳)
مقصد زندگی	﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾	(الانعام:۱۶۲تا ۱۶۳)
نوع انسانی کیلیے موجب خیر ہیں	﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ﴾	(النساء:۱۷۰)
خاتم النبیین ہیں	﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾	(الاحزاب:۴۰)

نبی ﷺ کے اعضائے جسمانی کا ذکر:

چہرہ مبارک	﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾	(البقرہ:۱۴۴)
ہاتھ مبارک اور گردن مبارک	﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ﴾	(بنی اسرائیل:۲۹)
سینہ مبارک	﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾	(الانشراح:۱)
زبان مبارک	﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾	(النجم:۳)
	﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ﴾	(الدخان:۵۸)
چشم مبارک	﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى﴾	(النجم:۱۷)
قلب مبارک	﴿نزل به روح الامين على قلبك﴾	(الشعراء:۱۷)
	﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾	(النجم:۱۱)
پشت مبارک	﴿اَلَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾	(الانشراح:۳)

حسن مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں زبور کی حسین وجمیل پیغمبر کی اس صفت کے متعلق مختصر حسن مصطفےٰ کو بیان کیا گیا ہے۔ کسی دیکھنے والے نے کیسا عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔

اشرق البدر علينا وختفت منها البدور

مثل حسنك ما راينا قط وجه السرور

انت شمس انت قمر انت بشر فوق النور

انت لا شك محمد انت مفتاح الصدور

قصہ مختصر یہ کہ حضور صادق المصدوق ﷺ حسن میں تمام حسینوں کے سردار اور جمال میں تمام جمیلوں کے سردار بلکہ تمام معاملات میں سرور عالم ﷺ ہیں۔ تمام انبیاء کو جتنے محاسن اور کمالات بخشے گئے وہ آپ ﷺ کی اکیلی ذات میں جمع کر دیے گئے۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا۔ ’’دنیا کا سردار آتا ہے۔‘‘ (انجیل) اور رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا۔

«انا سید ولد آدم.» ❶

جب آپ تمام معاملات میں اولاد آدم کے سردار ہیں تو لامحالہ اس سرداری میں ''حسن کی سرداری'' بھی شامل ہے۔ اسی طرح زبور کی یہ بات تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے آپ ﷺ پر ہی صادق آتی ہے۔

۲: خلق عظیم اور بائبل:

حضرت داؤد علیہ السلام کی اس پیشین گوئی میں ہے۔

''تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ ﷺ کا حسن مبارک بیان فرمانے کے بعد آپ ﷺ کے خلق عظیم کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ''وانك لعلى خلق عظيم'' بے شک آپ ﷺ خلق عظیم کے مالک ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ حضور صادق المصدوق ﷺ اخلاق کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ نرم مزاج، خوش اخلاق، شیریں زبان تھے۔ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ سلام میں بھی خود پہل کرتے اور مصافحہ میں بھی پہل خود کرتے۔ حضور صادق المصدوق ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیکر تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ «كان خلقه القرآن» یعنی نبی چلتا پھرتا قرآن تھے۔ اور یہی آپ کا اخلاق ہے (صحیح مسلم) آپ ﷺ کا اخلاق حسنہ تمام عالموں کے لیے باعث رحمت وفلاح ہے۔ بنی نوع انسان میں سے انبیائے کرام علیہم السلام کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان کا کام ہی تبلیغ و تزکیہ ہے۔ اسی لیے تمام انبیاء کو بعنایت الٰہی اول خلقت وفطرت میں محاسن اخلاق حاصل تھے جن کا ظہور حسب موقع ان کی عمر شریف میں ہوتا رہا۔ تمام انبیاء علیہم السلام

❶ رواہ مسلم مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۱۵

کی نبوت مخصوص قوم قبیلہ یا علاقے کے لیے مخصوص تھی۔ مگر حضور صادق المصدوق ﷺ عالمین کے لیے نبی اور خاتم النّبیین بنا کر بھیجے گئے۔ اس لیے آپ ﷺ تمام فضائل میں دیگر انبیاء کے سردار تھے کہ اللہ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اسی لیے دیگر فضائل کی طرح اس کمال میں بھی نبی کریم ﷺ دیگر انبیاء سے ممتاز ہیں۔ اسی لیے حضرت داوٗد علیہ السلام کی زبور میں آپ کے خلق کی تعریف کی گئی اور قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم: ٤)

دیگر انبیاء کے اخلاق بھی اعلیٰ تھے مگر آپ ﷺ خلق عظیم کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اخلاق بھی بہتر فرمانے کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ جس طرح خود صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا۔

«بعثت لا تمم مكارم الاخلاق.» [1]

''میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک حسن اخلاق کی ایک نوع سے مختص تھے مگر نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس حسن خلق کے تمام انواع کی جامع تھی۔ وہ خصائل و کمال صفات شرف و فضائل جو سابقہ انبیاء میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ تمام اور کئی ان سے منفرد آپ ﷺ کی ذات شریف میں جمع تھے۔ چنانچہ حلم و سخاوت ابراہیم، صدق و وعدہ اسماعیل، شکر داوٗد و سلیمان، صبر ایوب، معجزات قاہرہ موسیٰ، مناجات زکریا، تضرع یحییٰ، دم عیسیٰ وغیرہ سب آپ ﷺ میں موجود تھے۔

علیٰ نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والتسلیمات

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند کہ تو تنہا داری

«وان تكلم سماه وعلاه البهاء حلوا المنطق لا نزر ولا هزر كان

---

[1] مؤطا امام مالک۔

منطقه خزرات يتحدرن.» ❶

''حضور ﷺ کے کلام میں لطافت بھری ہے، شیریں کلام بچے تلے الفاظ، گفتگو گویا موتیوں کی لڑی۔''

سرور مرسلاں ﷺ کے اعلیٰ اور اکمل کمالات، عمومی بعثت، تکمیل دین، دائمی رسالت اور افضلیت رحمتہ اللعالمین اور خلق عظیم ختم نبوت ہی کے ثمرات ہیں۔ بلاشبہ آپ کے ہونٹوں میں لطافت بھری تھی، شہد سے شیریں زبان، گفتگو تھی کہ گویا موتیوں کی لڑی، زبان اتنی شیریں اور شگفتہ کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

حضور صادق المصدوق ﷺ خاتم النّبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نیا نبی نہ ہو گا۔ اس لیے آپ ﷺ کے اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں تاکہ قیامت تک ہر زمانے میں ان کی اقتداء کی جائے اور ان ہی کو دستور العمل بنایا جائے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ سیرت کی کتابیں اور احادیث مبارکہ کا مجموعہ آپ ﷺ کے اخلاق سے بھرے پڑے ہیں۔

۲: وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ اور بائبل میں ہے:

''اللہ نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا ہے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے نغمہ میں ایک اور صفت اور نشانی حضرت محمد ﷺ کی یہ بیان فرمائی کہ ''خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا ہے۔ اس سے دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ خاتم النّبیین ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کا نام ہمیشہ کے لیے مبارک رہے گا۔ یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿ورفعنالك ذكرك﴾

''اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔''

---

❶ رواه الحاكم

یعنی آپ ﷺ کے ذکر کو ایسا مبارک کیا کہ جہاں اللہ کا نام آتا ہے وہیں آپ ﷺ کا نام بھی آتا ہے۔ مثلاً اذان، نماز، درود، کلمہ اور دیگر بہت سے مقامات پر گذشتہ کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل فرشتوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ہے۔ عالمین میں ہر جگہ آپ ﷺ کا ذکر خیر ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے وغیرہ۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اس نغمہ میں آپ ﷺ کی اسی صفت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ ٥ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ٥ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ٥﴾ (الکوثر)

''یقیناً ہم نے تجھے کوثر اور (بہت کچھ) زیادہ دیا ہے پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر، یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔''

یعنی آپ ﷺ کا ذکر تو اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مبارک کر دیا ہے مگر آپ ﷺ کا دشمن بے نام ونشان ہے۔ کوثر کے مفسرین نے کئی معنی بیان کئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کا نام کوثر ہے۔ ایک روز حضور صادق المصدوق ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے کہ مسجد حرام کے باب بنی سہم میں عاص بن وائل سہمی آپ ﷺ سے ملا اور کلام کیا۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اشقیائے قریش نے پوچھا کہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔ عاص بولا اس ابتر سے۔ ابتر سے مراد بے نام ونشان ہے۔ حضور ﷺ کا جو صاحبزادہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے تھا، انتقال کر چکا تھا۔ عاص نے حضور ﷺ کو یہ طعنہ دیا کہ زندگی تک ان کا نام ہے پیچھے کوئی نام نہ لے گا؟ یعنی کوئی نام لینے والا نہ رہے گا۔ (مدارج النبوۃ) اس بدبخت کو کیا علم تھا کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک تو اللہ نے ہمیشہ کے لیے مبارک کر دیا ہے۔ اس وقت خالق کائنات نے سورۃ الکوثر کو نازل فرمایا۔ چنانچہ عاص مذکورہ کے نام ونسل کی پہچان نابود ہو کر رہ گئی، مگر حضور صادق المصدوق ﷺ کا

ذکر خیر اور مدحت مصطفیٰ کمال سعادت بھی ہے اور سرمایہ شفاعت بھی۔ بندگان فرش نشین سے لے کر مخلوقات عرش نشین تک ہر جگہ، ہر مقام اور ہر ساعت ذکر مصطفیٰ ﷺ کے گل و لالہ کی مہک فکر و نظر کو معطر کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے جس ہستی عظیم کا سب سے بڑا ثناء خواں اس کا خالق ہو، اس کے حضور بزم کائنات محبت و عقیدت کے کاسے اٹھائے دم بخود کیوں حاضری نہ دے۔ دنیا میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک نہ لیا جا رہا ہو۔ اگر آپ دنیا کے نقشہ کو دیکھیں تو اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرہ عرض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے۔ جن میں جاوا، سماٹرا، بورینیو اور سیلبز وغیرہ کے جزیرے ہیں۔ طلوع سحر سیلبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے۔ سماٹرا کے بعد مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے۔ جکارتہ سے جو اذانوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا، ابھی ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے بھارت کی فضاء توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی، گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اسی عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے ہی افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اسی عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت، عراق اور ایران وغیرہ میں گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول بلد اور عرض بلد پر

واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے، اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔

اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے۔ اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحراوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ وغیرہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے سے مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سلیبز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے اور توحید و رسالت کی بازگشت سے فضا گونج رہی ہوتی ہے تو اس وقت افریقہ میں فجر کی اذان کا وقت ہو جاتا ہے اور افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔ اس طرح کرہ ارض پر ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرتا کہ جس وقت ہزاروں، لاکھوں مؤذن بیک وقت اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ علاوہ ازیں لاکھوں کروڑں انسان پانچوں نمازوں میں اور ان کے علاوہ بھی آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہیں حتیٰ کہ فرشتے اور خود اللہ تعالیٰ بھی نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ ﴿ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی﴾ بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اس طرح داؤد علیہ السلام کی یہ بشارت بھی حضور صادق المصدوق ﷺ پر ہی صادق آتی ہے کہ ''خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا ہے۔'' (زبور)

''ہم نے آپ کا ذکر (ہمیشہ کے لئے) بلند کر دیا۔'' (القرآن)

۴: مجاہدِ اعظم پیغمبر ﷺ اور بائبل:

''اے زبردست! تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فرمانا ’’اے زبردست! تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت وشوکت ہے‘‘ نبی اکرم ﷺ پر ہی فٹ بیٹھتا ہے۔ خود صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا کہ «انا الرسول بالسیف» ’’مجھ کو اللہ نے تلوار دے کر بھیجا ہے۔‘‘ اور پھر لفظ زبردست سے مزید وضاحت کر دی گئی ہے۔ قصص الانبیاء کے معمولی طالبعلم بھی جانتے ہیں کہ پیغمبروں کو لوگوں نے ستایا، کسی کو ذبح کیا، کسی کو جلاوطن کیا، کسی کو آگ میں ڈالا اور کسی کے ٹکڑے کیے، یعنی ناحق قتل کیا گیا اور کسی کو سولی چڑھانے کا پروگرام بنایا۔ اسی طرح تمام انبیاء مصائب کا شکار رہے۔ مصیبتیں اور آزمائش ان کا مقدر ٹھہریں مگر سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی پیغمبر نے اتنی بڑی جمعیت کو اکٹھا کر کے دشمن کا مقابلہ نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے تلوار کو اٹھایا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر تلواروں اور تیروں کے ساتھ بادِ مخالف کا رخ موڑ دیا۔ گویا نبی اکرم ﷺ نے پوری قوت اور طاقت کے ساتھ تلوار اٹھائی۔ مخالفین فدیہ اور جذیہ دینے پر مجبور ہو گئے اور آپ ﷺ ہمیشہ زبردست رہے۔ اور یہود و نصاریٰ کافر وغیرہ ہمیشہ زیردست رہے۔ اس زبردست کی شان وشوکت تلوار یعنی جہاد ہے۔ حضور صادق المصدوق ﷺ نے جب سب سے پہلا معرکہ بدر کے مقام پر لڑا تو آپ کی عمر ۵۵ برس تھی۔ ۸ سالوں میں آپ ﷺ نے ۸۶ جنگیں لڑیں۔ اپنی تلوار کو کمرے سے حمائیل رکھا۔ ۲۷ جنگوں میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے اور اس حقیقت سے بھی کوئی ناآشنا نہیں کہ داؤد علیہ السلام کے بعد ما سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کوئی پیغمبر تلوار کو کاندھے پر لٹکانے والا گذرا ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ «انا نبی الملحمة» میں جہاد لڑنے والا نبی ہوں۔ عیسائیت میں تو جہاد ہے ہی نہیں۔ یہودیت میں اگرچہ کچھ جہاد کا حکم ہے مگر اسلام میں تو قیامت تک جہاد کے جاری رہنے کا حکم ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ ﷺ کے لیے لفظ زبردست یعنی ’’جبار‘‘ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بلاشبہ حضور صادق المصدوق ﷺ تمام طاغوتی قوتوں کے خلاف جابر کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو لوگ بھی جابر گزرے ہیں ان میں رحمت کا کوئی عنصر نہیں پایا گیا۔ مگر حضور صادق المصدوق ﷺ جہاں طاغوتی طاقتوں کے خلاف جابر و قاہر تھے، وہاں ساتھ ساتھ رحمت

اللعالمین کی صفت سے بھی متصف تھے۔ اور رہی جرأت و بہادری تو اس کے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول حسب ذیل ہے۔ ''میں نے آپ ﷺ سے زیادہ نہ کسی کو بہادر دیکھا، نہ دلیر اور نہ آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو سخی پایا۔'' [1]

۵: ''امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں''

﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (التوبہ:۳۳، بائبل)

حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ ﷺ کی ایک نشانی یہ بتائی کہ امتیں اس نبی کے سامنے زیر ہو جائیں گی یعنی اس کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائے گا اور یہی بات قرآن حکیم میں بھی بیان فرما دی گئی ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ (الفتح:۲۸)

''وہی تو ہے (اللہ) جس نے ہدایت (قرآن) اور دین حق دے کر اپنا رسول (محمد ﷺ) بھیجا تا کہ اسے باقی ادیان پر غالب کرے اور اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔''

کفار یہ چاہتے ہیں کہ نور الٰہی بجھا دیں یعنی دین اسلام کو ختم کر دیں۔ یہ کاوش آج ہی نہیں بلکہ چودہ سو سال پہلے سے جاری ہے۔ یہود و نصاریٰ اور ہر قسم کے کفار دین اسلام کو ختم کرنے کے لیے ہر دور میں ہر ممکن کوشش کرتے رہے، صلیبی جنگوں کا نعرہ لگاتے رہے مگر سب بیکار ثابت ہوا، کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے۔

﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾

اور ''امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔'' اس کا یہی مطلب ہے کہ صرف محمد عربی ﷺ کا دین ہی غالب آ کر رہے گا اور اگر کوئی اس نور الٰہی ہدایت ربانی یعنی دین اسلام کو مٹانے کا خیال کرے تو ویسا ہی خیال ہوگا جیسے کہ کوئی شخص اپنے منہ کی پھونک سے آفتاب یا ماہتاب کی

[1] اخرجہ الدارمی عن ابن عمر خصائص صفحہ ۷۲ جلد اول۔

روشنی بجھانی چاہے۔ خیر لوگ اس نور کو بجھانے کی کوشش میں ضرور لگیں گے، آخر کار عاجز ہو کر رہ جائیں گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دین اسلام اور تعلیمات محمدیہ ﷺ کا بول بالا ہوگا۔ لوگ اسے مٹانا چاہتے ہیں مگر اللہ اسے تمام دینوں پر غالب کرنا چاہتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی چاہت ان کی چاہت پر غالب ہے اور غالب رہے گی۔ کفار بیشک ناخوش رہیں لیکن ہر دو آسمانی کتابوں میں موجود اللہ کی یہ بات غلط نہیں ہو سکتی۔ آفتاب ہدایت بیچ آسمان پہنچ کر ہی رہے گا۔

فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے کہ میرے لیے مشرق و مغرب کی زمین لپیٹ دی گئی ہے اور میری امت کی حکومت ان تمام جگہوں پر پہنچے گی۔ مشرق و مغرب تمہارے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ یہ دین ان تمام جگہوں پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں گے یا جہاں کوئی ایک بھی کچا پکا مکان ہو۔ اللہ تعالیٰ عزیزوں کو عزیز کرے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا۔ اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملی گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی۔ اللہ جنہیں عزت دینی چاہے ان کے دلوں کو اسلام سے منور فرمائے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا وہ اسے نہیں مانیں گے۔ لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا، حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا۔ اے عدی! اسلام قبول کرتا کہ تجھے سلامتی ملے۔ میں نے کہا کہ میں تو ایک دین کو مانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے۔ میں نے کہا سچ؟ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل سچ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا کہ یہ تو سچ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تیرے دین میں یہ تیرے لیے حلال نہیں، پس یہ سنتے ہی میں جھک گیا۔ آپ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے کون سی چیز اسلام سے روکتی ہے؟ سن صرف ایک یہی بات تجھے روک رہی ہے کہ مسلمان ضعیف اور کمزور و ناتواں ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہے۔ یہ صرف عرب سے ہی نپٹ نہیں سکتے لیکن سن حیرہ کا تجھے علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں سنا ضرور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری

جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر اکیلے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے گا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا۔ واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔ تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانا پورا ہوا۔ یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں بے خوف وخطر بغیر کسی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں حضور صادق المصدوق کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہوئی کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۝﴾ (الصف : ۹)

''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار ہو۔''

اور اسی سورت میں فرمایا:[۶]

﴿يُرِيۡدُوۡنَ لِيُطۡفِـئُوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ۝﴾ (الصف : ۸)

یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے ہے۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ آیت کریمہ ۳ ہجری میں جنگ احد کے بعد نازل ہوئی جبکہ اسلام صرف شہر مدینہ تک محدود تھا، مسلمانوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی اور سارا عرب اس دین کو مٹانے پر تلا ہوا تھا احد کے معرکے میں جو زک مسلمانوں کو پہنچی تھی اس کی وجہ سے ان کی ہوا اکھڑ گئی تھی

اور گرد و پیش کے قبائل ان پر شیر ہو گئے تھے ان حالات میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ کا نور کسی کے بجھائے نہ بجھ سکے گا بلکہ پوری طرح روشن ہو کر پوری دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ یہ ایک صریح پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ اللہ کے سوا اس وقت اور کون یہ جان سکتا تھا کہ اسلام کا مستقبل کیا ہے؟ انسانی نگاہیں تو صرف یہ دیکھ رہی تھیں کہ یہ ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے جسے بجھا دینے کے لیے بڑے زور کی آندھیاں چل رہی ہیں مگر اللہ یہ فیصلہ فرما چکا ہے کہ یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ ہی نہیں بلکہ اب یہی ایک آفتاب ہے جو دنیا جہاں کی تاریکیوں کو مٹائے گا۔ ہر امت اس کے سامنے زیر ہو کر رہے گی۔ مگر وہ لوگ جو اللہ کی بندگی کے ساتھ دوسروں کی بندگیاں ملاتے ہیں اور اللہ کے دین میں دوسرے دینوں کی آمیزش کرتے ہیں جو اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ پورے کا پورا نظام زندگی صرف ایک اللہ کی اطاعت اور ہدایت پر قائم ہو۔ جنہیں صرف اس بات پر اصرار ہے کہ جس جس معبود کی چاہیں گے بندگی کریں گے اور جن جن فلسفوں اور نظریات پر چاہیں گے۔ اپنے عقائد و اخلاق اور تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھیں گے۔ ایسے سب لوگوں کے لیے یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کا رسول ان کے ساتھ مصالحت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہے بلکہ اس لیے بھیجا گیا ہے کہ جو ہدایت اور دین حق وہ اللہ کی طرف سے لایا ہے اسے پورے دین یعنی نظام زندگی کے ہر شعبے پر غالب کر دے۔ ہر امت پر غالب کر دے یہ کام اسے بہر حال کر کے رہنا ہے۔ کافر و مشرک اسے آسانی سے مانیں یا ایڑی چوٹی کا زور لگائیں، اللہ کا وعدہ بہر حال پورا ہو کر رہے گا اور ہر امت زیر ہو کر رہے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی عرصہ میں کوئی دوسرا نبی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے لہٰذا جب انہیں دیکھو تو درج ذیل علامتوں سے پہچاننا۔ ان کا قد متوسط ہوگا، ان کا رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ وہ زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے، ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا ابھی ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ تر نہ ہوں گے۔ لوگوں سے جہاد کریں گے تاکہ لوگ اسلام قبول کرلیں۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف

کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عہد میں اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب کو ختم کر دے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کانے دجال کو بھی ہلاک کریں گے۔ آپ کی حکومت چالیس سال تک رہے گی پھر وہ فوت ہوں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔'' [1]

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور انہوں نے صلیب پر جان دے کر سارے انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی شریعت میں سور حلال ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد فرمائیں گے میں نہ اللہ کا بیٹا ہوں، نہ مصلوب ہوا، نہ کسی کے گناہوں کا کفارہ بنا نہ سور حلال کیا۔

حدیث شریف میں صلیب کے توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا یہی مطلب ہے۔ اسی طرح جس قدر امتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے قبل اسلام قبول کر لیں گے، سو انہوں نے صراط مستقیم کو پالیا مگر جو لوگ باقی بچیں گے، حدیث شریف میں ہے کہ اس وقت عیسائیوں کی کثرت ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد وہ بھی دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ اسلام کے علاوہ باقی سب ادیان مٹ جائیں گے۔ صرف ایک مسلم امت ہی باقی رہ جائے گی۔ اسلیے کسی دوسری قوم یا ملت سے جزیہ لینے کا جواز ہی ختم ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں جزیہ موقوف کرنے سے یہی مراد ہے۔ اور اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ نشانی بھی حضور صادق المصدوق ﷺ پر ہی صادق آتی ہے۔ آپ ﷺ کا دین ہی تمام ادیان پر غالب ہے۔ تمام امتیں امت محمدیہ ﷺ میں داخل ہوں گی۔ غور فرمائیے کہ ظہور اسلام کے وقت دنیا کی روحانی، اخلاقی اور تمدنی حالت انتہائی پست تھی۔ توحید اور اللہ کی عبادت کا نور نجوم پرستی، اصنام پرستی، تثلیث پرستی، اوہام پرستی اور کہانت کی عالم گیر تاریکی میں چھپ چکا تھا، اخلاقی اقدار کو جذبات فاسدہ نے پامال کر دیا تھا، اقوام عالم کے باہمی جدال و قتال اور وحشت و بربریت کے باعث انسانیت کا شیرازہ پراگندہ اور منتشر ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے مذاہب بدھ مت، مجوسیت، یہودیت، عیسائیت بے روح اور بڑی بڑی تہذیبیں ہندی،

---

[1] ابوداؤد جلد۳ کتاب الفتن واشراط الساعة باب خروج دجال ۳۶:۳۵.

ایرانی، رومی بے جان ہو چکی تھیں۔ اسی اثناء میں آفتاب نبوت کوہ فاران سے طلوع ہوا جس کی ضیاء پاشیوں سے دیکھتے ہی دیکھتے فلاح و ہدایت کا اجالا ہر طرف پھیل گیا۔

رسالت کا بنیادی فرض پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچانا ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدہ : ٦٧)

چنانچہ حضور صادق المصدوق ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد مکی زندگی کے تیرہ برس اور مدنی زندگی کے دس برس تبلیغ و دعوت دین میں اس طرح بسر فرمائے کہ جب آپ ﷺ نے دنیا کو چھوڑا تو نہ صرف پورا عرب مشرف باسلام ہو چکا تھا بلکہ اسلام کا پیغام جزیرہ عرب سے بھی باہر پہنچ چکا تھا۔ پھر چونکہ اسلام کسی مخصوص قوم یا مخصوص علاقے اور محدود مدت کے لیے نہیں بلکہ عالمین کے لیے اور قیامت تک کے لیے پیغام ہدایت ہے اور اس سلسلے میں قرآن مجید کی واضح آیات موجود ہیں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (السباء : ٢٨)

''اور ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔''

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ٥﴾ (الانبیاء : ١٠٧)

لہٰذا خود صادق المصدوق ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہمسایہ ممالک کے بہت سے امراء و سلاطین کو خطوط لکھے۔ قاصد بھیجے اور انہیں اسلام کی دعوت دی گئی۔ جو خطوط مختلف امراء و سلاطین کو بھیجے گئے ان پر محمد رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت تھی۔ اس طرح آٹھ بادشاہ اور ان کی رعایا آپ کی زندگی میں آپ پر ایمان لائے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے (رحمۃ اللعالمین ۱۔صفحہ ۱۹۶ سے ۲۱۱) چند خطوط بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں۔

نجاشی شاہ حبش کے نام:

''یہ خط ہے محمد نبی ﷺ کی طرف نجاشی شاہ حبش کے نام''

''اس...

لائے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس نے نہ کوئی بیوی اختیار کی، نہ لڑکا اور محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے اور میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اس کا رسول ہوں۔ لہٰذا اسلام لاؤ، سلامت رہو گے۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم سے بعض کو اللہ کی بجائے رب نہ بنائیں۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو گواہ رہو، ہم مسلمان ہیں اگر تم نے یہ (دعوت) قبول نہ کی تو تم پر اپنی قوم کے نصاریٰ کا بھی گناہ ہے۔'' (بیہقی شریف)

نجاشی نے جوابی خط لکھا، اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کی طرف تحفے تحائف روانہ کیے۔ اسی طرح مقوقس شاہ مصر، مقوقس عظیم قبط، شاہ فارس خسرو پرویز، قیصر شاہ روم، حاکم بحرین منذر بن ساویٰ، حمیر کے بادشاہوں ہوزہ بن علی صاحب یمامہ، حارث بن ابی شمر غسانی حاکم دمشق شاہ عمان وغیرہ کے نام خط لکھے اور انہیں اسلام کی دعوت دی گئی۔ ان خطوط کی تفصیل جاننے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیے۔

① حضور اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ② زاد المعاد
③ الرحیق المختوم ④ محاضرات خضری

ان دعوت ناموں کے سبب بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور بہت سی امتیں بغیر کسی مزاحمت کے زیر ہوئیں اور انہوں نے بخوشی اسلام کو قبول کیا۔ شاہ فارس خسرو پرویز کو بھی خط لکھا گیا جب یہ خط کسریٰ کو سنایا گیا تو اس نے خط چاک کر دیا اور نہایت تکبرانہ انداز میں بولا، میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ نبی ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے اور پھر وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کے یہاں اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ اسے گرفتار کریں اور میرے

پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس حکم کی تعمیل کی اور دو آدمی منتخب کیے۔ ایک خط دے کر رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا جس میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ وہ لوگ مدینہ پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے تو ایک نے کہا کہ شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو ایک مکتوب کے ذریعے حکم دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس دو آدمی بھیج کر آپ کو کسریٰ کے روبرو حاضر کرے اور باذان نے اس حکم کی تعمیل کے لیے ہمیں آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ چلیں۔ ساتھ ہی دونوں نے دھمکی آمیز باتیں بھی کیں۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ کل ملاقات کریں ادھر عین اسی وقت جبکہ مدینہ میں یہ دلچسپ مہم درپیش تھی، خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اسی کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا شعلہ بھڑک رہا تھا جس کے نتیجے میں قیصر کی فوج کے ہاتھوں فارس کی فوج پے درپے شکست کے بعد اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ یہ منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۷ھ کا واقع ہے۔ (فتح الباری)

رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم بذریعہ وحی ہوا۔ چنانچہ صبح دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے، انہوں نے آپ ﷺ کو چلنے کو کہا کہ چلیے۔ آپ ﷺ کو شاہ فارس نے طلب کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون شاہ فارس؟ وہ رات جہنم رسید ہو چکا ہے۔ یعنی وہ قتل کیا جا چکا ہے۔ دونوں نے کہا کچھ ہوش میں ہیں آپ ﷺ کہ آپ ﷺ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم نے اس سے بھی معمولی بات آپ ﷺ کے جرائم میں شمار کی ہے تو کیا آپ ﷺ کی یہ بات ہم بادشاہ کو لکھ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ضرور اور اسے میری اس بات کی بھی خبر کر دو اور اسے یہ بھی کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی، جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے بڑھتے اس جگہ جا رکے گی جہاں سے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے۔ (یعنی میری دعوت وحکومت دنیا کے کونوں تک پہنچے گی۔)

چنانچہ یہ واپس گئے اور تھوڑے ہی دنوں بعد باذان کے پاس خط پہنچا تا ہے کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور شیرویہ نے اپنے خط میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جس شخص کے بارے

میں میرے والد نے اپنے خط میں ہدایت کی تھی اور لکھا تھا کہ اسے تاحکم ثانی برانگیختہ نہ کرنا۔ اس واقعہ کے بعد باذان اور اس کے رفقاء (یمنی) اسلام لے آئے۔"❶

قیصر شاہ روم کے نام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف۔ اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے، تم اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں دو گنا اجر دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر آریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہو گا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پوجیں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کی بجائے ہمارے بعض، بعض کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر لوگ رخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔ (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ کا یہ خط قیصر روم کو ایلیا میں ملا کیونکہ اس وقت قیصر اس بات پر اللہ کا شکر بجا لانے کے لیے حمص سے ایلیا (بیت المقدس) گیا ہوا تھا کہ اللہ نے اس کے ہاتھوں اہل فارس کو شکست دی۔❷

ہرقل کو خط ملا، ہرقل نے خط پڑھنے کے بعد ابوسفیان بن حرب اور قریش کی ایک جماعت کو بلایا یہ لوگ صلح حدیبیہ کے تحت رسول ﷺ اور کفار قریش کے درمیان طے شدہ عرصہ امن میں اس کے پاس حاضر ہوئے۔ ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں بلا لیا۔ اس وقت اس کے گردا گرد روم کے بڑے بڑے لوگ تھے۔ پھر اس نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلا کر کہا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے اس سے تمہارا کون سا آدمی سب سے زیادہ قریبی نسبی تعلق رکھتا ہے؟ ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے کہا کہ اسے میرے قریب لاؤ، اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان

❶ محاضرات خضری ۱۴۸/۱، فتح الباری ۱۲۷/۸۔ ❷ صحیح مسلم ۹۹/۲۔

سے کہا کہ میں اس شخص اس آدمی (محمد ﷺ) کے متعلق چند ایک سوال کروں گا اور اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اسے جھٹلا دینا، ابوسفیان رضی اللہ عنہ (ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے متعلق یقیناً جھوٹ بولتا یہ اس وقت کی بات ہے کہ حضرت ابوسفیان ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بلکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا شمار آپ ﷺ کے بہت بڑے مخالفین میں ہوتا تھا، وہ چند سوال درج ذیل ہیں:

ہرقل: لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان: وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل: تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟

ابوسفیان: کمزوروں نے۔

ہرقل: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

ابوسفیان: بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: اس نے جو بات کہی ہے کیا اسے کہنے سے قبل تم لوگوں نے کبھی اسے جھوٹ بولتے سنا ہے؟

ابوسفیان: بالکل نہیں۔

ہرقل: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں، البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا (ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں کچھ گھسیڑنے کا موقع نہیں ملا۔)

ہرقل: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی؟

ابوسفیان: جی ہاں

ہرقل: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟

ابوسفیان: جنگ ہمارے اور اس کے درمیان ڈول ہے کبھی وہ ہمیں زک پہنچا لیتا ہے اور کبھی ہم اسے۔

ہرقل: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

ہرقل: جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہوگا میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔

ابوسفیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہمیں باہر بھیج دیا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے (یعنی محمد ﷺ) کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا اس سے تو بنو اصفر (رومیوں)

کا بادشاہ ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آ کر رہے گا، یہاں تک کہ اللہ نے میرے اندر اسلام کو جاگزیں فرمایا۔ قیصر روم نے قاصد رسول یعنی حضرت دحیہ کلبی کو بہت سے مالی تحائف اور پارچہ جات سے نوازا۔ [1]

حاکم بحرین منذر بن ساویٰ کے نام خط:

نبی اکرم ﷺ نے ایک خط منذر بن ساوی بحرین کے حاکم کو لکھ کر بھیجا اور اسے بھی اسلام کی دعوت دی۔ خط کا مضمون تقریباً پہلے خطوں کی ہی مانند ہے۔ صحابی رسول حضرت علاء بن حضری رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر منذر کے پاس پہنچے تو اس منذر نے خط پڑھ کر جوابی خط لکھا۔ منذر یعنی حاکم بحرین کا خط کچھ اس طرح ہے۔

> ''اما بعد! اے اللہ کے رسول ﷺ، میں نے آپ کا خط اہل بحرین کو پڑھ کر سنایا۔ بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور اس کے حلقہ بگوش ہو گئے اور بعض نے پسند نہیں کیا۔ اور میری زمین میں یہود اور مجوس بھی ہیں، لہٰذا آپ اس بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیے۔''

اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

> ''محمد رسول اللہ کی جانب سے ساویٰ کے بیٹے کی طرف، تم پر سلام ہو، میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اما بعد: میں تمہیں اللہ عزوجل کو یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لیے بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی پیروی کرے، اس نے میری اطاعت کی اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے، اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے

اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کر لی ہے۔ لہٰذا مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں، انہیں اس پر چھوڑ دو اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے۔ لہٰذا ان سے قبول کرلو اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کئے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عہدہ سے معزول نہ کریں گے اور جو یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔'' [1]

یہ خط ماضی قریب میں دستیاب ہوا ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کا فوٹو شائع کیا ہے۔ دیکھئے ''حضور اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے حمیر کے بادشاہوں کے نام خط لکھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ''ہوزہ بن علی صاحب یمامہ'' ''حارث بن ابی شمر غسانی حاکم دمشق'' ''شاہ عمان'' وغیرہ کے نام خط لکھے۔ شاہ عمان اور قاصد رسول ﷺ کی گفتگو بڑی دلچسپ اور مضمون سے متعلق ہے۔ لہٰذا اسے بھی قارئین کی سہولت کے لیے نقل کر دیا جاتا ہے۔

عمرو بن عاص: میں تمہارے اور تمہارے بھائی کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایلچی بن کر آیا ہوں۔

عبد: میرا بھائی عمر اور بادشاہت میں مجھ سے بڑا ہے اور مجھ پر مقدم ہے اس لیے میں تم کو اس کے پاس پہنچا دیتا ہوں کہ وہ تمہارا خط پڑھ لے مگر یہ تو بتاؤ کہ تم دعوت کس بات کی دیتے ہو؟

عمرو بن عاص: ہم اللہ کی طرف بلاتے ہیں جو تنہا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

عبد: اے عمرو! تم اپنی قوم کے سردار کے صاحبزادے ہو، تمہارے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ ہمارے لیے اس کا عمل قابل اتباع ہوگا۔

عمرو بن عاص: وہ تو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بغیر وفات پا گئے لیکن مجھے حسرت

[1] زاد المعاد

ہے کہ کاش انہوں نے اسلام قبول کیا ہوتا اور آپ کی تصدیق کی ہوتی۔ میں خود بھی انہیں کی رائے پر تھا، لیکن اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی۔

عبد: تم نے کب ان کی پیروی کی؟

عمرو بن عاص: ابھی جلد ہی۔

عبد: تم کس جگہ اسلام لائے؟

عمرو بن عاص: نجاشی کے پاس اور نجاشی نے ابھی اسلام قبول کر لیا ہے۔

عبد: اسقفوں اور راہبوں نے بھی اس کی پیروی کی؟

عمرو بن عاص: ہاں۔

عبد: اے عمرو کیا کہہ رہے ہو، کیونکہ آدمی کی کوئی بھی خصلت جھوٹ سے زیادہ رسوا کن نہیں۔

عمرو بن عاص: میں جھوٹ نہیں کہہ رہا اور نہ ہم اسے حلال سمجھتے ہیں

عبد: میں سمجھتا ہوں کہ ہرقل کو نجاشی کے اسلام لانے کا علم نہیں۔

عمرو بن عاص: کیوں نہیں

عبد: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟

عمرو بن عاص: نجاشی ہرقل کو خراج ادا کیا کرتا تھا، لیکن جب اس نے اسلام قبول کیا اور محمد ﷺ کی تصدیق کی تو بولا کہ اللہ کی قسم اب اگر وہ مجھ سے ایک درہم بھی مانگے تو میں نہ دوں گا اور جب اس کی اطلاع ہرقل کو ہوئی تو اس کے بھائی یناق نے کہا کیا تم اپنے غلام کو چھوڑ دو گے کہ وہ تمہیں خراج نہ دے؟ اور تمہارے بجائے ایک دوسرے شخص کا نیا دین اختیار کر لے؟ ہرقل نے کہا یہ ایک آدمی ہے جس نے ایک دین کو پسند کیا اور اسے اپنے لیے اختیار کیا اب میں کیا کر سکتا ہوں؟ اللہ کی قسم اگر مجھے اپنی بادشاہت کی حرص نہ ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جو اس نے کیا ہے۔

عبد: عمرو دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟

عمرو: واللہ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد: اچھا مجھے بتاؤ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں؟

عمرو: اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بھی منع کرتے ہیں۔ نیکی و صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ظلم و زیادتی، زنا کاری، شراب نوشی اور پتھر بت صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

عبد: یہ کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف بلاتے ہیں، اگر میرا بھائی بھی اس بات پر میری متابعت کرے تو ہم لوگ سوار ہو کر (چل پڑیں) یہاں تک کہ محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ حریص ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع فرمان بن جائے۔

عمرو: اگر وہ اسلام قبول کر لے تو رسول اللہ ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت برقرار رکھیں گے البتہ ان کے مالداروں سے صدقہ لے کر فقیروں پر تقسیم کر دیں گے۔

عبد: یہ تو بڑی اچھی بات ہے اچھا یہ بتاؤ صدقہ کیا ہے؟

عمرو: حضرت عمرو نے مختلف احوال کے اندر صدقات کی تفصیل بتائی، جب اونٹ کا ذکر کیا تو اس نے کہا۔

عبد: واللہ میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اپنے ملک کی وسعت اور تعداد کی کثرت کے باوجود اس کو مان لے گی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کی ڈیوڑھی میں چند دن ٹھہرا رہا وہ اپنے بھائی کے پاس جا کر میری ساری باتیں بتاتا رہتا تھا، پھر ایک دن اس نے مجھے بلایا اور میں اندر داخل ہوا۔ چوبداروں نے میرے بازو پکڑ لئے، میں نے بیٹھنا چاہا تو چوبداروں نے مجھے بیٹھنے نہ دیا۔ میں نے بادشاہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا کہ اپنی بات کہو میں نے سربمہر خط اس کے حوالے کر دیا اس نے مہر توڑ کر خط پڑھا جب پورا خط پڑھ چکا تو اپنے بھائی کے

حوالے کر دیا، بھائی نے بھی اسی طرح پڑھا مگر میں نے دیکھا کہ اس کا بھائی اس سے زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ: مجھے بتاؤ کہ قریش نے کیا روش اختیار کی؟

عمرو: سب اس کے اطاعت گذار ہو گئے، کسی نے دین کی رغبت کی بناء پر اور کسی نے تلوار سے مقہور ہو کر۔

بادشاہ: ان کے ساتھ کون لوگ ہیں؟

عمرو: سارے لوگ ہیں، انہیں اللہ کی ہدایت اور اپنی عقل کی راہنمائی سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ وہ گمراہ تھے۔ اب اس علاقے میں، میں نہیں جانتا کہ تمہارے سوا کوئی باقی رہ گیا ہو اور اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا محمد ﷺ کی پیروی نہ کی تو تمہیں سوار روند ڈالیں گے اور تمہاری ہریالی کا صفایا کر دیں گے اس لیے اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور رسول اللہ ﷺ تمہیں تمہاری قوم کا حاکم بنا دیں گے تم پر نہ سوار داخل ہوں گے، نہ پیادے۔

بادشاہ: تم کل میرے پاس دوبارہ آؤ، آج میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

عمرو فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا اس نے کہا کہ عمرو مجھے امید ہے کہ اگر بادشاہ کی حرص غالب نہ آئی تو وہ اسلام قبول کر لے گا، میں دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گیا مگر اس نے ملنے کی اجازت نہ دی اس لیے میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا اور اسے بتایا کہ بادشاہ تک میری رسائی نہ ہو سکی اس کے بھائی نے مجھے بادشاہ تک پہنچا دیا۔

بادشاہ: میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا ہے، اگر میں بادشاہت ایک ایسے آدمی کے حوالے کر دوں جس کے شہسوار یہاں پہنچے بھی نہیں تو میں عرب میں سے سب کمزور سمجھا جاؤں گا اور اس کے شہسوار یہاں پہنچ آئے تو ایسا رن پڑے گا کہ انہیں کبھی اس سے سابقہ نہ پڑا ہو گا۔ میں نے کہا کہ اچھا تو کل واپس جا رہا

ہوں جب اسے میری واپسی کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی سے خلوت میں بات کی اور بولا یہ پیغمبر جن پر غالب آ چکا ہے، ان کے مقابل ہماری کوئی حیثیت نہیں اور اس نے جس کسی کے پاس بھی پیغام بھیجا ہے اس نے دعوت قبول کر لی ہے لہٰذا دوسرے دن صبح ہی مجھے بلا لیا گیا اور بادشاہ اس کے بھائی دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور نبی ﷺ کی تصدیق کی اور صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے مجھے آزاد چھوڑ دیا اور جس کسی نے میری مخالفت کی، اس کے خلاف میرے مددگار ثابت ہوئے۔ [1]

اس طرح ان خطوط کے ذریعے آپ کی دعوت ہر جگہ پہنچ گئی اور بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ جو ممالک زیر اثر آتے تھے، اور وہاں زکوٰۃ اور جزیہ کے وصول کرنے کے لیے عمال بھیجے جاتے تھے، وہ اکثر اس درجہ کے لوگ ہوتے تھے جن کا تقدس زہد اور پاکیزگی مسلم ہوتی تھی، اس کے ساتھ عالم اور واعظ بھی ہوتے تھے اور اس لیے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ اسلام کی خدمت بھی انجام دے سکتے تھے۔

ان میں بعضوں کے نام حسب ذیل ہیں:

نام	مقام یا قبیلہ
❀ مہاجر بن ابی امیہ	صنعاء۔ یمن
❀ زیاد بن لبید	حضر موت
❀ خالد بن سعید	صنعاء۔ یمن
❀ عدی بن حاتم	قبیلہ طے۔ (یمن)
❀ علاء بن حضرمی	بحرین
❀ حضرت ابوموسیٰ اشعری	زبید وعدن
❀ حضرت معاذ بن جبل	جند

[1] زادالمعاد ۶۲/۳-۶۳.

❀ جریر بن عبداللہ بجلی	ذوالکلاع حمیری
❀ علی بن ابی طالب (اشاعت اسلام)	قبیلہ ہمدان و جزیمہ و مذحج
❀ مغیرہ بن شعبہ (اشاعت اسلام)	نجران
❀ وبر بن نحیس (اشاعت اسلام)	ابنائے فارس
❀ محیصہ بن مسعود	فدک
❀ حنف	قبیلہ سلیم
❀ خالد بن ولید	اطراف مکہ
❀ عمرو بن العاص	عمان
❀ مہاجر بن ابی امیہ	بطرف حارث بن عبد کلال شہزادہ یمن [1]

رؤسائے قبائل بارگاہ نبوت میں آ کر مسلمان ہو جاتے تھے اور کچھ روز یہاں قیام کر کے اپنے اپنے قبائل میں دعوت اسلام کی غرض سے واپس جاتے تھے، ان اشخاص کے نام یہ ہیں۔

❀ طفیل بن عمرو دوسی	قبیلہ دوس
❀ عروہ بن مسعود	بنو ثقیف
❀ شہر بن باذان	بنو ہمدان
❀ ضمان بن ثعلبہ	بنو سعد
❀ منقذ بن حباب	بحرین
❀ ثمامہ بن آثال	اطراف نجد

ان مبلغین اور دعاۃ کے اثر سے اسلام ہر جگہ تیزی سے آگے بڑھا، فتح مکہ کے بعد دعاۃ اطراف مکہ میں بھیج دیئے گئے تھے اور لوگ خوشی خوشی مسلمان ہوتے جاتے تھے۔

[1] مسند جلد ٥ صفحہ ٣٧٢.

قرآن پاک کی یہ آیتیں اسی موقع کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾ (الفتح)

''جب اللہ کی فتح ونصرت آ گئی اور تم نے یہ دیکھ لیا کہ لوگ فوج درفوج اللہ کے مذہب میں داخل ہورہے ہیں۔''

اس طرح حضرت داؤد کی یہ گواہی پوری ہوتی ہے کہ ''خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے مبارک کیا تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت وشوکت ہے، کمر سے حمائل کر۔'' ''امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔'' ''تیری دعوت کو دنیا کے کونوں تک پہنچاؤں گا۔'' وغیرہ وغیرہ اور حضور صادق المصدوق ﷺ نے اپنے مبلغین اور ان خطوط کے ذریعے اپنی دعوت روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں اور قبائل کے رؤسا تک پہنچا دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت زیادہ لوگ ایمان لائے اور بعض نے کفر بھی کیا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہوگئی اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نام ایک جانی پہچانی چیز بن گیا۔ خلفائے راشدین ہی کے زمانے میں بلکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی کو دیکھ لیجیے کہ کرہ ارض کا نصف جغرافیہ ان کی تاریخ سے وابستہ و پیوستہ ہے حتیٰ کہ ایک نامور غیر مسلم مؤرخ پروفیسر ہتی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں اور سر ولیم میور بھی پروفیسر ہتی کی تصدیق کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کی تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سا ایک اور حکمران ہوتا یا انہیں دس بارہ برس مزید موقع مل جاتا ہے تو بالیقین پوری دنیا پر صرف ایک دین باقی رہ جاتا اور وہ اسلام ہے۔

غیر مسلم مورخین کی تاریخوں سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین کے زمانہ میں حضور صادق المصدوق ﷺ کی دعوت دنیا کے کونوں تک پہنچ چکی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی دعوت زمین کے تمام کونوں تک تو پہنچ چکی، انشاء اللہ اب وہ دن بھی زیادہ دور نہیں جب پوری دنیا پر صرف ایک ہی مذہب ہوگا اور وہ مذہب اسلام ہے۔

نبی ﷺ کا یہ فرمان جو آپ پڑھ چکے یعنی:

«ویھلك الله فی زمانه الملل کلھا الا الاسلام.»

اللہ تعالیٰ ان (عیسیٰ علیہ السلام) کے عہد میں اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب مٹا دیں گے اس طرح تمام امتیں آپ ﷺ کے سامنے زیر ہو جائیں گی اور ہر امت امت محمدیہ میں شامل ہوگی اور حضرت داؤد کی اسی پیشین گوئی میں یہ بات بھی بیان کی گئی کہ:

۶: ''اے زبردست تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر''

داؤد علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء میں محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نبی کندھے پر تلوار لٹکانے والا نہیں۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ «انا الرسول بالسیف» اور آپ کے قوانین ہی ہیبت کے ساتھ مقرون ہیں جیسا کہ حضور صادق المصدوق ﷺ نے خود فرمایا کہ ایک مہینے کی مسافت تک میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔ داؤد علیہ السلام نے بتایا کہ آنے والے نبی کی عزت ہوگی اور اس کے احکام کا نفاذ عمل میں آئے گا اور ان کو ''جبار'' یعنی زبردست کہہ کر خطاب کیا ہے۔ جس میں قوت اور دشمنوں پر غلبہ پانے کی طرف اشارہ ہے وہ کمزور اور ضعیف نہیں۔ نبی کریم ﷺ رحم کرنے والے ''رحمۃ اللعالمین'' اور جنگ کرنے والے مجاہد اعظم زبروست نبی تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کافروں کے حق میں سخت گیر اور آپس میں رحمدل تھے۔

قرآن حکیم میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (المائدہ : ۵۴)

ایمانداروں کے ساتھ نرمی کرنے والے اور کافروں کے ساتھ مقابلہ میں سختی کا برتاؤ کرنے والے تھے۔ یعنی نبی ﷺ زبردست (جبار) بھی اور رحمت اللعامین بھی تھے اور اصحاب پیغمبر ﷺ کی بھی یہی شان ہے کہ وہ آپس میں رحمدل اور کافروں پر سخت دل ہیں۔ دوسری طرف یہود و نصاریٰ کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ عیسائی کفار کے مقابلے میں ضعیف اور مقہور تھے۔ یہودی ایمانداروں کے حق میں سختی کا برتاؤ کرنے والے متکبر تھے۔

﴿كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا

يَقْتُلُوْنَ﴾ (المائدہ : ۷۰)

''یعنی جب بھی رسول ان کی مرضی کے خلاف حکم لاتے تو بعض کی انہوں نے تکذیب کی اور بعض کو قتل کیا۔''

۷: اس کی اولاد اپنے بڑوں کی جگہ سردار ہوگی:

حضور صادق المصدوق ﷺ کی اولاد مبارک سے کئی ایک خلیفہ رہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ رہے اور آپ کی ہی اولاد سے مختلف ممالک میں مثلاً حجاز، یمن، مصر، مغرب و شام اور فارس، ہندوستان وغیرہ میں ہزاروں امراء و سلاطین آپ کی نسل سے ہوتے رہے اور دوسرے بعض ملکوں میں بے شمار امراء و حکام حضور کی نسل سے پائے جاتے تھے۔ اور ان شاء اللہ امام مہدی بھی آپ ہی کی نسل سے ظاہر ہوں گے اور دنیا میں اللہ کے خلیفہ بنیں گے۔ اور آپ کے مبارک عہد ہی میں اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب آئے گا۔

۸: تیرے تیر تیز ہیں:

حضرت اسماعیل کی اولاد زمانہ قدیم ہی سے تیر اندازی کی ماہر چلی آتی ہے جس کو دنیا جانتی ہے ''بائبل میں لکھا ہے کہ اسماعیل تیر انداز بنا'' اور آپ کی اولاد میں بھی مسلسل تیر اندازی چلی آتی رہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ «ارموا بنی اسماعیل فان ابائکم کان رامیــــا» اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کیا کرو کیونکہ تمہارے باپ (اسماعیل) بھی تیر انداز تھے۔ اور فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے عنقریب تم لوگ رومیوں پر فتح حاصل کرو گے اور اللہ تمہارے کام کی کفایت کرے گا اس لیے تم میں سے کوئی شخص تیر اندازی کے کھیل سے ناواقف نہ رہے۔'' [1]

دوسری جگہ فرمایا « من تعلم الرمی ثم ترکه فلیس منی » جس نے تیر کا فن سیکھا پھر اس کو چھوڑ دیا، اس کو ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ (صحیح مسلم) اور تیرے تیر تیز ہیں سے مراد یہ بھی ہے کہ تیرے سامنے کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی کھڑا نہ رہ سکے گا سو ایسا ہی ہوا۔ یعنی جو پتھر

---

[1] جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۹۔

تجھ پر گرے گا پس جائے گا اور جس پر تم خود گرو گے وہ بھی پاش پاش ہو جائے گا۔

۹: اس کا داہنا ہاتھ مہیب کام دکھائے گا:

حضور صادق المصدوق ﷺ نے جنگ بدر اور جنگ حنین کے موقع پر ایک مٹھی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی اور ہجرت کے موقع پر بھی داہنے ہاتھ نے یہی مہیب کام دکھایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی بھی کافر ایسا نہ تھا جو اس کی زد سے بچ رہا ہو بلکہ سب کو اپنی آنکھوں کی پڑ گئی اور شکست کھا کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کو قتل کیا اور قید کیا اور داہنے ہاتھ کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

﴿وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى﴾

اور پھر داہنے ہاتھ نے ایک اور مہیب کام دکھایا کہ اسی داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا حتیٰ کہ سارے لشکر نے سیراب ہو کر پیا...... اور داہنے ہاتھ سے دیگر معجزات کا ظہور ہوا۔ کئی لوگوں کے کھانوں میں برکت ہوئی، کئی لوگوں کو شفا ملی۔

۱۰: وہ نیکی کو پسند کرنے والا ہوگا:

یہ بات تو اس قدر مشہور ہے کہ اس کا اعتراف آپ کے سخت مخالفین کو بھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الاعراف : ۱۵۷)

''وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔''

۱۱: امانت اور سچائی

حضور صادق المصدوق ﷺ کی امانت اور سچائی تو اس قدر مشہور ہے کہ کفار اور دشمن بھی آپ کی کسی بات کو جھوٹا نہ کہتے اور اپنی امانتیں بھی حضور کے پاس رکھتے حتیٰ کہ ہجرت کے نازک موقع پر بھی آپ ﷺ نے صرف امانتوں کے واپس کرنے کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ رہی بات سچائی کی تو نبوت کے بعد تو کیا اس سے قبل بھی

«جربناك مرارا مارء يناك الا صدقا.»

اے اہل مکہ میں نے تم میں (چالیس سال) کا طویل عرصہ گزارا ہے مجھے بتاؤ، مجھے سچا جانتے ہو یا جھوٹا؟ سب نے جواب دیا (اے محمد ﷺ) ہم نے کئی دفعہ تمہیں آزمایا مگر تمہیں ہمیشہ سچا ہی پایا۔ ہرقل شاہ روم کے دربار میں ابوسفیان سے جب حضور صادق المصدوق ﷺ کا حال دریافت کیا گیا تو ہرقل نے پوچھا کہ محمد ﷺ نے جو دعویٰ کیا ہے کیا اس سے پہلے تم نے کبھی اسے جھوٹ بولتے ہوئے پایا؟ ابوسفیان جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، جواب دیا کبھی نہیں۔'' اسی طرح کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر اختصار ہمارے پیش نظر ہے۔

۱۲: بادشاہوں کی بیٹیاں تیری خدمت گذار ہوں گی:

یعنی سرداروں کی بیٹیاں تیری خدمت گذار ہوں گی یہ ایک حقیقت ہے کہ سرداروں کی بیٹیاں شہزادیاں اور امیرزادیاں حضور صادق المصدوق ﷺ کی خدمت میں فخر سمجھتی تھیں آپ کی ازواج مطہراۃ میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک بڑے یہودی سردار حی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو مطلق کے سردار حارث بن ابی کی بیٹی تھیں اور ام حبیبہ ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی تھیں۔ اور اس حقیقت سے بھی مجال انکار نہیں کہ شہزادیاں اور امیر زادیاں، طبقہ اولیٰ کے مسلمانوں کی حرم سرا میں داخل ہوئیں اور ان کی خادمائیں بننے کا شرف حاصل کیا۔

لہٰذا یہ پیشین گوئی ہر لحاظ سے حضور صادق المصدوق ﷺ پر ہی صادق آتی ہے، اس کے برعکس بقول انجیل مسیح کی نہ کوئی شکل وصورت تھی نہ خوبصورتی اور، حقیر اور مردود مرد غمناک تھے۔ ان کی تحقیر کی گئی اور ان کی قدر کسی نے نہ جانی نہ ہی بادشاہوں نے آپ کو نذرانے اور ہدیے پیش کیے۔ بلکہ بقول مروجہ انجیل آپ کو عبرتناک سزا دی اور مصلوب کر دیا نہ آپ کی شادی ہوئی نہ آپ کی اولاد بڑوں کی جگہ بادشاہت کے لیے چنی گئی، نہ ان کے تیر تیز تھے نہ وہ طاقتور اور تلوار لٹکانے والے تھے غور فرمائیے یہ اوصاف ''زبور'' کے بیان کردہ اوصاف [illegible] تمام اوصاف [illegible] کے صرف

اور صرف صادق المصدوق ﷺ خاتم النبین، رحمت اللعالمین اور عہد کے رسول محمد ﷺ کے حق میں صادق آتے ہیں جس طرح نصف النہار کے وقت سورج کی روشنی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا اور اس کی آمد سے رات کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ بعینہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔

۱۳: ''تیرے ہر لباس سے خوشبو آتی ہے'':

یہ جملہ بھی دلالت کرتا ہے کہ اس بشارت کے مصداق نبی آخر الزماں ﷺ ہی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کسی راستے سے گذرتے تو دیر تک اس راستے سے خوشبو آتی تھی جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ اس راستے سے نبی کریم ﷺ گزرے ہیں۔ [1]

۱۴: امتیں ابد الآباد آپ کی شکر گزاری کریں گی:

یعنی امتیں ہمیشہ آپ کا ذکر خیر کریں گی، آپ کی تعریف کریں گی اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اس کا مفصل ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اللہ نے آپ ﷺ کا نام ہی محمد و احمد رکھا ہے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ اصل میں یہاں تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ اس مقام پر آپ ﷺ کا اسم گرامی احمد تھا کہ امتیں ابد الآباد تک تجھے محمد یا احمد کہیں گی۔ عربی ترجمہ شرق الاوسط میں یہ جملہ اس طرح ہے۔ «اذکر اسمك فی کل فدور من اجل ذلك تحمدك الشعوب الی الدھر والابد» اس عبارت میں لفظ تحمدک یعنی حمد احمد محمد ایک ہی بات ہے۔

۱۵: ''تحفے اور ہدیے آپ کو پیش کیے جائیں گے'':

ہرقل قیصر روم، نجاشی شاہ حبشہ اور قبطیوں کے بادشاہ مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت میں مختلف تحائف و ہدایا بھیجے۔

۱۶: وہ برکتوں والا ہوگا:

آپ ﷺ کی زندگی کے ہر فعل میں برکات کا ظہور نمایاں نظر آتا ہے۔

---

[1] سنن دارمی [illegible] رقم [illegible]

۱۷: ''حق وصداقت''

''تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدی سے نفرت'' یہ بات تو آپ ﷺ کے متعلق اس قدر مشہور ہے کہ زبان زد عام ہے۔ آپ کی صفت ہی صداقت اور امانت اور صادق الامین۔ آپ کا نام خود بائبل سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر آپ اس کتاب میں کئی جگہ پر پائیں گے۔

پیشین گوئی نمبر (۹): سلیمان کا مزمور

''اے خدا! بادشاہ کو اپنے احکام اور شہزادہ کو اپنی صداقت عطا فرما وہ صداقت سے تیرے غریبوں کی عدالت کرے گا ان لوگوں کے لیے پہاڑوں سے صداقت کے پھل پیدا ہوں گے وہ لوگوں کے غریبوں کی عدالت کرے گا وہ محتاجوں کی اولاد کو بچائے گا اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا جب تک سورج اور چاند قائم ہیں، لوگ نسل در نسل تجھ سے ڈرتے رہیں گے۔ وہ کٹی ہوئی گھاس پر مینہ کی مانند اور زمین کو سیراب کرنے والی بارش کی طرح نازل ہوگا اس کے ایام میں صادق برومند ہوں گے اور جب تک چاند قائم ہے خوب امن رہے گا۔ اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہوگی، بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چاٹیں گے، ترسیس کے اور جزیروں کے بادشاہ نذریں گذرانیں گے سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیے لائیں گے بلکہ سب بادشاہ اس کے آگے سرنگوں ہوں گے۔ کل قومیں اس کی مطیع ہوں گی کیونکہ وہ محتاج کو جب وہ فریاد کرے، اور غریب کو جس کا کوئی مددگار نہیں چھڑائے گا وہ غریب اور محتاج پر ترس کھائے گا اور محتاجوں کی جان کو بچائے گا اور فدیہ دے کر ان کی جان کو ظلم سے چھڑائے گا اور ان کا خون اس کی نظر میں بیش قیمت ہوگا وہ جیتے رہیں گے اور سبا کا سونا اس کا دیا جائے گا لوگ برابر اس کے حق میں دعا کریں گے وہ دن بھر اسے دعا دیں گے زمین میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر اناج کی افراط ہوگی ان کا پھل لبنان کے درختوں کی طرح جھومے گا اور شہر والے گھاس کی مانند ہرے بھرے ہوں گے اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا جب تک سورج ہے اس کا

نام رہے گا۔'' ❶

اس نبی موعود کے حق میں زبور میں بکثرت پیشین گوئیاں ہیں، زبور ۹۶ میں ہے'' بے شمار جزیرے خوشی منائیں بادل اور تاریکی اس کے اردگرد ہیں، صداقت اور عدل اس کے تخت کی بنیاد ہیں۔ آگ اس کے آگے آگے چلتی ہے اور چاروں طرف اس کے مخالفوں کو بھسم کر دیتی ہے۔ اس کی بجلیوں نے جہان کو روشن کر دیا۔ زمین نے دیکھا اور کانپ گئی خداوند کے حضور پہاڑ موم کی طرح پگھل گئے یعنی ساری زمین کے خداوند کے حضور آسمان اس کی صداقت ظاہر کرتا ہے سب قوموں نے اس کا جلال دیکھا ہے کھدی ہوئی مورتوں کے سب پوجنے والے جو بتوں پر فخر کرتے ہیں، شرمندہ ہوں۔'' ❷ حضرت سلیمان کے ان مزامیر میں نبی موعود کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، ہر ایک صفت صرف محمد رسول اللہ ﷺ پر ہی صحیح معنوں میں صادق آتی ہے۔ مثلاً

صادق اور عادل، عدالت کرے گا، امن رہے گا، دعا کریں گے، دعا دیں گے، قائم رہے گا قومیں اس کی مطیع ہوں گی، بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے، اس کے دشمن خاک چاٹیں گے غریبوں کا مددگار یتیموں کا حامی محتاجوں کا مددگار اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا...... بتوں کو توڑے گا بت پرست شرمندہ ہوں گے وہ دن بھر اسے دعا دیں گے درود اور اذان کے بعد کی دعا پر غور فرمائیں لہٰذا اس کی ہر صفت محمد رسول اللہ ﷺ پر بدرجہ اتم صادق آتی ہے۔

عیسائیوں کا دعویٰ:

عیسائیوں نے اس پیشین گوئی کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے اول تو اس میں بیان کردہ کوئی صفت عیسیٰ علیہ السلام میں موجود نہیں، پھر عیسائی جس آیت سے استدلال کرتے ہیں مثلاً ''وہ غریب اور محتاج پر ترس کھائے گا اور محتاجوں کی جان کو بچائے گا اور فدیہ دے کر ان کی جان کو ظلم سے چھڑائے گا۔'' اس سے عیسائی عقیدہ کفارہ مطلب لیتے ہیں۔

❶ زبور ۷۲-۱ تا ۱۷۔ ❷ زبور ۹۷-۱ تا ۷۔

اس لیے اسے عیسیٰ علیہ السلام کی بابت بتاتے ہیں مگر یہ غلط ہے اول تو عقیدہ کفارہ من گھڑت ہے اس کا بطلان واضح ہے اور تصلیب مسیح کے مفروضہ واقعات بعل دیوتا کی تصلیب سے ماخوذ ہیں۔ دوئم یہاں یہ لفظ نہیں "جان کو گناہ سے چھڑائے گا" بلکہ جان کو ظلم سے چھڑائے گا رسول اللہ ﷺ نے بہت سے غلاموں کا فدیہ دے کر ان کو ظلم سے چھڑایا مثلاً سلمان فارسی، بلال حبشی وغیرہ اور عشر زکوٰۃ صدقات کے ذریعے یتیموں اور غریبوں سے ہمدردی فرمائی، پھر یتیم کا مال کھانے والے کو جہنم کی آگ کا مژدہ سنایا ...... آپ نے ہی بتوں کو توڑا، بت پرست شرمندہ ہوئے، لہٰذا اس کی ہر صفت محمد ﷺ پر صادق آتی ہے اور ایک بات سے خود ساختہ مراد کفارہ جو مسیحی حضرات کو پسند آئی، اس کی بناء پر اسے عیسیٰ سے جوڑ دیا باقی سب نشانیوں کا کیا جواب ہے؟ پھر عقیدہ کفارہ کی کیا حیثیت ہے؟ اس لیے ان تمام پیشین گوئیوں کے مصداق صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔

پیشین گوئی نمبر (۱۰): دو دھاری تلوار اور امت حمادون

"خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ اور مقدسوں کے مجمع میں اس کی مدح سرائی کرو، اسرائیل اپنے خالق میں شادمان رہے فرزندان صیون اپنے بادشاہ کے سبب سے شادمان ہوں وہ ناچتے ہوئے اس کے نام کی ستائش کریں وہ دف اور ستار پر اس کی مدح سرائی کریں کیونکہ خداوند اپنے لوگوں سے خوشنود رہتا ہے وہ حلیموں کو نجات سے زینت بخشے گا مقدس لوگ جلال پر فخر کریں وہ اپنے بستروں پر خوشی سے نغمہ سرائی کریں ان کے منہ میں خدا کی تمجید اور ہاتھ میں دو دھاری تلوار ہوتا کہ قوموں سے انتقام لیں اور امتوں کو سزا دیں، ان کے بادشاہوں کو زنجیروں سے جکڑیں۔" [1]

۱: وہ بستروں پر نغمہ سرائی کریں:

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جو ہر کام کی ابتداء سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تمجید کرنے کی

[1] زبور ۱۴۹-۱تا۸۔

تعلیم دیتا ہے مثلاً کھانا کھانے کی دعا، پانی پینے کی دعا، بستر پر لیٹنے کے وقت اللہ کی تمجید، نیند سے اٹھنے پر اللہ کی تمجید، حتیٰ کہ نیا کپڑا پہننے، بازار جانے، گھر میں داخل ہونے اور بہت سارے مقامات پر دعائیں پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دن میں پانچ وقت نماز، تہجد کی نماز، اشراق کی نماز، جمعۃ المبارک اور حج وغیرہ ان تمام باتوں کے پیش نظر وہ بستروں پر نغمہ سرائی کریں گے اور ان کے منہ میں خدا کی تمجید ہوگی، یہ صفت صرف امت اسلامیہ کی ہے اور ایسے فرمانبرداروں کو مقدس لوگ کہا گیا ہے ان کے اوصاف میں ان کا تسبیح و تمجید میں مصروف رہنا ہے۔

۲: دوسری قوموں سے انتقام اور بادشاہوں کو جکڑنا:

دوسری یعنی مشرک اور کافر قوموں سے انتقام لینا ان کے بادشاہوں کو جکڑنا یہ صفت صرف محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب میں نظر آئے گی۔ کہیں ثمامہ بن اثال زنجیروں میں جکڑا ہوا نظر آئے گا اور کہیں شاہ ایران۔

۳: دو دھاری تلوار:

منہ میں اللہ کی تمجید ہاتھوں میں دو دھاری یعنی تیز تلوار اور دل میں تقویٰ و پرہیزگاری اور صرف اللہ کا خوف اور مشرکوں سے انتقام کا جذبہ، یہ صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان اوصاف سے کوسوں دور ہیں وہ اس کا مصداق ہرگز نہیں، بعض عیسائی حضرت سلیمان کا نام لیتے ہیں مگر اول تو ان میں بھی یہ تمام صفات موجود نہیں پھر بائبل سے ہی خبر ملتی ہے، مشرکوں سے بدلہ لینا تو درکنار وہ تو خود نعوذ باللہ آخر عمر میں مرتد اور بت پرست ہو چکے تھے۔

پشین گوئی نمبر (۱۱): بائبل میں مکہ مکرمۃ اور کعبۃ اللہ کا ذکر

”اے لشکروں کے خداوند اے میرے بادشاہ اور میرے خدا، تیرے مذبحوں کے پاس گوریا نے اپنا آشیانہ بنا لیا جہاں وہ اپنے بچوں کو رکھے گی۔ مبارک ہیں وہ

جو تیرے گھر میں رہتے ہیں وہ سدا تیری تعریف کریں گے مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے جس کے دل میں صیّون کی شاہراہیں ہیں۔ وہ وادی بکا (مکہ) سے گذر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔ بلکہ پہلی بارش اسے برکتوں سے معمور کر دیتی ہے۔ وہ طاقت پر طاقت پاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک صیون میں خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔'' [1]

اس باب میں کتنی وضاحت کے ساتھ نام لے کر اس بات کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ حضور صادق المصدوق ﷺ کی وادی مبارک بکا (مکہ) ہو گی اس بشارت میں چند باتیں قابل توجہ ہیں۔

1: ابابیلوں کا ذکر کہ وہاں ابابیل نے اپنے لیے گھونسلا بنا لیا۔

2: وہ سدا تیری تعریف کریں گے۔

3: تیرے مذبحوں کے قریب گویا نے آشیانہ بنا لیا۔

4: اس کی قوت تجھ سے ہے۔

5: وہ وادی بکہ سے گذر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔

عربی بائبل کے الفاظ ہیں:

«العصفور ایضا وجد بیتا والسنونة عشا لنفسها حیث تضع افراخها مذابحك یارب الجنور ملكی والهی طوبی للساكنین فی بیتك ابدا یسبحونك طوبی لاناس عزهم بك طرق بیتك فی قلوبهم عابرین فی وادی البكاء یصیرونه ینبوعا ایضا ببركات یغطون مورة یذهبون من قوة الی قوة یرون قدام الله فی صیهون.» [2]

بائبل کے انگریزی ترجمہ کے الفاظ ہیں۔

"Even the sparrow finds a home, and the swallow a nest

---

[1] زبور باب ۸٤ آیت ۳ تا ۷.
[2] كتاب المقدس مزامیر ۸٤-۳تا۷.

for herself, where she may lay her young at your altars, o Lord of hosts, my king and my God. Blessed are those who dwell in your house, ever singing your praise. Blessed are those who strength is in you in whose strength is in you in whose heart are the highways to Zion. As they go through the valley of Beca, They make it a place of springs, the early rain also lovers it with pools. They go from strength, each one appears before God in Zion." [1]

ان ہر سہ عبارت میں اردو، عربی، انگریزی تینوں زبانوں میں لفظ بکا ہی موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بکا وہ اسم معرفہ یعنی پروپر ناؤن ہے جس کو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا اور انگریزی تحریر میں اسم معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اسی کے مطابق انگریزی کی بائبل میں لفظ بکا کا پہلا حرف B بھی بڑی B کے ساتھ لکھا ہے۔

لفظ وادی عربی، اردو اور لفظ ویلی Valley جو بمعنی وادی ہے۔ انگریزی میں لفظ Beca سے پہلے موجود ہے۔ اسی عبارت میں ایک اور بات قابل غور ہے کہ ''وہاں بسنے والے وادی بکا میں ایک کنواں بھی بنائیں گے۔''

ان تمام باتوں کا ثبوت جاننے سے قبل قارئین یہ بھی جان لیں کہ قرآن حکیم نے بھی اس وادی کا نام بکا (بکہ) ہی بتایا گیا ہے۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝﴾

(آل عمران: ۹۶)

''یہ گھر (بیت اللہ) دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض

[1] E.S.V Bible, Psalm 84-3 to 7

سے بکہ میں بنائی گئی اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔''

مکہ کا نام مکہ یا بکہ قرآن کریم کے نزول سے قبل یہ نام مشہور نہ تھا بلکہ اس وقت اس کا نام بن کھیتی کی زمین یا آہ و بکا کی وادی اس لیے کہا جاتا تھا کہ فاران کے اس بیابان میں کھیتی باڑی اور ہریالی نہ تھی، اور پانی بھی نہ تھا اس لیے «بواد غیر ذی ذرع» یعنی بن کھیتی کی زمین یا فاران کا بیابان تھا۔ قاموس الکتاب میں بکا کی وادی کا ترجمہ آہ و بکا کیا گیا ہے اور اس کی تفصیل یہ بتائی گئی ہے اور وہاں کی وادی کے درختوں سے آنسوؤں کی طرح گوند ٹپکتا ہے اس لیے اسے آہ و بکا کی وادی کہتے ہیں اور اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ بکّا سے مراد مکہ نہیں بلکہ آہ و بکا ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ وادی کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے۔ ہم کہتے ہیں آہ و بکا کی وادی اور بن کھیتی کی وادی ایک ہی چیز ہے۔ آپ آہ و بکا کی وادی کہہ لیں یا بوادٍ غیر ذی ذرعٍ بن کھیتی کی زمین ایک ہی بات ہے اور اسی وادی کا نام بعد میں بکہ اور مکہ مشہور ہوا۔ پھر E.S.V بائبل کے الفاظ پادری صاحب کی تاویل کے رد میں کافی ہیں کہ یہ لفظ بُکا نہیں بکّا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس گھر کی تمنا میں بے چین ہو کر فرماتے تھے۔

''مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری حمد کریں گے وہ بکا سے گزرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے۔''

آپ نے صرف بکہ کا نام ہی نہیں لیا بلکہ اس شہر کی اور بیت اللہ کی چند ایک نشانیاں بھی بیان فرما دیں۔

الف:...... ساکنین بیت جن کا ذکر مذکورہ پیشین گوئی میں ہے وہ حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔

﴿رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ (ابراهیم: ۳۷)

''اے اللہ! میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں ہوتی

تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔"

ب:...... یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غیر ذی ذرع یعنی بن کھیتی کی زمین ہے۔ اس کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکہ ہے۔

﴿ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة﴾

"پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔"

اسی طرح توراۃ میں ایک خاص نشانی کنواں بنانے کی ہے اور کنواں بنانے کا ثبوت جو وادی بکہ میں بنایا گیا ہو۔ بخاری کی حدیث کتاب الانبیاء "عن ابن عباس" میں اسماعیل اور ان کی والدہ کے یہاں آنے آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اس کے فقرہ نمبر ۲ میں یہ عبارت ہے۔

«وغمز عقبيه على الارض قال فانثبيق المآء فدهشت ام اسماعيل فجعلت تحفر.»

"(اسماعیل) نے ایڑی زمین پر ماری، پانی ابل پڑا۔ اسماعیل کی ماں حیران رہ گئی، پھر اسے کھود کر کنواں بنانے لگی۔"

اس کنویں کا ذکر خود بائبل میں موجود ہے:

"اور اللہ کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ اللہ نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے، اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو بڑی قوم بناؤں گا پھر اللہ نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا۔" [1]

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کنواں حضرت اسماعیل کے پاؤں کی جگہ سے نکلا، وہیں سے چشمہ پھوٹا جیسا کہ بائبل کی آیت ہے۔ "خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا تھا،

[1] پیدائش باب ۲۱ آیات ۱۷ تا ۱۹

اس کی آواز سن لی ہے۔'' ''اور پھر اس کی آنکھیں کھولیں۔'' یعنی وہ حیران رہ گئی کیونکہ ''اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا۔'' حالانکہ وہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا، اسی لیے حضرت ہاجرہ نے اپنے بچے کو پہاڑی کے سائے میں لٹا دیا اور خود تیر کے ٹپہ کے برابر دور جا بیٹھی تاکہ اپنے بیٹے کو پیاسا مرتا تو آنکھوں سے نہ دیکھے۔ مگر پھر حیران رہ گئی کہ اس کے پاؤں کی جگہ سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔

اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی آواز سن لی۔ حضرت ہاجرہ کی پریشانی کو دیکھا اور اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کے مقام سے اللہ کے حکم سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا، پانی دیکھ کر حضرت ہاجرہ حیران ہوئیں اور فرمایا: زم زم ''رک جا رک جا'' اور پھر اس کے گرد پتھر اور مٹی کی دیوار بنا دی تاکہ پانی محفوظ رہے اور اسے آج تک زم زم کہا جاتا ہے۔ قارئین محترم! آپ نے دیکھا زبور کے اس مقام پر جہاں بکہ کا نام نکل آیا وہاں ایک کنواں کا ہونا بھی تصدیق ہو گیا۔ اب چند ایک نشانیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

د:...... ''تیرے مذبحوں کے پاس گوریا نے اپنا آشیانہ بنا لیا جہاں وہ اپنے بچوں کو رکھے گی۔''

اس نشانی سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نشانی بھی صرف بیت اللہ ہی کی خاص نشانی ہے۔ ابابیلوں کی بیت اللہ کے ساتھ پرانی محبت ہے جو آج تک قائم ہے۔ ابابیلوں نے وہاں گھونسلے بنا رکھے ہیں۔ ابابیل کثرت سے وہاں موجود ہیں۔ عیسائی بادشاہ ابرہہ کو بھی اللہ نے انہی ابابیلوں کے ذریعہ ہلاک کیا۔

ھ:...... ''وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں وہ سدا تیری تعریف کریں گے''

اور یہ نشانی بھی بیت اللہ اور امت مسلمہ کے لیے مخصوص ہے۔

آج بھی اس گھر میں جا کر دیکھو «لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك» کی آوازیں ہر سو سنائی دیتی ہیں۔ پھر یہود ونصاریٰ کے لیے سبت کا دن عبادت کے لیے مخصوص ہے، جبکہ مسلمان دن میں پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ تہجد اس کے علاوہ ہے، پھر مسلمان چلتے

پھرتے اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

وادی بکّا کی نشانیاں:

وادی بکّا میں بیت اللہ (زبور ۸۴۔۴) وادی بکّا کے ساکنین برکت والے ہیں (زبور ۸۴۔۶) وادی بکّا میں چشمہ (زبور ۸۴۔۶) بیابان یعنی بن کھیتی کی زمین، ناپاک وہاں سے گزر نہیں کرے گا، خداوند کا شہر یعنی بیت اللہ، شوکت کا گھر یعنی بیت الحرام، وہاں ابابیلوں کا بسیرا، اُس کے پھاٹک ہمیشہ کھلے رہیں گے، ان نشانیوں کے علاوہ ایک خاص نشانی بائبل میں یہ بھی بیان کی گئی ہے۔

''ان لوگوں پر جو تمام قوموں سے فراہم ہوئے ہیں جو مویشی اور مال کے مالک ہیں اور زمین کی ناف پر بستے ہیں اپنا ہاتھ چلائے'' (حزقی ایل ۳۸۔۱۲) کیتھولک بائبل کے الفاظ ہیں، ''ان لوگوں پر جو اب قوموں میں سے فراہم کیے گئے ہیں اپنا ہاتھ چلاؤں وہ مواشی اور مال کے مالک بنے ہیں اور جہان کے مرکز میں بستے ہیں (کیتھولک بائبل ایضاً) اور E.S.V بائبل کے الفاظ ہیں۔

The people who were gathered from the nations, who have acquired livestock and goods, who dwell at the center of the earth.[1]

جہان کا مرکز اور زمین کی ناف:

کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ ہے اور اس کا نصف ۶۰ ہوا جب ۶۰ کو ۸۰ درجہ شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کر دیں تب بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں اور مکہ معظّمہ ۲۱½ درجہ پر آباد ہے اس لیے کل کرہ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا نام

[1] Ezekiel, 38-12.

لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ تقریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو فرق ہے وہ اس لیے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔ (ب) اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے بلد شمالی پر واقع ہے۔ انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ ومنگول اور مغرب میں حبشی وہامائٹ (نسل عام) اور ریڈ انڈینز امریکہ کے اصلی باشندے اور جب کُل قوموں میں پیغام کا پہنچانا مقصود ہو تو عرب اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالباً اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿و جعلنا کم امة و سطا لتکونو ا شهد آء﴾

''اور ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا تاکہ قوموں کے سامنے تم اللہ کی شہادت ادا کرو''۔

اگر ہم عرب کو کرہ ارض کے نقشہ سے دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اسے ایشیاء، یورپ وافریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی وتری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے ان وجوہات کے پیش نظر اسے زمین کی ناف، جہان کا مرکز، Center of the Earth کہا جاتا ہے۔

پیشین گوئی (۱۲): تحویل قبلہ اور بائبل

قرآن حکیم میں دوسرے پارہ کی ابتداء میں ہی تحویل قبلہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (البقرہ: ۱۴۲)

''اب کہیں گے بیوقوف لوگ، کس نے پھیر دیا ہے مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر پہلے تھے، آپ فرما دیجئے کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے جسے چاہے، سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔''

حضور صادق المصدوق ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ۱۶، ۱۷ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ دراں حالیکہ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھی جائے جو قبلہ ابراہیمی ہے۔ اس کے لیے آپ ﷺ دعا بھی فرماتے اور بار بار آسمان کی طرف نظر بھی اٹھاتے بالآخر اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم دیا جس پر یہود و نصاریٰ اور منافقین نے شور مچا دیا اور اعتراض کرنے لگے۔

حالانکہ نماز اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے اور عبادت میں عابد کو جس طرح حکم ہوتا ہے، اسی طرح کرنے کا وہ پابند ہوتا ہے۔ اس لیے جس طرف اللہ نے پھیر دیا اسی طرف پھر جانا ضروری تھا۔ نماز آغاز نبوت میں ہی فرض ہو چکی تھی مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نہ ہوا تھا۔ اس لیے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی ﷺ نے بیت المقدس کو ہی قبلہ بنائے رکھا۔ مدینہ میں پہنچ کر بھی یہی عمل رہا۔ کیونکہ حضور صادق المصدوق ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جس بارہ میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے تھے، دیکھئے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما [1]

مگر ہجرت کے دوسرے سال اور تاریخ ابن خلدون کے مطابق سترہ ماہ بعد اللہ نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا یہ حکم نبی ﷺ کے دلی منشاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جسے کعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ اور صرف عبادت الٰہی کے لیے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا۔ اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے یہ بھی بتا دیا کہ اللہ پاک جملہ جہات سے یکساں نسبت رکھتا ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ : ۲۱۵)

---

[1] تیسیر الوصول جلد ۱ باب السلم؛ الفرق

(۲)......اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ عبادت کے لیے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے۔

﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا﴾ (البقرہ: ۱۴۸)

(۳)......اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ کسی طرف منہ کر کے اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾

(البقرہ: ۱۷۷)

(۴)......اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے متبعین رسول ﷺ کے لیے ایک ممیز علامت قرار دی جائے۔

﴿لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه﴾

یہی وجہ تھی کہ جب نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا کیونکہ مشرکین بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے اور کعبہ تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا۔ اس لیے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بین علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے۔ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے وہ مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام کے قائل نہ تھے یعنی اس کی عظمت کے منکر تھے۔ اور بیت المقدس کو تو وہ بیت المقدس یا بیت ایل یا ہیکل تسلیم کرتے ہی تھے۔ اس لیے مدینہ میں اسلام قبول کرنے کی بین علامت یہی ٹھہرائی گئی کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔ حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی۔ اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی ہے۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾

(آل عمران: ۱۹۶)

یعنی یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی مبارک عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض سے مکہ میں بنائی گئی اور تمام عالموں کے لیے ہدایت ہے۔ پس چونکہ اسے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے، اس لیے اس کو قبلہ بنانا مناسب ہے۔

﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ﴾ (البقرہ: ۱۲۷)

دوئم یہ کہ اس مسجد کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ابراہیم علیہ السلام ہی یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ اس لیے ان شاندار قوموں کے پدر اعلیٰ بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا اقوام ثلاثہ کو اتحاد نسبی و جسمانی کی یاد دلا کر اتحاد روحانی کے لیے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا حکم «ادخلو فی السلم» سنا دینا تھا۔

کعبہ کے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کر سکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اس لیے کہ کعبہ کی تعمیر یروشلم سے تقریباً ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار نو اکیس سال پہلے کی ہے۔ مسٹر آر سی دت نے اپنی تاریخ ''سویلائزیشن آف اینشنٹ انڈیا'' میں متعدد عالموں کی شہادات کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا دور جو وید کا زمانہ ہے، مسیح علیہ السلام سے چودہ سو سے دو ہزار بیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ:

۱: خاتم النبیین کا تعلق مکہ مکرمہ سے ہوگا۔

۲: وہ مسجد جو آخر میں قبلہ قرار دی جائے گی وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے بڑھ کر ہوگی۔

اسی لیے سارے زمانے کی اصلاح کا مرکز مکہ مکرمہ کو بنایا گیا۔ ذرا سوچیے کہ سارے زمانے کی اصلاح کا مرکز کہاں ہونا چاہئے تھا؟ ذرا سے تعمق کے بعد فیصلہ عرب کے حق میں نکلے گا۔ جغرافیائی لحاظ سے بھی عرب کو مرکزیت حاصل ہے کہ وہ ایشیا، یورپ اور افریقہ تینوں

[1] مترجم لے ذی احمد صاحب صفحہ ۷-۸۔

ہو گا کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہو گی اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آ کر تیرے گرد بے شمار ہوں گی وہ سب سبا سے آئیں گے سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو جلال بخشوں گا۔'' ❶

''اور وہ تیرا نام خداوند کے شہر اسرائیل کے قدوس کا صیون رکھیں گے۔'' ❷

قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔'' ❸

واضح ہو کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ بیت الحرام کا ہے۔ اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے۔ اور اسی باب کی آیت نمبر ۱۴ میں ہے کہ وہ تیرا نام خداوند کا شہر رکھیں گے اور خداوند کا شہر لفظ بیت اللہ کا لفظی ترجمہ ہے۔ اور مزید یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے، نہ کہ کوئی اور مقام کیونکہ اس سے بات صاف اور بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آیت ۶، ۷ میں مدیان عیفا قیدار اور نبایوت کے لوگوں کا جمع ہونا اور قربانیاں کرنا بتایا گیا ہے۔ ان کی عورتوں کو بھیڑوں اور مردوں کو مینڈھوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لوگوں کو بھیڑوں سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا کہ ''میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں آیا۔'' یہ پانچوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے یا پوتے ہیں جو عرب میں آباد ہوئے اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے دین میں داخل ہوئے اور وہ نہ عیسائی تھے نہ یہودی۔ ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح منیٰ پر ہی قربانیاں پیش کیں تھیں۔ قوموں کے نام منیٰ کا پتہ عرب کا قاطبۃً

❶ یسعیاہ ۶۰-۳ تا ۷۔ ❷ ایضاً آیت ۱۴۔ ❸ یسعیاہ ۶۰-۱۴۔

براعظموں کو بحری اور بری راستوں سے اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ ملا کر ایک کر رہا ہے۔ مزید براں اسلام سے قبل عرب کے جنوب پر افریقی سلطنت حبشہ کا مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی حصہ پر رومی سلطنت کا قبضہ تھا۔ افریقہ، ایشیا اور یورپ کی ان تینوں بڑی سلطنتوں کے قبضے کی بناء پر عرب سے اٹھنے والی آواز کے تینوں براعظموں تک پہنچ جانے کے بعد سامان پہلے سے موجود تھے۔ اور اسی سنگم کے باعث اسلام کی آواز بڑی سرعت سے دنیا میں پھیل گئی۔ اسی لیے اس حسن حسن آفرین علیہ السلام کی جلوہ افروزی کے لیے شہر بھی وہ منتخب ہوا جو دنیا میں اپنے تقدس اور شرف کے لحاظ سے لاجواب ہے۔

مکہ المکرمہ (زادھا اللہ شرفا و تکریما) کی بنا خلیل اللہ علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے دنیا کی حسین وادیوں کو چھوڑ کر غیر ذی ذرع وادی (بن کھیتی کی زمین) میں خاص مصالح کے تحت رکھی تھی۔

جس کو بلد الامین کے لقب سے نوازا۔ دنیا کے بت کدے میں پہلا اور آخری گھر اللہ کا اس شہر میں تعمیر ہوا اور اللہ کی مخلوق کے لیے مرجع مامن بنا۔ بیت اللہ کی عظمت دلوں میں بٹھائی کہ کفر و جہالت کے دور میں اسلام کی ضیاء پاشی سے قبل بھی انسان اس کے گھر کے طواف کے لیے کھنچے چلے آتے تھے اور آج تک ہر سال آنے والوں کی تعداد گذشتہ سالوں سے دوگنی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر نبی ﷺ کو بھی مکہ میں مبعوث کیا گیا اور مکہ میں سب سے پہلے اللہ کے گھر کو قبلہ قرار دیا گیا۔

مجموعہ بائبل میں تحویل قبلہ کے متعلق ایک مقام پر اس کی وضاحت موجود ہے۔ اول یسعیاہ کی کتاب باب ۶۰ ملاحظہ کیجیے اس میں تمام عبارت مکہ اور بیت اللہ کی تعریف میں ہے۔

''قومیں تیری روشنی کی طرف آئیں گی اور سلاطین تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے، اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف دیکھ وہ سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں اور تیرے پاس آتے ہیں، تیرے بیٹے دور سے آئیں گے اور تیری بیٹیوں کو گود میں اٹھا کر لائیں گے تب تو دیکھے گی اور منور ہوگی۔ ہاں تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ

مسلمان ہو جانا حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیات کے معنی کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں۔

عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم اور ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں سے بنائی گئی دنیا بھر کی پہلی عبادت ہی قبلہ ہونی چاہئے تھی جس کے معمار بنی اسماعیل علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت و رفعت کے عیسائی معترف ہیں جبکہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی اور حضرت سلیمان نے یروشلم یعنی بیت المقدس کی تعمیر فرمائی اور ان دو عالی شان پیغمبروں کی عیسائیوں کے نزدیک کتنی عظمت ہے؟ اور بائبل کے بقول ان کا کردار کیسا تھا؟

حضرت داؤد علیہ السلام اور بائبل:

''داؤد بادشاہ بڈھا اور کہن سال ہوا اور وہ اسے کپڑے اوڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا تھا، سو اس کے خادموں نے اس سے کہا کہ ہمارے مالک بادشاہ کے لیے ایک جوان کنواری ڈھونڈی جائے جو بادشاہ کے حضور کھڑی رہے اور اس کی خبر گیری رکھا کرے اور تیرے پہلو میں لیٹ رہا کرے تاکہ ہمارے مالک بادشاہ کو گرمی پہنچے چنانچہ انہوں نے اسرائیل کی ساری مملکت میں ایک خوبصورت لڑکی تلاش کرتے شونمیت ابی شاک کو پایا اور اسے بادشاہ کے پاس لائے اور وہ لڑکی بہت شکیل تھی سو وہ بادشاہ کی خبر گیری اور اس کی خدمت کرنے لگی۔'' [1]

آل داؤد علیہ السلام اور بائبل:

''داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوبصورت بہن تھی جس کا نام تمر تھا، اس پر داؤد کا بیٹا (یعنی تمر کا بھائی) امنون عاشق ہو گیا اور امنون ایسا کڑھنے لگا کہ وہ اپنی بہن کے سبب بیمار پڑ گیا کیونکہ وہ کنواری تھی، سو امنون کو اس کے ساتھ کچھ کرنا دشوار معلوم ہوا اور داؤد کے بھائی سمعہ کا بیٹا یوندب امنون کا دوست تھا اور

---

[1] ۱۔سلاطین باب ۱ ۔ آیات ۲،۱۔ کیتھولک بائبل ا۔ ملوک۔

یوندب بڑا چالاک آدمی تھا سو اس نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ زادے تو کیوں دن بدن دبلا پتلا ہوتا جاتا ہے؟ تب امنون نے اس سے کہا کہ میں اپنے بھائی ابی سلوم کی بہن تمر پر عاشق ہوں یوندب نے اس سے کہا کہ تو اپنے بستر پر لیٹ جا اور بیماری کا بہانہ کر لے اور جب تیرا باپ تجھے دیکھنے آئے تو اس سے کہنا کہ میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ مجھے کھانا دے اور میرے سامنے کھانا پکائے تاکہ میں دیکھوں اور اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو امنون بیمار پڑ گیا اور اس نے بیماری کا بہانہ کر لیا اور جب بادشاہ اس کو دیکھنے آیا تو امنون نے بادشاہ سے کہا کہ میری بہن تمر کو آنے دے کہ وہ میرے سامنے دو پوریاں بنائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو داؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اس کے لیے کھانا پکا اور جب وہ ان کو اس کے نزدیک لے گئی کہ وہ کھا لے تو اس نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ میری بہن مجھ سے وصل کر...... اس نے اس کے ساتھ جبر کیا اور اس سے صحبت کی۔'' [1]

بائبل میں انبیاء اور اہل بیت انبیاء کے متعلق ایسے ہی حیا سوز من گھڑت قصے بیان کیے گئے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی معاف نہیں کیا گیا مسلمانوں کے نزدیک تو انبیاء کی ذات طیبہ کے متعلق ایسا سوچنا بھی سوہان روح اور حرام ہے مگر یہ بائبل ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ یروشلم کے معمار حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی معاف نہیں کیا۔ ایسے گھناؤنے واقعات کسی پیغمبر یا دینی وقومی راہنما تو درکنار ایک مذہبی انسان کی شان کے بھی لائق نہیں چہ جائیکہ اسے داؤد علیہ السلام اور آل داؤد علیہ السلام سے منسوب کیا جائے جو بقول بائبل خداوند کے دل کے مطابق یعنی اس کے پسندیدہ (The Man After God' Own heart) تھے۔

خدا کے پسندیدہ داؤد علیہ السلام اور بائبل:

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ حیا سوز قصہ ایک پورے باب میں بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] ۲-سموئیل آیات ۱ تا ۵، باب ۱۲.

یہاں صرف بادل نخواستہ اس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ بائبل کے بیان کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے محل کی چھت سے ایک عورت بت سبع کو نہاتے دیکھا جو نہایت خوبصورت تھی۔ انہوں نے اس کو بلا کر اس سے صحبت کی اور وہ حاملہ ہوگئی اس کا شوہر اوریاہ محاذ جنگ پر تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے حمل پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے بلا بھیجا مگر اوریاہ جذبہ جہاد سے سرشار تھا کہ اس نے جنگ کے دنوں میں جبکہ اس کے ساتھی کھلے میدان میں ''ڈیرے ڈالے'' تھے گھر جا کر سونا پسند نہ کیا۔ بلکہ داؤد علیہ السلام کے گھر کے آستانہ پر رات بسر کی دوسرے دن داؤد علیہ السلام نے پھر کوشش کی کہ وہ گھر جائے حتیٰ کہ اسے کھلا پلا کر ''متوالا'' بھی کیا مگر وہ اپنے گھر نہ گیا بالآخر داؤد علیہ السلام نے اس کے سالار کے نام اسی کے ہاتھ خط بھیجا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اس طرح دھوکے سے اوریاہ کو مروا کر داؤد علیہ السلام نے نہ صرف ناجائز حمل پر پردہ ڈال دیا بلکہ اس کی بیوی کو اپنی بیوی بنالیا۔ [1]

خدا داؤد علیہ السلام پر ناراض ہوا:

داؤد علیہ السلام نے اسے بلا کر اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہوگئی اور اس سے اس کے ایک لڑکا ہوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا، خداوند ناراض ہوا۔'' [2]

حضرت سلیمان علیہ السلام اور بائبل:

''اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا اور وہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کریں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے

---

[1] ۲۔ سموئیل باب ۱۱ آیت ۱ تا ۶۔ [2] آیت ۲۷ بحوالہ ایضاً۔

اس کے دل کو پھیر دیا کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا۔'' ❶

کتنی بے باکی، بے حیائی اور جرأت کا مظاہرہ ہے اور کس قدر ناشکری قوم ہے کہ جس قوم نے انبیاء اور محسنوں کو بھی معاف نہیں کیا، مقدس انبیاء پر غلیظ الزامات عائد کئے اور یہی نہیں بلکہ موجودہ بائبل میں کئی مقامات پر ایسی تحریریں ہیں جن کو پڑھتے ہوئے بھی انسان کو شرم آتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام پر الزام لگایا گیا کہ وہ شراب پیتے تھے، عریانی کے شائق تھے اور حضرت لوط علیہ السلام پر الزام لگایا کہ وہ شراب کے رسیا تھے اور اپنی ہی بیٹیوں سے بدکاری کرتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام پر الزام لگایا کہ وہ بے صبرے اور ناشکرے تھے نیز وہ رات بھر اللہ سے کشتی لڑتے رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں کی چغلی کرنے کا الزام لگایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قتل کر کے لاش زمین میں دبانے کا الزام لگایا۔ طالمود میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ خفیہ خفیہ عشق بازی اور بدکاری کرتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو آوازہ نظر دھوکا باز اور کسی کے قتل کا اصل مجرم ٹھہرایا گیا اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو عیاش اور مشرک ہونے کا الزام دیا گیا جبکہ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ نبی اور رسول معصوم پاکیزہ، گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔''

کیا ایسی بے لحاظ قوم بھی اللہ کی پسندیدہ قوم ہو سکتی ہے؟ جسے کسی کے مقام اور مرتبے کا بھی کوئی لحاظ نہ ہو۔ یہ سب ان کے منہ کی باتیں ہیں وہ حقیقت میں ایسے نہ تھے، بائبل میں ایسے حیا سوز واقعات اور گندی تحریروں کے پیش نظر جارج برنارڈ شا نے کہا تھا کہ دنیا کی خطرناک ترین کتاب بائبل ہے اس پر پابندی لگائی جائے، اسے تالے میں بند رکھا جائے۔

بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام کے متعلق کوئی ایسا حیا سوز الزام نہیں لگایا گیا جیسے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔

---

❶ ۱۔سلاطین، باب ۱۱ آیات ۱ تا ۵۔

گویا بائبل کے نزدیک یروشلم کے بانی زنا کار دھوکے باز اور کسی کے قتل کے بھی ذمہ دار تھے۔ اللہ ان سے ناراض تھا اور دوسرے معمار عشق باز دنیاوی عیاش پرست اور بیویوں کی خاطر اللہ کی عبادت چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنے والے تھے اور بیت اللہ کے معمار یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام دونوں نے اللہ کے عہد کو نبھایا اور صرف اللہ کی پرستش کی۔

کیا مجھے یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ جب یروشلم کے بانیوں کو تم مقدس نہیں جانتے انہیں تو ایک آدمی سے بھی گھٹیا کر دیا گیا ہے، پھر ان کے بنائے ہوئے گھر کو اس قدر اہمیت کیوں دیتے ہو؟

دوئم! جب ابراہیم علیہ السلام سے اللہ راضی تھا اور اللہ نے اس سے عہد کیا اور ان کے دونوں بیٹوں کو بابرکت ٹھہرایا، پھر ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے گھر کو مقدس کیوں نہیں جانتے، صرف اس لیے کہ ان کے ساتھ اسماعیل علیہ السلام بھی معمار تھے اور نبی مکرم ﷺ نے اسے اپنا قبلہ ٹھہرایا؟

مسلمانوں کے نزدیک تو بیت المقدس بھی قابل احترام ہے اور بیت اللہ بھی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام بھی محترم ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی۔ مگر یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ جسے چاہے برکت عطا فرمائے اور جس گھر کو چاہے، قبلہ ٹھہرائے کبھی کسی مسلمان نے بیت المقدس کی عظمت کو کم کرنے کے لیے ان کے بانیوں پر کوئی الزام نہیں لگایا جیسا کہ بائبل میں ان کے تقدس کو مجروح کیا گیا ہے مگر تعجب ہے اہل کتاب پر کہ ان کے بانیوں کو بھی مقدس نہیں جانتے۔ پس معلوم ہوا

۱: بیت اللہ کے معمار بیت المقدس کے معماروں سے ہر لحاظ سے افضل ہیں۔

۲: بیت اللہ وہ پہلا گھر ہے جس کی تعمیر خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کی گئی۔

۳: بیت اللہ ہمیشہ سلامت رہا اور اسے ڈھانے کے ارادے سے آنے والا ابرہہ لوگوں کے لیے عبرت بن گیا، اس کے برعکس یروشلم کو ہر کافر فاتح نے توڑا، ڈھایا ویران کیا اور بالآخر سنڈ اس کی جگہ بنایا گیا۔

بہر حال حکم الٰہی کے مطابق پہلا گھر یعنی بیت اللہ ہی مسجد ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا

قبلہ قرار دی گئی اس طرح پچھلے گھر یعنی قدیم گھر بیت اللہ کی رونق دوسرے گھر (بیت المقدس) سے زیادہ ہو گی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے راہ فرار کی کوئی صورت نہیں کیونکہ آج بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ کس گھر کی رونق زیادہ ہے؟

آزمائے جس کا جی چاہے

۴: ''اور میں اس مکان پر سلامتی بخشوں گا۔''

بیت اللہ کی سلامتی ثابت ہے اور ڈھانے کے ارادے سے آنے والوں کا انجام بھی حضرت دانی ایل کی پیشین گوئیوں میں اصحاب فیل کا واقعہ بھی موجود ہے۔

پیشین گوئی نمبر (۱۳): اصحاب فیل اور بائبل

''اور ایک بادشاہ آئے گا جس کے لوگ شہر اور مقدس کو مسمار کریں گے اور اس کا انجام گویا طوفان کے ساتھ ہوگا۔'' [1]

اور پھر قرآن مجید سے علم ہوا کہ وہ بادشاہ آیا اور ابابیلوں نے اس کا کیا حشر کیا؟ اور ایک طوفان تھا جیسے ایٹم بم کا گویا وہ کھائے ہوئے بھس کی مانند ہو گئے۔

عربی بائبل مطبوعہ ۱۸۷۰ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹ پر ''رب الافواج فرماتا ہے کہ میں اس مکان پر سلامتی بخشوں گا۔'' اس آیت میں سلامتی کی جگہ لفظ سلام لکھا گیا ہے اور اردو جس بائبل سے ہم نقل کر رہے ہیں، یعنی بائبل سوسائٹی مطبوعہ ۲۰۰۲ء انارکلی میں لاہور لفظ سلامتی ہے بہر حال کعبہ کی سلامتی تواتر سے ثابت ہے اور اگر اس کا ترجمہ سلام بھی کیا جائے تو پھر بھی یہ سلامتی ہی کو ظاہر کرتا ہے اور لفظ سلام ہر نماز کے بعد مسلمان اس لفظ کو اس دعا میں استعمال کرتے ہیں۔

«اللهم انت السلام ومنك السلام ورزقنا السلام تبارك وتعاليت.»

لہٰذا یہ پیشین گوئی کعبۃ اللہ پر ہی فٹ بیٹھتی ہے، اس سلسلے میں یسعیاہ باب ٦ آیت ٧

[1] دانی ایل باب ۹ آیت ۲۶.

سے مزید تصدیق ہو جاتی ہے۔ اس باب میں لکھا کہ ''قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ عیبت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میری مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔''

نبیت وقیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹوں کا نام ہے۔ ❶

قبائل قریش قیدار کی اولاد ہیں اور دیگر قبائل نبیت (نبیت لوط یہ سب ایک ہی نام کے لہجے ہیں) کی اولاد ہیں اس فقرہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ عرب کے تمام قبائل اس وقت قربانی کریں گے اسی درس میں قربان گاہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مذبح بتایا ہے۔ ہر حاجی اس شوکت کے گھر میں حاضر ہو کر اس کے مذبح پر کم از کم دو قربانیاں پیش کرتا ہے ''میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا'' واضح ہو کہ شوکت کا گھر لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتایا ہے۔ ﴿جعل اللہ الکعبۃ الحرام قیاماً للناس﴾ ''اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بتایا ہے تاکہ مخلوق آ کر وہاں قیام کرے۔'' قبائل عرب کے نام منیٰ کا پتہ، منیٰ اور بیت اللہ کے ساتھ ساتھ ذکر یہ ایسی باتیں ہیں جو پیشین گوئی کو نبی ﷺ کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں اور اس کے پھاٹکوں پر ہر وقت حمد ہی سنائی دیتی ہے۔ «لبیک اللھم لبیک.»

پیشین گوئی نمبر (۱۴): دوم: حجی نبی کی بیت اللہ کے بارے میں پیشین گوئی

حجی نبی ۵۲۰ ق م کی کتاب میں ہے۔

''اس پچھلے گھر کی رونق پہلے گھر کی رونق سے زیادہ ہوگی۔ رب الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلامتی بخشوں گا۔'' ❷

سلام سلامتی یا اسلام کا ترجمہ ہے۔

سوم:...... اور یسعیاہ باب ۶۰ مکمل باب ہی کعبۃ اللہ کی عظمت میں ہے۔ پہلے ہم نے ۳

---

❶ پیدائش ۲۵ آیت ۱۳. ❷ حجی باب ۲ آیت ۹.

تا ۸ تک آیات نقل کی ہیں، اب ۹ تا ۱۵ تک ملاحظہ فرمایئے۔

''کون ہیں جو بادل کی طرح اڑے چلے آتے ہیں اور جیسے کبوتر اپنی کابک کی طرف؟ یقیناً جزیرے میری راہ دیکھیں گے اور ترسیس کے جہاز پہلے آئیں گے کہ تیرے بیٹوں کو ان کی چاندی اور ان کے سونے سمیت دور سے خداوند تیرے خدا اور اسرائیل کے قدوس کے نام کے لیے لائیں کیونکہ اس نے تجھے بزرگی بخشی ہے اور بیگانوں کے بیٹے تیری دیواریں بنائیں گے اور ان کے بادشاہ تیری خدمت گذاری کریں گے۔ اگرچہ میں نے اپنے قہر سے تجھے مارا، پر اپنی مہربانی سے میں تجھ پر رحم کروں گا اور تیرے پھاٹک ہمیشہ کے لیے کھلے رہیں گے کیونکہ وہ قوم اور مملکت جو تیری خدمت گذاری نہ کرے گی، برباد ہو جائے گی ہاں وہ قومیں بالکل ہلاک کی جائیں گے۔ لبنان کا جلال تیرے پاس آئے گا سرو اور صنوبر اور دیودار سب آئیں گے تاکہ میرے مقدس کو آراستہ کریں اور میں اپنے پاؤں کی کرسی کو رونق بخشوں گا اور تیرے غارتگروں کے بیٹے تیرے سامنے جھکے ہوئے آئیں گے اور تیری تحقیر کرنے والے سب تیرے قدموں پر گریں گے اور وہ تیرا نام خداوند کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیون رکھیں گے اس لیے کہ تو ترک کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی۔ ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گذر بھی نہ کی۔ میں تجھے ابدی فضیلت اور پشت در پشت کی شادمانی کا باعث بناؤں گا تو قوموں کا دودھ پی لے گی۔ ہاں بادشاہوں کی چھاتی چوسے گی اور تو جانے گی کہ میں خداوند تیرا نجات دینے والا اور یعقوب کا قادر تیرا فدیہ دینے والا ہوں۔'' [1]

قطع نظر اس بحث سے کہ مصلحین بائبل نے یہاں کیا کیا گل کھلائے۔ قارئین صرف چند ایک باتوں کی طرف توجہ فرمائیں۔

---

[1] یسعیاہ باب ٦٠ آیات ۹ تا ۱۷.

١. جزیرے میری راہ دیکھیں گے۔

٢. تیرے پھاٹک ہمیشہ کے لیے کھلے رہیں گے، وہ دن رات کبھی بند نہ ہوں گے

٣. وہ قوم اور مملکت جو تیری خدمت گذاری نہ کرے گی برباد ہو جائے گی۔

٤. تیرے غارت گروں کے بیٹے تیرے سامنے جھکتے ہوئے آئیں گے۔

٥. تیرا نام خداوند کا شہر (یعنی بیت اللہ) ہو گا۔

٦. تجھے ابدی فضیلت اور پشت در پشت کی شادمانی کا باعث بناؤں گا۔

٧. کیونکہ تو ترک کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گذر بھی نہ کیا۔

ان سات آیات کو تاریخ کی روشنی میں دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ یہ کس گھر کی عظمت بیان کی جا رہی ہے۔ ہاں یہ وہی بیت اللہ ہے جسے ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا۔ اسرائیلیوں کو اسماعیلیوں سے عداوت تھی، خواہ مخواہ کا حسد تھا۔ پس اسرائیلیوں نے بیت اللہ کو ایسا چھوڑا کہ پھر اس کی طرف گذر نہ کی بیت اللہ کو جو غارت کرنے آیا وہ ذلیل و رسوا ہوا کوئی اس کی عظمت دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور کسی پر ابابیلوں نے کنکریاں پھینک کر انہیں غارت کر دیا اور بیت اللہ کے در ہر وقت کھلے ہوئے ہیں۔ اور اس کے غارت گروں کے بیٹے ہی ایمان لائے اور لا رہے ہیں، جن کی آئے دن تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور اسی کا نام خداوند کا شہر ہے یعنی بیت اللہ۔ اور اسی گھر کو ابدی فضیلت اور پشت در پشت کی شادمانی حاصل ہے۔ اور اسی گھر کو یہود و نصاریٰ نے صرف تعصب کی بناء پر ترک کیا اور اسی پہلے (قدیم) گھر کی رونق پچھلے (نئے جدید) گھر سے زیادہ ہو گئی۔ آج بھی بیت اللہ اور بیت المقدس کی رونق کا تقابل کر کے دیکھ لیجئے اور بیت اللہ ہی ہمیشہ محفوظ و مامون رہا۔

چہارم:...... مکاشفات یوحنا میں ہے۔

”جو غالب آئے میں اسے اپنے خدا کے مقدس میں ایک ستون بناؤں گا وہ پھر کبھی باہر نہ نکلے گا اور میں اپنے خدا کا نام اور اپنے خدا کے شہر یعنی یروشلم کا نام جو میرے

خدا کے پاس سے آسمان سے اترنے والا ہے اور اپنا نام اس پر لکھوں گا جس کے کان ہوں وہ سنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے۔'' ❶

یوحنا نے نئے یروشلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروشلم صرف کعبۃ اللہ ہے اور اللہ کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے، اسم پاک رحمان ہے جسے اسلام ہی نے ظاہر کیا۔ نئے یروشلم کا آسمان سے اترنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾

(البقرہ: ١٤٤)

''میں نے دیکھا کہ تم آسمان کی طرف اپنا چہرہ کر کے دیکھ رہے ہو، اس لیے حکم ہے کہ جو قبلہ تمہیں پسند ہے اسی کی طرف پھر جاؤ۔''

تحویل قبلہ کی مناسبت سے اس سے بڑھ کر اور کیا دلائل ہو سکتے ہیں کہ خود بائبل میں لفظ بکہ بھی موجود ہے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہی مقام بکہ بیت اللہ کنواں یعنی زمزم اولاد اسماعیل اور اس گھر کی ہمیشہ کی شادمانی اور اس کے دشمنوں کی ہلاکت وغیرہ روز روشن سے بھی زیادہ واضح دلائل ہیں۔ واللہ الحمد۔

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے گھر کو جو وادی بکہ میں ہے، ہمارا قبلہ بنایا نہ کہ یروشلم کو کیونکہ ایک ایسے دین کے لیے جس کی بابت ''لیظھرہ علی الدین کلہ'' وہ سب دینوں پر غلبہ کرے'' فرمایا گیا ہے۔ اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا نہ کہ اس کا جسے ہر ایک کافر فاتح نے توڑا اور ویران کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا اور جلا وطن ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے زبور کے باب ۸۴ میں وادی بکہ کے پاس رہنے والوں کو مبارکباد دی ہے اور یسعیاہ کی کتاب میں لکھا ہے'' جو تیرا گستاخ ہوگا برباد کیا جائے گا'' وغیرہ۔ اس کا چودہ سو برس سے زائد یہ اثر ہوا کہ اس قوم پر اور اس گھر یعنی کعبہ پر کسی غیر

---

❶ مکاشفہ [illegible]

قوم کا قبضہ نہیں ہوا اور کسی نے اسے توہین کی غرض سے یا تعصب کی بناء پر نہیں ڈھایا بلکہ ایک ایسی نیت رکھنے والے کا انجام قیامت تک کے لیے قرآن حکیم میں محفوظ ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝﴾ (الفیل)

''کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا ان کے مکر کو بیکار نہیں کر دیا؟ اور ان پر ابابیل کے جھرمٹ بھیج دیئے جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے، پس انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔''

ابابیل کی کعبۃ اللہ سے محبت کا ذکر بائبل میں موجود ہے۔ زبور باب ۸۴ کی پیشین گوئی میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

''میرے خدا تیرے مذبحوں کے پاس گوریا نے اپنا آشیانہ اور ابابیل نے اپنے لیے گھونسلا بنا لیا جہاں وہ اپنے بچوں کو رکھے گی۔'' [1]

اور جب حبشہ کے بادشاہ کی طرف یمن میں ابرہۃ الاشرم گورنر تھا اس نے صنعاء میں ایک بہت بڑا گرجا تعمیر کرایا اور کوشش کی کہ لوگ خانہ کعبہ کی بجائے عبادت اور حج وعمرہ کے لیے ادھر آیا کریں۔ یہ بات اہل مکہ اور دیگر قبائل عرب کے لیے سخت ناگوار تھی۔ چنانچہ ان میں ایک شخص نے ابرہہ کے بنائے ہوئے عبادت خانے کو غلاظت سے پلید کر دیا جس کی اطلاع اس کو کر دی گئی کہ کسی نے اس گرجے کو ناپاک کر دیا ہے۔ جس پر اس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کا عزم کر لیا اور ایک لشکر جرار لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا۔ کچھ ہاتھی بھی اس کے ساتھ تھے جب یہ لشکر وادی مُحَسِّر کے قریب پہنچا تو اللہ نے ابابیلوں کے غول بھیج دیئے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو چنے یا مسور کے برابر تھیں جس فوج کے بھی یہ کنکری لگتی وہ پگھل جاتا اور اس کا گوشت جھڑ جاتا اور بالآخر مر جاتا۔ خود ابرہہ کا بھی صنعاء پہنچتے پہنچتے

---

[1] زبور باب ٨٤.

یہی حال ہوا۔ اس طرح اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔ یہ واقعہ اس سال پیش آیا جس سال حضور صادق المصدوق ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ پھر قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر فرمایا اور یہود و نصاریٰ جو اس وقت مدینہ میں بکثرت موجود تھے، کسی کو اس کے انکار کی مجال نہ ہوئی مقصد یہ کہ بیت اللہ پر کسی کا قبضہ کبھی بھی نہیں ہوا۔ ابرہہ اس ارادے سے گیا کہ اسے منہدم کیا جائے تو رب الافواج نے ابابیلوں کے ہاتھوں ہاتھیوں کی فوج کو نیست و نابود کر دیا۔ اسی دن سے ابابیلوں کی اس گھر سے ایسی محبت قائم ہوئی کہ وہاں مستقل اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ اس کے برعکس یروشلم کو ہر کافر فاتح نے توڑا اور ویران کیا بالآخر سنڈاس کی جگہ بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی مرتبہ قیدی ہونے، غلام بننے اور جلا وطن ہونے کی ذلت گوارہ کرنی پڑی۔

پیشین گوئی نمبر (۱۵): ہجرت رسول ﷺ، مدینہ منورہ اور جنگ بدر کا ذکر، بائبل میں

یسعیاہ نبی نے آپ ﷺ کے متعلق پیشین گوئی فرمائی۔ آپ ﷺ کی ہجرت اور مدینہ منورہ کا ذکر فرمایا۔

> ”اے ددانیوں کے قافلو، تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے وہ پیاسے کے پاس پانی لائے تیماء کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کی بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے۔“ [1]

یسعیاہ کی اس عبارت میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجرت کا ذکر کیا

---

[1] یسعیاہ باب ۲۱ آیات ۱۳ تا ۱۷، کیتھولک بائبل اشعیا

گیا ہے۔

پیشین گوئی (۱۶): مہاجرین کا استقبال کرنے والے انصار کا ذکر

''اے جزیرو اور ان کے باشندو، خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتا سر اس کی ستائش بیان کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آبائی گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثناء خوانی کریں۔ خداوند بہادر کی طرح نکلے گا وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت دکھائے گا وہ نعرہ مارے گا ہاں وہ للکارے گا وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔'' [1]

حضرت یسعیاہ کی اس پیشین گوئی اور توارۃ کی ان ہر دو عبارتوں میں ہجرت رسول ﷺ، مقام ہجرت اور ایک سال بعد جنگ بدر میں قیدار جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں، جنگ بدر میں قیدار کے بقیہ جو نبی اکرم ﷺ کے دشمن ہیں، ان پر قیدار کی تھوڑی تعداد غالب آئے گی۔ اب ان ہر دو عبارتوں کی علیحدہ علیحدہ ہر ایک نشانی کو بیان کیا جاتا ہے۔

1. ''اے جزیرو اور ان کے باشندو! خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتا سر اس کی ستائش بیان کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آبائی گاؤں اپنی آواز بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں۔''
2. ''اے دوانیوں کے قافلو! تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔''
3. ''وہ پیاسے کے پاس پانی لائے تیماء کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے۔''
4. ''خداوند بہادروں کی طرح نکلے گا وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت دکھائے گا۔''
5. ''وہ نعرہ مارے گا ہاں وہ للکارے گا وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔''

---

[1] یسعیاہ باب ٤٢ آیات ۱۰ تا ۱۴۔

۶ ''مزدور کے برسوں کے مطابق ایک سو برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کی بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے۔''

نبی اکرم ﷺ کی ہجرت:

حضور صادق المصدوق ﷺ کے قتل کی مجرمانہ قرارداد طے ہو چکی تو جبرائیل علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی وحی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے اور یہ کہتے ہوئے ہجرت کے وقت کا تعین بھی فرما دیا کہ آپ ﷺ یہ رات اپنے اس بستر پر نہ گذاریں جس پر اب تک گذارا کرتے تھے۔ [1]

اس اطلاع کے بعد نبی اکرم ﷺ ٹھیک دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تاکہ ان کے ساتھ ہجرت کے سارے پروگرام اور مرحلے طے فرما لیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ہم لوگ اپنے مکان میں بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سر ڈھانکے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ ﷺ تشریف نہیں لایا کرتے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ آپ ﷺ اس وقت کسی اہم معاملے کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اجازت طلب کی آپ ﷺ کو اجازت دی گئی۔ آپ ﷺ اندر داخل ہوئے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تمہارے پاس جو لوگ ہیں، انہیں ہٹا دو۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بس آپ ﷺ کی اہل خانہ ہی ہیں۔ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا ''اچھا تو مجھے روانگی کی اجازت مل چکی ہے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں بھی آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا...... اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ [2]

---

[1] ابن ہشام ۴۸۲/۱، زاد المعاد ۵۲/۲. [2] صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ جلد ۱ صفحہ ۳۳۵

تلواروں اور کمانوں سے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ:

قیدار کے اکابر مجرمین نے اپنا سارا دن مکے کی پارلیمان دارالندوہ کی پہلے پہر کی طے کردہ قرارداد کے نفاذ کی تیاری میں گذارا اور اس مقصد کے لیے قیدار کے اکابر مجرمین میں سے گیارہ سردار منتخب کیے جن کے نام یہ ہیں۔

❶ ابوجہل بن ہشام ❷ حکم بن عاص ❸ عقبہ بن ابی معیط ❹ نضر بن حارث ❺ امیہ بن خلف ❻ زمعہ بن الاسود ❼ طعیمہ بن عدی ❽ ابولہب ❾ ابی بن کعب ❿ نبیہ بن الحجاج ⓫ منبہ بن الحجاج۔ [1]

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رات تاریک ہوگئی تو یہ لوگ گھات لگا کر نبی ﷺ کے دروازے پر بیٹھ گئے کہ آپ سو جائیں تو یہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ [2]

ان لوگوں کو پورا وثوق اور پختہ یقین تھا کہ ان کی یہ ناپاک سازش کامیاب ہو کر رہے گی یہاں تک کہ (بنی قیدار) کے سردار ابوجہل نے بڑے متکبرانہ اور پرغرور انداز میں مذاق اور استہزاء کرتے ہوئے اپنے گھیرا ڈالنے والے ساتھیوں سے کہا کہ محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہو کر اس کی پیروی کرو گے تو عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے، پھر مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے اردن کے باغات جیسی نعمتیں ہوں گی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ان کی طرف سے تمہارے اندر ذبح کے واقعات پیش آئیں گے، پھر تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے لیے آگ ہوگی جس میں جلائے جاؤ گے۔'' [3]

بہرحال اس سازش کے نفاذ کے لیے آدھی رات کے بعد کا وقت متعین کیا گیا تھا، اس لیے یہ لوگ جاگ کر رات گذارتے رہے تھے اور وقت مقررہ کے منتظر تھے لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔ اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ جسے بچانا چاہے کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا اور جسے پکڑنا چاہتا ہے کوئی اس کو بچا

---

[1] زاد المعاد ۵۲/۳، الرحیق المختوم صفحہ ۲۲۷۔ [2] ابن ہشام ۴۸۲/۱۔

[3] ابن ہشام ۱ / ۴۸۲۔

نہیں سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر وہ کام کیا جسے ذیل کی آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۝﴾ (الانفال: ۳۰)

''اور وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف سازشیں کر رہے تھے تا کہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا باہر نکال کریں۔ اور وہ لوگ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر والا ہے۔''

بنی قیدار (قریش) اپنے پلان کے نفاذ کی انتہائی تیاری کے ساتھ ہیں۔ شمشیر و سنا کا بھرپور انتظام کر رکھا ہے۔ اور نبی ﷺ کے دروازہ پر کھڑے ہیں مگر ان تمام انتظامات کے باوجود یہ لوگ فاش ناکامی سے دوچار ہوئے چنانچہ اس نازک ترین لمحے میں بھی صادق الامین پیغمبر ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو رہو، تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور صبح ان کی امانتیں لوٹا کر مدینہ پہنچ جانا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ مشرکین کی صفیں چیریں داہنے ہاتھ نے مہیب کام دکھایا اور ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی۔ اور اللہ نے ان کی نگاہوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ اس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۝﴾ (یس: ۹)

''ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کر دی پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا اور وہ دیکھ نہیں سکتے ہیں۔''

اس موقع پر کوئی بنی قیدار کا آدمی نہ بچا جس کے سر پر آپ ﷺ نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان کی

ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے رات ہی رات میں یمن کا رخ کیا اور چند میل پر واقع ثور نامی پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے۔ ❶

اس طرح نبی اکرم ﷺ ننگی تلواروں سے اور کھینچی ہوئی کمان سے جنگ کی شدت سے قبل ہی بچ نکلے۔

۲: ''اے ددانیوں کے قافلو! تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے''

نبی اکرم ﷺ کو معلوم تھا کہ قریش پوری جانفشانی سے آپ ﷺ کی تلاش میں لگ جائیں گے اور جس راستے پر پہلے ان کی نظر اٹھے گی وہ مدینہ کا روانی راستہ ہوگا جو شمال کے راہ پر جاتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے وہ راستہ اختیار کیا جو اس کے بالکل الٹ تھا۔ یعنی یمن جانے والا راستہ جو مکہ کے جنوب میں واقع ہے۔ آپ ﷺ نے اسی راستے پر کوئی پانچ میل کا فاصلہ طے کیا اور اس پہاڑ کے دامن میں پہنچے جو ثور کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نہایت پر پیچ اور مشکل چڑھائی والا پہاڑ ہے۔ یہاں پتھر بھی بکثرت ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کے دونوں پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور پہاڑ کی چوٹی میں ایک غار کے پاس جا پہنچے جو تاریخ میں غارِ ثور کے نام سے معروف ہے۔ ❷

یہ جگہ بھرپور جنگل تھی لوگ یہاں اپنے مویشیوں کو چرانے کے لیے لے جایا کرتے تھے، اسی طرح آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس جنگل میں رات گذاری بلکہ تین یا دو راتیں گذاریں۔

۳: ''اے جزیرو اور ان کے باشندو! خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ'':

''قیدار کی بستیاں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں۔''

''وہ پیاسے کے پاس پانی لائے، تیماء کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے نکلے۔''

---

❶ ابن ہشام، زاد المعاد، الرحیق المختوم۔ ❷ الرحیق المختوم۔ رحمۃ للعالمین۔

۴: ''سلع کے بسنے والے گیت گائیں گے''

مدینہ کا نام سابق انبیاء کی کتابوں میں سلع ہے اور مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے۔ وہ ٹیلہ آج بھی سلع کے نام سے مشہور ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی اس کا نام سلع ہی تھا۔ دیکھیے صحیح مسلم میں غزوہ تبوک کے تحت حضرت کعب کی مشہور حدیث۔ یہی عرب کا سلع ہے۔ سلع کا معنی چٹان ہے۔ عربی بائبل میں لفظ سلع کا ترجمہ کر کے چٹان لکھا ہے۔ مدینہ کی آبادی ایسی جگہ واقع ہے جس کے مشرق میں جبل احد اور مغرب میں جبل سلع ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ سلع کے بسنے والے گیت گائیں اور دوسرا یہ کہ قیدار کے آبائی گاؤں والے گیت گائیں۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے جن کی نسل اس علاقے میں آباد تھی۔ اور تیسرا یہ کہ جو بشارت حضرت اشعیاء کے واسطے سے اس باب ۴۲ میں بیان کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ پہلے باب ۴۱ آیت ۲ میں اس طرح ہے کہ ''کس نے مشرق سے اس کو برپا کیا جس کو وہ صداقت سے اپنے قدموں میں بلاتا ہے۔'' اس جملہ میں کہا گیا ہے کہ وہ نبی مشرق سے مبعوث ہوگا اور مشرق کا لفظ تورات میں عام طور سے ملک عرب کے لیے استعمال ہوا ہے۔

یہود کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے ناآشنا نہیں ہیں کہ قبل از مسیح ۷۰ء ق م طیطس رومی کے زمانہ میں جبراً یہود وہاں سے نکلے اور حجاز میں آ کر بس گئے تھے اور تیما، وادی قری، فدک، خیبر اور یثرب اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ اپنے سرسبز و شاداب اور پرکیف علاقہ کو چھوڑ کر یثرب میں بسیرا کیوں کیا جبکہ یثرب سرسبز و شاداب تو کیا وہاں تو گھاس بھی صحیح طرح نہ اگتی پھر وہ جگہ وباؤں اور بیماریوں کا گھر تھی حالانکہ مصران کے قریب تھا ان کا قدیم دارالہجرۃ تھا۔ شام ان کے شمال میں متصل ہی آباد تھا اور یہ سب مقامات بے حد سرسبز و شاداب اور متمدن ساز و سامان کا مرکز تھے۔ وجہ صرف یہی تھی کہ یہود تورات میں پڑھ چکے تھے اور اپنے پیغمبروں کی زبانی سن چکے کہ اللہ تعالیٰ ایک زمانہ میں عہد کا رسول سلع

میں بھیجے گا اور وہ مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائیں گے اور یہ کہ بت پرستوں کے مقابلہ میں اس مجاہد اعظم کی زندگی کامیاب ہوگی جب وہ طیطس بت پرست بادشاہ کے ہاتھوں مجبور عاجز و درماندہ ہوئے تو انہوں نے اپنی سربلندی کی آخری پناہ گاہ حجاز کی اس سرزمین یثرب ہی کو سمجھا اس راہ پر اپنا موطن بنا لیا جو اس نبی کے ظہور کے شہر اور فلسطین کے درمیان تھی اور اس طرح وہ نبی منتظر کے انتظار اور اپنے کھوئے ہوئے وقار کی واپسی کے لیے زندگی بسر کرنے لگے اور یہود اس نبی کے جلد ظہور کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ (بقرہ ۱۱۴) مگر جب آپ کا ظہور بنی اسماعیل سے ہوا تو تعصب کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اور کہنے لگے وہ تو لونڈی کی نسل سے ہیں۔

قریش حضرت اسماعیل کے دوسرے بیٹے قیدار کی نسل میں سے ہیں سلع یعنی مدینہ کے لوگوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمانانِ مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر سن لی تھی اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حرہ کی طرف نکل جاتے اور آپ ﷺ کی راہ تکتے رہتے جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لیے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس جن میں چاندنی چھٹک رہی تھی، تشریف لا رہے ہیں اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا کہ عرب لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور سج دھج کر استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ ❶

آپ ﷺ کے استقبال اور دیدار کے لیے سارا مدینہ کیا، سلع اور کیا تیماء کے باشندے سب دوڑ پڑے، آج یہود نے بھی حبقوق نبی کی اس بشارت کا مطلب دیکھ لیا تھا ''خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے'' استقبال کرنے والوں کی چھوٹی چھوٹی بچیاں یہ گیت

❶ صحیح بخاری ۱/۵۵۵.

گا رہی تھیں۔

اشرق البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

”ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب چودھویں کا چاند ہم پر طلوع ہوا، کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے، شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا۔ ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی، بھیجنے والا تیرا کبریا۔“ ❶

ثنیات الوداع کوہ سلع ہی کی گھاٹیوں کا نام ہے، یہاں بسنے والے تمام قبائل اور خاندانوں نے جوش مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر دیا۔ یہ فخر ان کی قسمت میں تھا کہ میزبان دو عالم ﷺ نے انہی کی مہمانی قبول کر لی۔ انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوش عقیدت کے سلام عرض کرتے، تیماء کے باشندوں نے روٹی اور پانی سے آپ کی تواضع کی، تیماء نام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کے عقب میں آباد ہوئی۔ انہی کے سبب وہاں کے باشندوں کو تیماء کے باشندے کہا جاتا تھا۔ تیماء کے باشندوں نے آپ ﷺ کی خوب تواضع کی۔ تمام مورخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں صرف چار دن قیام کیا لیکن صحیح بخاری میں چودہ دن ہے۔ اور قرین قیاس یہی ہے کیونکہ یہاں آپ ﷺ کا پہلا کام مسجد کی تعمیر کرانا تھا۔ آپ ﷺ نے اسی مقام پر اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی شان میں سورۃ توبہ کی آیت گیارہ نازل ہوئی۔

دیکھئے سلع کے باشندوں کا گیت گانا بھی ثابت ہو گیا اور وہ گیت بھی جو گایا گیا، تیماء کی بستی کا نشان بھی مل گیا۔ یہ سب لوگ جن گیتوں سے پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکار رہے تھے، شیرینی آواز سے گا رہے تھے دنیا کی کس قوم کے حافظہ میں وہ گیت محفوظ نہیں؟ وہ گیت آج

❶ زاد المعاد ۵٤/۲، ابن ھشام ٤۹۳/۱، رحمتہ للعالمین ۱۰۲/۱، الرحیق المختوم ۲٤۰۔

بھی محفوظ ہے اور تیماء وغیرہ کے باشندوں کی تواضع بھی، جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے۔

۳۔ ”اے دوانیوں کے قافلو! تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے وہ پیاسے کے پاس پانی لائے، تیماء کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے ننگی تلواروں سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔“ [1]

واضح ہو کہ دوان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے لیقسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس وخزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ بائبل کی اس پیشین گوئی میں ہے کہ مہاجرین کی ہجرت کھنچی ہوئی تلواروں اور ان کے خلاف اٹھی ہوئی کمانوں سے ہوگی۔ بعینہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور اسی طرح بائبل میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ انصار نسل دوان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا اور تیماء بھی حضرت اسماعیل کے آٹھویں فرزند کا نام ہے جن کی اولاد مدینہ کے عقب میں آباد ہوئی۔

پیشین گوئی نمبر (۱۷): جنگ بدر اور بائبل

① ”خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کے بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے۔“ [2]

② ”خداوند بہادر کی طرح نکلے گا وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت دکھائے گا، وہ نعرہ مارے گا ہاں وہ للکارے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔“ [3]

---

[1] یسعیاہ باب ۲۱.
[2] یسعیاہ باب ۲۱، آیت ۱۷.
[3] یسعیاہ باب ۴۲، کیتھولک اشعیاء ۴۲.

یہ کڑیاں ملاتے جایئے اور دیکھئے کہ نبی اکرم ﷺ کی آمد سے سینکڑوں سال پہلے حضرت یسعیاہ نے آپ کی مکہ سے ہجرت کے متعلق پیشین گوئی فرمائی اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ ٹھیک ایک سال بعد قیدار یعنی قریش کی حشمت جاتی رہے گی۔ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر یہ ظالم قیدار یعنی قریش اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ یاد رہے کہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ اس پیشین گوئی میں بتایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور ان کی شوکت جاتی رہے گی۔

چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب داب، حشمت وعزت کو از حد نقصان پہنچا۔ اور اسی پیشین گوئی میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ بنی قیدار تھوڑے سے ہوں گے۔ یعنی نبی ﷺ کے ساتھی جو بنی قیدار سے ہی تعلق رکھتے ہیں، تھوڑے سے ہوں گے۔ مگر دشمن بنی قیدار ہی تعداد میں بکثرت ہوں گے۔ چنانچہ رمضان ۲ ہجری میں حضور صادق المصدوق ﷺ اپنے ساتھ تھوڑی سی جماعت کو لے کر مدینہ سے نکلے تھے جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند سے بھی زیادہ ہے اور سامان اسلحہ وغیرہ میں ہزار چند زیادہ ہے۔ ۱۷ رمضان بروز جمعہ جنگ شروع ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے نہایت تضرع سے دعا مانگی اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا میں توحید کی منادی کرنے والا کوئی بھی نہ ہوگا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔ نبی اکرم ﷺ کے لشکریوں کے ساز وسامان کا اندازہ کیجئے کہ تمام لشکر میں دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے۔ یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی جب کہ وہ جالوت کے مقابلے کو نکلے تھے اور یہی بات نبی اکرم ﷺ سے سینکڑوں سال قبل حضرت یسعیاہ نے بذریعہ وحی لوگوں کو بتا دی تھی کہ:

''بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے'' اور یہ عجیب کی بات بار بار ثابت ہے۔

جنگ شروع ہوئی اور نصرت الٰہی سے بنی قیدار کی کثیر تعداد کو شکست ہوئی اور بنی قیدار کے تھوڑے سے بہادر غالب آئے۔ مخالفین کے ستر مشہور آدمی گرفتار ہوئے اور ستر مشہور بہادر اور سردار مارے گئے۔ ابو جہل بھی اس جنگ میں مارا گیا اور یہی بد بخت سب کو چڑھا کر لایا تھا اور وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں نبی کریم ﷺ کے قتل کے مشورہ میں شریک تھے ان میں سے بھی گیارہ جہنم رسید ہوئے۔ ❶

رحیم و کریم نبی:

۱: اس زمانے کا قانون۔

۲: قریش کا تکبر۔

۳: مظلوم و مہاجر مسلمانوں کا جوش انتقام۔

۴: اور دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت۔

یہ تمام باتیں اس امر کی متقاضی تھیں کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا مگر رحیم نبی رحمت عالم ﷺ نے تاوان لے کر سب کو چھوڑ دیا اور تاوان کی قیمت اس قدر تھی کہ ہر کوئی آسانی سے ادا کر سکے۔ بعض اسیروں کا تاوان نبی کریم ﷺ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

اس طرح حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی دونوں پیشین گوئیاں بعینہٖ صحیح ثابت ہوئیں کہ آپ اور آپ کے ساتھی تھوڑے ہونے کے باوجود بہادروں کی طرح نکلے اور نہتے ہونے کے باوجود جنگی مردوں کی طرح اپنی غیرت دکھلائی، نعرہ تکبیر کو بلند کیا اللہ اکبر کی صدائے دلنواز سے فضائیں گونج اٹھیں۔ اور حضرت یسعیاہ نے اسی بات کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی کہ ''وہ نعرہ بلند کرے گا۔''

چند ایک تلواروں اور تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ ایک بڑے لشکر پر غلبہ حاصل کیا۔ ابو جہل جیسا متعصب قیدار کا سردار مارا گیا اور دیگر بڑے بڑے سردار جہنم رسید ہوئے جن کی

---

❶ صحیح بخاری عن براء کتاب المغازی۔

لاشیں بدر کے ایک کنویں میں پھینک دی گئیں۔ قیدار کی اولاد یعنی قریش مکہ کی عظمت اور شان و شوکت جاتی رہی بلکہ بدر کے ایک کنویں میں غرق کر دی گئی۔ اور اس طرح حضرت یسعیاہ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ کیا ٹھیک تاریخ کی قید کے ساتھ وقوع سے پہلے اور سینکڑوں سال پہلے یسعیاہ نبی یہ کہتے ہوئے آنے والوں کو اس نبی کی عظمت کا مژدہ سناتے ہوئے چلے نہیں گئے تھے کہ ''ٹھیک ایک سال مزدور کے ایک سال میں قیدار کی حشمت جاتی رہے گی۔''

پیشین گوئی نمبر (۱۸): یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی، محمد عربی ﷺ کے متعلق

جزیرے اس (محمد ﷺ) کی شریعت کا انتظار کریں گے:

''دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے میں نے اپنی روح اس پر ڈالی وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کریگا وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے گا۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔ جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں، قید خانہ سے چھڑائے۔ یہوداہ میں ہوں یہی میرا نام ہے میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لیے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتوں کے

لیے روانہ رکھوں گا۔ دیکھو پرانی باتیں پوری ہو گئیں اور میں نئی بات بتاتا ہوں۔
اس سے بیشتر کہ واقع ہو میں بیان کرتا ہوں۔'' ❶

اس کے بعد اسی باب کی آیات ۱۰ تا ۱۲ پڑھیے جن میں ہجرت رسول کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ باب ۴۲ کی آیات ۱ تا ۱۷ تک حضور صادق المصدوق ﷺ کے متعلق ہیں۔ یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ قدیم بائبل میں لفظ ہیں۔ ''میرا بندہ'' جس کا ترجمہ خادم کیا گیا ہے اور عیسائی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں مگر یہاں ہے خادم یعنی غلام خادم بندہ یا رسول وغیرہ۔ اسی طرح یسعیاہ نبی کی یہ پیشین گوئی حضور صادق المصدوق ﷺ پر ہی فٹ بیٹھتی ہے۔ حضور صادق المصدوق ﷺ خود فرمایا کرتے تھے۔ ''اے اللہ! میں تیرا خادم اور تیری خادمہ کا بیٹا ہوں اور تیرا بندہ اور رسول ہوں۔'' قرآن کریم میں آپ ﷺ کو عبدہ اور عبدی یعنی میرا بندہ کہا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور آپ کی شریعت کے جزائر منتظر تھے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ ﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (البقرہ: ۸۹) بعثت نبوی سے قبل آخری نبی کے مبعوث کیے جانے کی اور ان کے ذریعے کافروں پر فتح حاصل ہونے کی دعائیں کرتے رہتے تھے اور متعدد حدیثوں سے بھی یہی بات ثابت ہے۔

یہ پیشین گوئی مکمل پڑھنے کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ جس ہستی کے متعلق پیشین گوئی فرمائی جارہی ہے وہ عہد کے رسول فارانی نبی جناب محمد ﷺ ہی ہیں۔

۱: اس پیشین گوئی میں یہ عبارت کہ ''پرانی باتیں پوری ہوئیں اور میں نئی بتاتا ہوں'' درحقیقت جملہ معترضہ ہے جس کا مقصد اس پیشین گوئی کی اہمیت کو اس طرح واضح کرنا ہے کہ میں نے جو پیشین گوئیاں اس سے قبل سنائی تھیں وہ واقع ہو کر رہیں اس لیے یہ بھی ضرور واقع ہوگی۔

۲: ''وہ ہمت نہ ہارے گا جب تک عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔'' حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی

❶ یسعیاہ باب ۴۲، آیات ۱ تا ۱۰.

عدالت اور حکومت سے پہلے ہی آسمان پر تشریف لے گئے اور اس کے برعکس حضور صادق المصدوق ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی حکومت اور عدالت قائم فرمائی اور ۸۶ جنگیں لڑنی پڑیں آپ کے قتل کے منصوبے بنائے گئے مگر آپ نے ہمت نہ ہاری۔

۳: ''میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔'' عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھتے وقت چلاتے ہی رہ گئے۔ «ایلی ایلی لما شبقتنی» اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اور بقول عیسائیت آپ کا سولی ہی پر انتقال ہوا۔ اس کے برعکس حضور صادق المصدوق ﷺ کا اللہ نے ہاتھ پکڑا اور ہمیشہ حفاظت فرمائی اور آپ ﷺ ہمیشہ کافروں اور شریروں کے شر سے محفوظ رہے، ہجرت کا مسئلہ ہو یا جنگ بدر کا، خندق واحد کا معاملہ ہو یا فتح مکہ کا آپ کا مقابلہ یہود و نصاریٰ سے ہو، آتش پرست یا بت پرستوں سے ہو، آپ کو اللہ نے ہمیشہ محفوظ رکھا۔ «واللہ یعصمك من الناس.»

۴: ''جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے'' گذشتہ صفحات پر اسے ہم تفصیل سے نقل کر چکے ہیں کہ آپ ﷺ کی شریعت کے جزیرے منتظر رہے۔

۵: ''نور کے لیے تجھے دوں گا۔'' آپ ﷺ نور مبین کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے نور و کتاب مبین اور صادق المصدوق ﷺ کے نور نبوت سے شرک و بدعت اور کفر و ضلالت کے اندھیرے چھٹ گئے اور اندھوں کو بینائی ملی اور جس بوجھ اور طوق نے انہیں جکڑ رکھا تھا، اس بوجھ اور طوق سے انہیں آزادی دلائی۔ «ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم»۔

۶: اور اس پیشین گوئی کے آخری الفاظ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ وہ نبی خاص طور پر بت پرستی کے خاتمہ کو اپنا مقصد بنائے گا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بت پرستوں سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا۔ اس کے برخلاف صادق المصدوق پیغمبر ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا، بتوں کو توڑا، اوندھا کیا اور بتوں کی پامالی کے بعد اعلان فرمایا کہ

﴿قل جآء الحق وزهق الباطل﴾ اس بشارت کا ہر جملہ سو فیصدی خاتم النبیین صادق المصدوق جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ہی صادق آتا ہے۔ چنانچہ اصحاب پیغمبر کے زمانے میں ایک مشہور یہودی عالم دین تھے حضرت کعب رضی اللہ عنہ آخر کار انہوں نے اسلام قبول فرمایا۔ ان سے درخواست کی گئی کہ توراۃ میں موجود آپ ﷺ کے متعلق کوئی بشارت سنائیے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت یسعیاہ کی تقریباً اسی بشارت کا تذکرہ فرمایا۔ عربی عبارت یسعیاہ کی عبارت کے بعینہٖ مطابقت رکھتی ہے۔ ہم بخاری کی کتاب التفاسیر سے حضرت کعب کی بیان کردہ عبارت کا ایک ایک جملہ نقل کرتے ہیں ان جملوں کا یسعیاہ کے ایک ایک جملے سے تقابل کرتے جائیں۔

۱: «قال في التوراة ياايها النبي انا ارسلناك شاهدا ومبشرا.»

توراۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا درآنحالیکہ تم گواہ اور خوشخبری دینے والے ہو۔

۲: ''وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔''

«وحرزاً للأميين» امیوں کی پناہ گاہ ہو۔

میرا، خادم جس پر میں اپنی روح ڈالوں گا۔

۳: «انت عبدي ورسولي» تم میرے بندے اور رسول ہو۔

۴: «سميتك المتوكل.» میں نے تیرا نام اللہ پر بھروسہ رکھنے والا رکھا ہے۔ اور توراۃ میں ہے میرا خادم جس کا مطلب بندہ ہے جس کو میں سنبھالتا ہوں یعنی وہ میرے ہی توکل پر ہے اس کی جان راحت میں رہے گی۔

۵: ''وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا'' ليس بفظ ولا غليظ ولا يدفع السيئة بالسيئة ولكن يعفو ويصفح» وہ سنگدل اور سخت نہ ہوگا۔ (یعنی کمزوروں کو نہ ستائے گا) اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ معاف کرے گا۔

۶: وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ ولا

سخاب بالا سواق اور نہ وہ بازاروں میں شور کرنے والا ہوگا۔

۷: "وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔"

«ولئن یقبضہ اللہ حتیٰ یقیم بہ الملۃ العوجاء.» اللہ اس وقت تک اس کی روح قبض نہ کرے گا جب تک کہ اس کے ذریعے وہ کج دین کو سیدھا نہ کرلے۔

۸: "یہوداہ میں ہی ہوں یہی میرا نام ہے میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لیے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتوں کے لیے روانہ رکھوں گا۔" فیقولو لا الہ الا اللہ یہاں تک کہ لوگ کہہ اٹھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یاد رہے کہ یہود کے نزدیک اللہ کا نام یہوداہ یہوواہ بھی ہے۔

۹: "تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔" «فیفتح بہ اعیناً عمیا واذاناً صما وقلوباً غلفاً» وہ اس کے ذریعے اندھی آنکھوں بہرے کانوں اور پردہ پڑے دلوں کو کھول دے گا۔" [1]

اس پیشین گوئی کا ایک ایک حرف حضور ﷺ پر صادق آتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور بائبل میں کہیں کہیں تقدیم و تاخیر یا صیغوں کا فرق ضرور ہے، مگر اتنا فرق تو بائبل کے تقریباً ہر نسخہ میں دوسرے نسخہ کے مقابلے میں ہوتا ہے پھر اسی عبارت میں آنے والے کے لیے خادم یا بندہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو خاص طور سے نبی کریم ﷺ کا لقب ہے۔ دوسرے انبیاء میں سے کسی کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے، کسی کو خلیل اللہ، کسی کو روح اللہ۔ لیکن عبدہٗ اور عبداللہ کا خصوصی خطاب حضور ختم المرتبت ﷺ ہی کو ملا ہے اس کے ساتھ لفظ برگزیدہ استعمال کیا گیا ہے جو مصطفٰے کا ترجمہ ہے اور نبی کریم ﷺ کا معروف لقب ہے۔

میں نے اپنی روح اس پر ڈالی:

اپنی روح اس پر ڈالی سے مراد ہے کہ وہ میرا برگزیدہ نبی ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

---

[1] بخاری، پارہ ۲۰ باب ۷۰ التفسیر سورۃ فتح بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ (الشوری : ۵۲)

''اور اسی طرح وحی کی ہم نے تیری روح کو اپنے حکم سے۔''

بائبل کے نزدیک انبیاء روح اللہ ہیں یا پھر ان میں خدا کی روح ہے یعنی وہ اللہ کے منتخب اور برگذیدہ لوگ ہیں مثلاً بائبل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہے ان میں خدا کی روح ہے ❶ بضلی ایل بن اوری روح اللہ ❷ عیسی علیہ السلام کے سب حواری روح اللہ ❸ پس بائبل کے متعدد مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک لوگوں اور انبیاء کے لیے روح اللہ یا خدا کا روح ان میں ہے ایسے الفاظ کا استعمال بکثرت پایا جاتا ہے اور تو اور جھوٹا مدعی رسالت پولوس بھی دعوی کرتا ہے ''میں سمجھتا ہوں کہ خدا کا روح مجھ میں بھی ہے'' ❹ یہ جھوٹا تھا اس لیے قتل ہوا اور اپنے انجام کو پہنچا۔ لہٰذا بائبل کے متعدد مقامات سے معلوم ہوا روح اللہ ہونے میں عیسی علیہ السلام کو کوئی انفرادیت حاصل نہیں بلکہ تمام انبیاء اور مقدس لوگ روح اللہ ہیں اس لیے نبی موعود کے بارے میں فرمایا میں نے اپنی روح اس پر ڈالی۔

پیشین گوئی نمبر ذکر (۱۹): حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیشین گوئی محمد فارانی ﷺ کے حق میں

حضرت سلیمان علیہ السلام کی غزل الغزلات شروع سے لے کر آخر تک حضور صادق المصدوق ﷺ کی شان میں تھی، مگر مترجمین اور مصلحین بائبل نے یہاں بھی تحریف کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ مصلحین کو اس کتاب میں تحریف کرنے میں سخت مشکل پیش آئی کیونکہ کوئی ایک آیت سیرۃ رسول عربی سے خالی نہ تھی۔ اول تا آخر آپ ﷺ کی شان بیان کی گئی تھی مگر مصلحین نے غزل الغزلات سے وہ باتیں نکال دیں اور غزل الغزلات میں آپ کے ذکر کا رخ کسی عورت کی طرف موڑ دیا۔ پھر مزید جھول دینے کے لیے اس پر عشق کی

❶ پیدائش ۴۱۔۳۸۔ ❷ خروج ۳۱۔۲۔
❸ ۱۔ کرنتھیوں ۳۔۱۶۔ ❹ ۱۔ کرنتھیوں ۷۔۴۰۔

پان چڑھائی گئی تاکہ اصل مقصد اور مطلب کا رخ پھیر دیا جائے۔ اور بد نصیبی یہ کہ کسی عورت کی چھاتیوں کا بھی خوب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ موجودہ غزل الغزلات پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ یہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی بلکہ کسی عشق (مالیخولیا) کے مریض کا ہذیان ہے۔ اگر ان لوگوں میں رتی بھر اللہ کا خوف ہوتا تو یہ لوگ ان پیشین گوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے یروشلم کی بیٹیوں کی چھاتیوں کا نقشہ نہ کھینچتے اور ایسے خطرناک پوز بنا بنا کر اسے اللہ کا کلام نہ کہتے اور اس پر یہ ستم کہ غزلیات کی نظمیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب ہی نہیں کی گئیں بلکہ یہ نظمیں بقول عیسائیت اللہ اور اسرائیل یا مسیح اور کلیسیا یا کنواری مریم اور اللہ کے ناقابل بیان وصال کو ظاہر کرتی ہیں۔ نشید الاناشید یا غنائے سلیمانی کا الہامی مصنف صوفیانہ طور پر دلہے اور دلہن کی عشقیہ گفتگو کی تمثیل سے خداوند تعالیٰ اور امت اسرائیل کے عقد روحانی کی بحالی کا بیان کرتا ہے اور اسی میں پھر کنایتاً مسیح اور کلیسیا کے عمدہ اتفاق کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے بعض روحانی مصنفین ان باتوں کے علاوہ اس کتاب میں کامل ارواح اور خصوصاً خاتون مبارک مقدسہ کے ساتھ خدائے مہربان کے ناقابل بیان وصال کا ذکر پاتے ہیں۔'' ❶

غزل الغزلات سے چند ایک نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

۱: ''میری جان کا پیارا مجھ کو مل گیا میں نے اسے پکڑ رکھا اسے نہ چھوڑا جب تک میں اسے اپنی ماں کے گھر میں اور اپنی والدہ کے خلوت خانہ میں نہ لے گئی۔''

۲: ''میرا محبوب میرے لیے دستہ مر ہے جو رات میری چھاتیوں کے درمیان پڑا رہتا ہے۔''

۳: ''دیکھ تو خوبرو ہے اے میری پیاری دیکھ تو خوبصورت ہے تیری آنکھیں تیرے نقاب کے نیچے دو کبوتر ہیں۔ تیرے ہونٹ قرمزی ڈورے ہیں۔ تیرا منہ دلفریب ہے تیری دونوں چھاتیاں دو توام آہو بچے ہیں جو سوسنوں میں چرتے ہیں۔''

۴: ''تیری رانوں کی گولائی ان زیوروں کی مانند ہے جن کو کسی استاد کاریگر نے بنایا ہو تیری

---

❶ دیکھئے کیتھولک بائبل نشید الاناشید صفحہ ۸۳۸.

ناف گول پیالہ ہے جس میں ملائی ہوئی مے کی کمی نہیں۔ تیرا پیٹ گیہوں کا انبار ہے جس کے گرداگرد سوسن ہوں۔ تیری دونوں چھاتیاں آہو بچے ہیں جو توام پیدا ہوئے ہوں تیری گردن ہاتھی دانت کا برج ہے۔..... اے محبوبہ عیش و عشرت کے لیے تو کتنی جمیلہ و جاں فزا ہے۔ یہ تیری قامت کھجور کی مانند ہے اور تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں..... میں نے کہا کہ میں اس کھجور پر چڑھوں گا اور اس کی شاخوں کو پکڑوں گا۔"

۵: "ہماری ایک چھوٹی بہن ہے۔ ابھی اس کی چھاتیاں نہیں اٹھیں..... میں دیوار ہوں اور میری چھاتیاں برج ہیں۔" [1]

کیا کوئی صاحب شعور اسے اللہ کا کلام کہے گا میں لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف انبیاء کے بارے میں ہی بائبل میں غلاظت لکھی گئی ہے جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق لکھا گیا کہ وہ اپنی بیٹیوں سے ہم آغوش ہوا۔ (پیدائش) اور ایسے ہی داود کے بارے میں حیا سوز واقعات ہیں مگر یہاں تو مریم صدیقہ کو اور خود خداوند عالم کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ مریم صدیقہ کے متعلق کیسی بکواس لکھی گئی ہے اور خود خداوند عالم کو عیاش قرار دیا گیا۔ استغفر اللہ نقل کفر کفر نباشد۔

بذات خود بہت سے عیسائی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ ان آیات میں نہ کوئی سبق ہے نہ تمثیل۔ ایک فاضل کے بقول۔

"We can not imagine prophet or religious poet using this sensuous imagery in detail to express such relation."

"ہم کسی نبی یا مذہبی شاعر کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتے کہ (وہ اللہ اور مریم یا مسیح اور کلیسیا، یا اللہ اور اسرائیل کا پاکیزہ) تعلق ظاہر کرنے کے لیے اس تفصیل کے ساتھ پرشہوت تشبیہات استعمال کرے۔" [2]

اور دوسرا محقق لکھتا ہے کہ:

---

[1] غزل الغزلیات.

[2] Peak's commentary, Page 418.

''حقیقت میں یہ عام عشق و محبت کے نغمے (Love Lyrics) ہیں جو عبرانی یہودیوں کے ایک طبقہ میں گائے جاتے تھے۔'' ❶

درحقیقت بائبل کے اس حصہ یعنی غزل الغزلات میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضور صادق المصدوق ﷺ کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی اور موقع محل سے ممکن ہے کہ حسن مصطفےٰ ﷺ کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی نظم کہی ہو۔ مگر مصلحین بائبل نے تحریف کا خوب سہارا لیا اور پیشین گوئی کا رخ کسی اور ہی طرف موڑ دیا۔ اس لیے پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ ''سلیمان'' کتاب پہلے باب سے آخر تک نبی ﷺ کی پیشین گوئیوں کے متعلق تھی کیونکہ تحریف کے باوجود چند ایک مقامات پر نشانات موجود ہیں مثلاً۔

(۱)...... تیرے محبوب کو کسی دوسرے پر کیا فوقیت ہے جو تو ہم کو اس طرح قسم دیتی ہے میرا محبوب سرخ و سفید ہے وہ دس ہزار میں ممتاز ہے اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مر ٹپکتا ہے۔ اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔ اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔ اس کا منہ از بس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔'' ❷

کون دس ہزار لوگوں میں ممتاز ہے وہ کون سے دس ہزار اصحاب ہیں جن میں صاحب موصوف ممتاز ہے؟ کیا وہ محمد عربی ﷺ کے دس ہزار صحابہ نہیں جن میں آپ ﷺ ممتاز تھے وہی جن کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا کہ ''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں میں سے آیا۔'' ❸

---

❶ Ibid Page 418,419.

❷ غزل الغزلات باب ۵ آیات ۹ تا ۱۶۔

❸ استثنا باب ۳۳۔

مگر جب مصلحین بائبل نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کوہ فاران سے آئے اور دس ہزار صحابہ کی جمعیت لے کر آئے تو فوراً دس ہزار کو لاکھوں قدوسیوں سے بدل دیا۔ مگر غزل الغزلیات سے یہ چوری پکڑی گئی کہ لاکھوں نہیں بلکہ دس ہزار قدوسی صفات ہی فتح مکہ کے موقع پر آپ ساتھ لے کر کوہ فاران سے تشریف لائے۔ اس لیے انگلش سٹینڈرڈ ورژن میں Ten Thousand کے لفظ اعتراف تحریف کا ثبوت ہیں۔ درحقیقت اس باب میں حضور صادق المصدوق ﷺ کے حسن دلنشین اور دل فریب خوبیوں کا ذکر تمثیلوں میں کیا گیا ہے۔ پھر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ ممتاز ہونا بیان کیا گیا ہے۔ فتح مکہ کے وقت تاریخ کی معتبر کتب میں دس ہزار صحابہ کا آپ ﷺ کے ہمراہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عظیم الشان پشین گوئی حضور صادق المصدوق ﷺ کے بارے میں ہے پھر اس کی دیگر وجوہات بھی ہیں مثلاً اس میں ہے میرے محبوب کا رنگ سرخ و سفید ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ حدیث پڑھیے: «لو رئیته رئیت الشمس طالعة.» [1] ''اگر آپ کو دیکھا تو گویا چمکتا ہوا آفتاب دیکھا۔'' ازهر اللون ''آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا۔'' ان باتوں کی تفصیل ہم پشین گوئی نمبر ۸ میں ذکر کر چکے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے سر مبارک کی تعریف خالص سونے کی طرح احادیث شمائل میں ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک عظیم اور پیشانی کشادہ تھی آپ ﷺ کی زلفیں پیچ در پیچ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے ۶۳ سال کی عمر میں بھی آپ ﷺ کے موئے مبارک سیاہ تھے۔ صرف بارہ یا پندرہ بال سفید تھے اور وہ بھی تیل لگانے کی حالت میں محسوس نہ ہوتے تھے نیز حدیث میں ہے کہ بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ گھنگریالے بلکہ پیچ دار تھے آپ ﷺ کی آنکھیں سُرمہ لگی ہوئی معلوم ہوتی تھیں لیکن سُرمہ نہیں ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے رخسار مبارک پھول کی طرح کھلے ہوئے اور چاند کی طرح روشن نظر آتے تھے پھر نام لے کر بتا دیا گیا کہ اُن کا نام مبارک محمد ﷺ ہے۔ وہ میرے دوست، وہ میرے پیارے ہیں۔ اصل عبرانی بائبل میں محمد ﷺ کا لفظ موجود ہے اور تراجم میں تحریف معنوی سے

---

[1] رواه الدارمی.

کام لیا گیا ہے۔ اس پیشین گوئی کی آخری آیت پر توجہ کیجئے۔ ''ہاں وہ سراپا عشق ہے، یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا پیارا۔'' جس کا عربی بائبل میں ترجمہ کیا گیا ہے: «هـذا حبيبـي و هذا خليلي.» اور E.S.V میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

And he is altogether desireable. This is my beloved and this is my freind.

مگر عبرانی بائبل میں ''ہاں وہ سراپا عشق'' کی جگہ الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

''خلو محمدیم زہ دودی زہ رعی۔'' جس کا حقیقی ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

''وہ ٹھیک محمد (ﷺ) ہیں وہ میرے محبوب ہیں میرے پیارے۔''

ان نظموں کو خداوند مسیح یا اللہ اور مریم یا اللہ اور کلیسیا کے متعلق بتانے والو! دیکھو خود حضرت سلیمان علیہ السلام نے نام مبارک لے کر ثابت کر دیا اور ان کا پتہ بھی دے دیا کہ وہ ہیکل (کعبہ) میں دس ہزار آدمیوں کے درمیان آئے گا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتہ لگ جانے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ عبرانی لفظ محمدیم کا ترجمہ سراپا عشق کرنا مصلحین بائبل و مترجمین بائبل کی دروغ گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ ''خلو محمدیم زہ دودی زہ رعی'' پر ''ہاں وہ سراپا عشق'' کی چادر ڈال دیتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ باب ۳۳، استثناء آیت ۲ میں ہے۔

''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔''

اور غزل الغزلات کی یہ عبارت ''میرا محبوب سرخ و سفید ہے وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔'' یہ دونوں عبارتیں کسی ایک ہی ہستی کی پیشین گوئی میں ہیں۔ باب استثناء میں جو تحریف کی گئی تھی وہ غزل الغزلات میں ظاہر ہو گئی کہ وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔

پادری فانڈر کا اعتراض:

پادری صاحب لکھتے ہیں ''بعض مسلمان غزل الغزلات سلیمان کے پانچویں باب کی سولھویں آیت کو محض اس بنا پر حضرت محمد ﷺ سے منسوب کرتے ہیں کہ عبرانی لفظ محمدیم بمعنی راحتیا جو کہ لفظ محمد کی طرح حمد سے مشتق ہے [illegible] لیکن عبرانی زبان میں لفظ

اسم معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے جیسا کہ اس صیغہ جمع کے استعمال سے ظاہر ہے۔''[1]

پادری صاحب کی علمی خیانت:

پادری صاحب نے علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے یہ اعتراض کیا ہے حالانکہ یہ جمع تعظیمی ہے۔عبرانی زبان میں ''یم'' جمع تعظیمی کو ظاہر کرتا ہے مثلاً بائبل کے متعدد مقامات پر الہ سے الوہیم یا الوہی اور بعل سے بعلیم۔ کیا بائبل میں جہاں الوہیم لکھا ہے وہاں یہ مراد ہے کہ بہت سے الہ ہیں یا بعلیم سے یہ مراد لیا جائے گا کہ بہت سے بعل ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ عبرانی میں ''یم'' تعظیم کے لیے استعمال کیا گیا ہے پھر اس پیشین گوئی میں نبی موعود کی نشانیاں بھی ذکر کی گئی ہیں مثلاً دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ ہونا اس کا منہ ازبس شیریں ہے یعنی وہ صاحب خلق عظیم ہے، پیچ دار اور سیاہ بال، سرخ اور سفید رنگ اور ساتھ ہی آپ کا نام مبارک محمد ﷺ اس پیشین گوئی کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے کہ اس کے مصداق صرف محمد ﷺ ہیں۔

پیشین گوئی نمبر (۲۰): مشرق کا صادق

''وہ نزدیک آ کر عرض کریں، آؤ ہم مل کر عدالت کے قریب ہوں، کس نے مشرق سے اس کو برپا کیا، جس کو وہ صداقت سے اپنے قدموں میں بلاتا ہے؟ وہ قوموں کو اس کے حوالے کرتا اور اسے بادشاہوں پر مسلط کرتا ہے اور ان کو خاک کی مانند اس کی تلوار کے اور اڑتی ہوئی بھوسی کی مانند اس کی کمان کے حوالہ کرتا ہے وہ ان کا پیچھا کرتا اور اس راہ سے جس پر پیشتر قدم نہ رکھا تھا، سلامت گذرتا ہے۔ یہ کس نے کیا اور ابتدائی پشتوں کو طلب کر کے انجام دیا؟ میں خداوند نے جو اول و آخر ہوں، وہ میں ہی ہوں۔''[2]

یہاں تحریف کی گئی ہے یہی پیشین گوئی کیتھولک بائبل میں اس طرح ہے۔ ''کس نے

---

[1] میزان الحق حصہ سوئم باب ۲.

[2] یسعیاہ ۴۱-۲ تا ٤.

صادق کو مشرق سے برپا کیا۔“ ❶

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی صفت صداقت اور امانت انتہائی مشہور ہے، اسی وجہ سے لوگ آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارتے تھے مگر مصلحین بائبل کے لیے یہ حقیقت سخت ناگوار تھی، اس لیے اس مکروہ فعل کے مرتکب ہوئے اس عبارت میں لفظ مشرق بھی موجود ہے اور مشرق کی طرف سے مراد عرب ہے چنانچہ پادری سلطان پال صاحب لکھتے ہیں ”عربستان ہی فلسطین کے پورب یعنی مشرق میں واقع ہے چنانچہ کتب مقدسہ میں عربوں کا دوسرا نام بنی شرق ہے یعنی پورب کے بیٹے ہیں۔“ ❷

اچھی طرح واضح ہوگیا کہ وہ نبی مشرق سے یعنی عرب سے ہوگا اور یہ کام بنی اسرائیل کے لیے بڑا حیران کن ہے مگر یہ کام کس نے کیا اس اللہ تعالیٰ نے جو اول اور آخر ہے۔ ”وہ نبی تلوار سے مشرکوں کا پیچھا کرتا ہے اور ان کو خاک اور بھوسی کی مانند اڑاتا ہے اور سلامتی کا شہزادہ سلامت رہتا ہے۔ اور یہ کام کس نے کیا، اس اللہ نے جو اول اور آخر ہے۔ ابتدائی پشتوں یعنی بنی اسرائیل کو انجام دیا ان کے گھناؤنے اور نفرتی کاموں کا، اور یہ کام کس نے کیا اسی اللہ نے جو اول اور آخر ہے، قومیں اس کے مطیع ہوگئیں وہ بادشاہوں پر مسلط ہوگیا ایمان لاتے ہیں یا جزیہ دیتے ہیں۔ یہ عظیم اور لاثانی انقلاب آتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بات جانتا ہے لہٰذا اسے معلوم تھا کہ گھناؤنے اور نفرتی کام کرنے والے مردود اور مغضوب کہیں گے کہ محمد ﷺ نے یہ کام کیے مگر لوگوں کو لالچ دیا۔ جنت کا لالچ، دوزخ کا ڈر، تلوار کے زور سے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ یہ کام کس نے کروائے اور ان بنی اسرائیل کو انجام کس نے دیا۔ ”میں خداوند نے جو اول و آخر ہوں، وہ میں ہی ہوں۔“ یعنی اب جو کوئی اعتراض کرتا ہے وہ محمد ﷺ پر نہیں، اللہ تعالیٰ پر کرتا ہے کیونکہ محمد ﷺ نے سب کام اللہ کے حکم سے کیے۔

---

❶ کیتھولك بائبل ایضاً.

❷ عربستان میں مسیحیت صفحہ ۳۳-۳۴.

پیشین گوئی نمبر (۲۱): یرمیاہ نبی کی پیشین گوئی اور جنگ حنین کا ذکر

(۱)...... ''خداوند فرماتا ہے کہ اٹھو قیدار پر چڑھائی کرو اور اہل مشرق کو ہلاک کر دو۔ وہ ان کے خیموں اور گلوں کو لے لیں گے۔ ان کے پردوں اور برتنوں اور اونٹوں کو چھین لے جائیں گے اور وہ چلا کر ان سے کہیں گے کہ چاروں طرف خوف ہے بھاگو دور نکل جاؤ، نشیب میں بسو۔ اے حصور کے باشندو! خداوند فرماتا ہے کیونکہ شاہ بابل بنوکدرضر نے تمہاری مخالفت میں مشورت کی اور تمہارے خلاف ارادہ کیا ہے۔ خداوند فرماتا ہے کہ اٹھو اس آسودہ قوم پر جو بے فکر رہتی ہے جس کے نہ کواڑے ہیں نہ اڑبنگے اور اکیلی ہے چڑھائی کرو اور ان کے اونٹ غنیمت کے لیے ہوں گے اور ان کے چوپایوں کی کثرت لوٹ کے لیے اور میں ان پر ہر طرف سے آفت لاؤں گا۔ خداوند فرماتا ہے۔'' [1]

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی میں حضور صادق المصدوق ﷺ کو بطور مجاہد اعظم بیان کیا گیا ہے۔ جو قیدار پر چڑھائی کریں گے اور غنیمت میں بہت سے اونٹ، چاندی کے برتن، چوپایوں کی کثرت کو غنیمت میں حاصل کرین گے۔ یاد رہے کہ ''قیدار'' نام ہے قریش کا کیونکہ قریش حضرت قیدار کی نسل سے ہیں اور قیدار بیٹے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اور اس کا ثبوت خود بائبل میں ہی موجود ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے بارہ بیٹے عطا کیے تھے۔ ان میں قیدار بہت مشہور ہیں بلکہ جہاں یہ آباد تھے اس بستی کو قیدار کی ہی بستی کہا جاتا تھا۔ حضرت قیدار کا بائبل میں ذکر موجود ہے۔'' [2]

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں۔ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ کی چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے۔ اور اسی پیشین گوئی میں فرمایا گیا ہے کہ ''اہل مشرق کو ہلاک کر دو۔''

(۲)...... پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ مراد ہیں۔ حنین مکہ سے مشرق

---

[1] یرمیاہ باب ۴۹۔۲۹ تا ۳۳

[2] پیدائش ۲۵/۱۲، زبور ۱۲۰/۵، یسعیاہ ۱۶/۱۱، یسعیاہ ۲۸/۴۸

کی طرف ہے اور ان کے اونٹ غنیمت کے لیے ہوں گے اور ان کے چوپایوں کی کثرت لوٹ کے لئے۔"

عیسائیوں کو یہ بھی اصرار ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اس دعویٰ کے پیش نظر عیسائیوں پر فرض ہے وہ جواب دیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کون سے قیدار کے خلاف چڑھائی کی؟ اور مال غنیمت میں کتنے اونٹ اور چوپائے حاصل کیے؟ کیا کوئی عیسائی اس کا جواب دے گا یا دے سکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں بلکہ قیامت کی صبح تک نہیں اس کے برعکس آؤ، ہم تمہیں دکھاتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ نے حنین کے موقع پر ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی کو بطور مال غنیمت حاصل کیا اور چھ ہزار مرد و زن کو جنگی قیدیوں کی حیثیت سے گرفتار کیا اور بنی قیدار کو ہر طرف سے پراگندہ کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسی پیشین گوئی میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ:

(۳)....."بنوکدرضر نے تمہاری مخالفت میں مشورت کی اور تمہارے خلاف ارادہ کیا۔"

مصلحین بائبل لاکھ پیچ وخم ڈال کر حقیقت سے راہ فرار تلاش کریں بھی تو کیا حاصل اول تو ان کی یہ سعی لاحاصل ہوگی اور دوسرا یہ کہ کون نہیں جانتا کہ مکہ فتح ہو جانے سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جن کی حد مکہ سے ملتی تھی انہوں نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دے دیں تو اہل مکہ کے جس قدر باغات اور جاگیریں طائف میں ہیں، وہ بلا دغدغہ ہمارے ہو جائیں گے اور مسلمانوں سے بت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جا سکے گا۔ یعنی ان لوگوں نے حضور صادق المصدوق ﷺ کی مخالفت میں مشورت کی اور ان کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا۔ ان روشن دلائل کی موجودگی میں انکار کا کوئی سبب باقی نہیں رہ جاتا سوائے تعصب کے۔ حقیقت روز روشن سے بھی واضح ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو تعصب سے دور بھاگتے ہیں اور حقیقت کے سامنے تاویلیں پیش نہیں کرتے۔ پھر خالق کائنات بھی ان لوگوں کو مغضوب اور ضالین لوگوں کی صف سے نکال کر راہ ہدایت اور نجات کی طرف لے آتا ہے۔ اور پھر یہ لوگ اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف آ جاتے ہیں۔ مگر سوائے ان کے جو ضدی

اور ہٹ دھرم اور جاہل ہیں ان کی آنکھوں پر پردے ہیں اور ان کے دل پر قفل لگے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

پیشین گوئی نمبر (۲۲): بائبل کا بت شکن اور فتح مکہ کا ذکر

''اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد! اسرائیل کے پہاڑوں کی طرف منہ کر کے ان کے خلاف نبوت کر اور یوں کہہ کہ اے اسرائیل کے پہاڑو، خداوند خدا کا کلام سنو۔ خداوند خدا پہاڑوں اور ٹیلوں کو اور نہروں اور وادیوں کو یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں، ہاں میں ہی تم پر تلوار چلاؤں گا اور تمہارے اونچے مقامات کو غارت کروں گا، اور تمہاری قربان گاہیں اجڑ جائیں گے اور تمہاری سورج کی مورتیں توڑ دی جائیں گی اور میں تمہارے مقتولوں کو تمہارے بتوں کے آگے ڈال دوں گا اور بنی اسرائیل کی لاشیں ان کے بتوں کے آگے پھینک دوں گا اور میں تمہاری ہڈیوں کو تمہاری قربان گاہوں کے گرداگرد پراگندہ کروں گا اور تمہاری بود و باش کے تمام علاقوں کے شہر ویران ہوں گے اور اونچے مقام اجاڑے جائیں گے تاکہ تمہاری قربان گاہیں خراب اور ویران ہوں اور تمہارے بت توڑے جائیں۔'' [1]

وہ کون اللہ کا برگزیدہ رسول تھا جو اپنی ہیکل کی طرف لوٹا اور سر جھکائے اللہ کے کلام کی تلاوت فرما رہا تھا۔ جو اپنی ہیکل کی طرف لوٹا، اونٹ کی سواری پر سوار ہو کر ناگہاں ہیکل کی طرف جا رہا تھا وہ بھی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ۔ جیسا کہ بائبل میں رب الافواج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا وہاں پہنچ کر کس نے اللہ کے گھر سے بتوں کو پاک کیا۔ اس وقت جب بیت اللہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے وہ کون تھا جو کمان کے گوشے یا چھڑی کی نوک سے ہر ایک بت کو اوندھے منہ گراتا جاتا تھا اور زبان مبارک سے پڑھتا جا رہا تھا۔

---

[1] حزقی ایل ٦۔١ تا ٦.

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

(بنی اسرائیل :۸۱)

''حق آچکا، باطل نابود ہو گیا، یقیناً باطل تھا ہی نابود ہونے کے لئے۔''

﴿أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (السباء :٦)

''جو آپ ﷺ کی جانب آپ ﷺ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے، وہی حق ہے اور اللہ غالب خوبیوں والے کی راہ کی راہبری کرتا ہے۔''

ہاں بتائیے وہ کون تھا جس نے جآء الحق کا اعلان کیا اور صنم ہائے خود تراشیدہ کو ریزہ ریزہ کر دیا؟

اور کس نے صنم ہائے خود تراشیدہ کو پاش پاش کرنے کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ ''اے جماعت قریش (یعنی بنی قیدار) اللہ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباء و اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا اللہ فرماتا ہے کہ لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور ذات و قبیلے محض پہچان کے لیے بنا دیئے ہیں اور اللہ کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔'' پھر فرمایا تم آزاد ہو۔

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ (یوسف :۹۲)

''تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔''

پیشین گوئی نمبر (۲۳): حبقوق نبی کی پیشین گوئی

''اے خداوند میں نے تیری شہرت سنی اور ڈر گیا اے خداوند اسی زمانے میں اپنے کام کو بحال کر، اسی زمانے میں اس کو ظاہر کر، قہر کے وقت رحم کو یاد فرما۔ خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے، اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی اس کی

جگمگاہٹ نور کی مانند تھی اور اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی۔ وبا اس کے آگے آگے چلتی تھی اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے اور زمین تھرا گئی اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں، ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے۔ قدیم ٹیلے جھک گئے اس کی راہیں ازلی ہیں میں نے کوشن کے خیموں کو مصیبت میں دیکھا، مدیان کے پردے ہل گئے۔'' ❶

حضرت حبقوق کی یہ پیشین گوئی اول تا آخر پڑھیے اور پھر حضور صادق المصدوق ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ فرمائیے اور پھر دیکھئے کہ اس بشارت کا مصداق آپ کے علاوہ بھی کوئی ہے؟

''قدوس کوہ فاران سے سراج منیر بن کر طلوع ہوا۔''

کوہ فاران کس مقام پر ہے اور کون قدوس تھا اور کون کوہ فاران سے سراج منیر بن کر طلوع ہوا؟

''زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی۔'' اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی ''ورفعنا لک ذکرک'' کے الہامی فیصلے سے محمد عربی ﷺ کی حمد سے زمین معمور ہو گئی اور ''سراج منیر'' کی صفت خاص سے ان کا نور پھیلتا چلا گیا حتیٰ کہ دنیا کے کونوں تک جا پہنچا آپ کے وجود اطہر سے وبائیں دور دراز کے ملکوں اور جنگل بیابانوں میں بھاگ گئیں۔ مدینہ منورہ جو آپ ﷺ کی آمد سے قبل یثرب کہلاتا تھا یہ جگہ وباؤں کی آماجگاہ تھی، حضور ﷺ کی آمد کے بعد وبائیں وہاں سے بھاگ گئیں اور اس دن کے بعد آج تک مدینہ منورہ میں کوئی وباء نہیں آئی۔ کوہ فاران سے وہ سورج سراج منیر طلوع ہوا اور اس کا جلال زمین و آسمان میں چھا گیا اور اس ہادی برحق نے جس جانب نگاہ اٹھائی، کامیابیوں اور کامرانیوں نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے قدم چومے اور آپ ہی سرور کائنات ہیں، آپ کی رسالت تا قیامت ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے سبب سے ہی مدین (مکہ) کے مغرور رئیسوں کا غرور خاک میں

---

❶ حبقوق باب ۳. آیت ۱ تا ۷.

مل گیا۔ یاد رہے کہ مدیان اور مدین یا مدیانی بائبل کی زبان میں اہل مکہ کو کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا جو قتورہ بی بی کے بطن سے تھے اور عرب میں جا کر آباد ہوئے۔ [1]

پیشین گوئی (۲۴): واقعہ اقراء کا ذکر، یسعیاہ کی کتاب میں

''اور ساری رویا تمہارے نزدیک سربمہر کتاب کی مانند ہوگی جسے لوگ کسی پڑھے لکھے کو دیں اور اسے کہیں پڑھ وہ کہے میں پڑھ نہیں سکتا۔ یہ سربمہر ہے اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ اور وہ کہے کہ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔'' [2]

غار حرا میں پہلی وحی کی طرف توجہ فرمائیے جب حضور صادق المصدوق ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھے۔ فرشتے نے آ کر کہا ''پڑھ'' آپ ﷺ نے فرمایا میں تو پڑھنا نہیں جانتا کیونکہ آپ ﷺ امی یعنی لکھا ہوا پڑھ نہیں سکتے تھے۔ فرشتے نے آپ ﷺ کو زور سے پکڑ کر بھینچا اور کہا ''پڑھ'' آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اسی طرح تین مرتبہ اس نے آپ ﷺ کو بھینچا اور کہا ''جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے پڑھ۔'' [3]

وہ پہلی وحی سورۃ علق تھی۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ (علق: ۱)

''اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا۔''

سربمہر کتاب:

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے

﴿لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ

---

[1] دیکھئے: پیدائش باب ۳۵.　[2] یسعیاہ باب ۲۹ آیت ۱۱، ۱۲.

[3] تفصیل کے لیے: صحیح بخاری باب بداء الوحی صحیح مسلم الایمان باب بدء الوحی.

حَمِيْدٍ﴾ (السجدہ : ٤٢)

قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا، نہ سامنے آ کر نہ پیچھے چھپ کر یہ اس ذات کا نازل کردہ ہے جو دانا اور تعریفوں کے لائق ہے۔

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ (۲-البقرۃ-۲) ''اس کتاب میں (اللہ کی کتاب) ہونے میں کوئی شک نہیں۔'' پھر اس ابدی انجیل کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ نے اٹھایا ہے۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر-۹) بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور اس کے اللہ کا کلام ہونے کی دلیل یہ فرمائی ﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (نساء۴-۸۲) اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت سے اختلاف و تناقض نظر آتا۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ قرآن حکیم منکرین کو چیلنج کرتا ہے۔ ﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (البقرۃ ۲-۲۳)

''ہم نے جو کچھ بھی اپنے بندے پر نازل کیا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لاؤ۔'' ان تمام باتوں کے پیش نظر اسے سربمہر کتاب کہا گیا ہے۔ سربمہر سے مراد لوح محفوظ بھی ہے۔

دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب:

قرآن کریم دنیا کی واحد کتاب ہے جو نازل ہوتے ہی لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوتی چلی گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں اسے لکھوایا اور لوگوں کو حفظ کرنے کا حکم دیا چنانچہ آج بھی ہر شہر کے ہر محلے میں آپ کو کئی حفاظ کرام مل جائیں گے جن کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ پھر قرآن کریم دنیا بھر میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، دن میں پانچ دفعہ ہر نماز میں قرآن کو پڑھا جاتا ہے۔ گذشتہ صفحات میں آپ جان چکے کہ دنیا

میں ایک لمحہ بھی اذان اور نماز کے بغیر نہیں گذرتا لہٰذا دن رات میں ہر وقت دنیا بھر میں کروڑوں افراد قرآن کی تلاوت کر رہے ہوتے ہیں اور پھر یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جسے ہر سال رمضان المبارک میں مکمل پڑھا جاتا ہے۔ گھروں میں بھی اور لاکھوں مسجدوں میں بھی اس کا اہتمام ہوتا ہے کیونکہ اسے بنی نوع انسان کے لیے ہدایت، نور، رحمت اور باعث برکت بنا کر نازل فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ پہلے سے لوگوں کو بذریعہ پیشین گوئی اس کی خبر سنائی جاتی، قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے **و انه لفي زبر الاولين** چنانچہ مکاشفہ کی کتاب میں بھی ابدی انجیل کا تذکرہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی حفاظت کے انتظام فرمائے ہیں ان کے سبب یہ لاریب کتاب ہے اسی لیے اسے سربمہر کہا گیا۔

پیشین گوئی نمبر (۲۵): ملاکی نبی کی پیشین گوئی اور بائبل کا مزکی نبی

''اور خداوند جس کے تم طالب ہو، ناگہاں اپنی ہیکل میں آ موجود ہوگا، ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزو مند ہو، آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے پر اس کے آنے کے دن کی کس میں تاب ہے؟ اور جب اس کا ظہور ہوگا تو کون کھڑا رہ سکے گا؟ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابون کی مانند ہے اور وہ چاندی کو تانے اور پاک صاف کرنے والے کی مانند بیٹھے گا اور اپنی لادی کو سونے چاندی کی مانند پاک صاف کرے گا تاکہ وہ راست بازی سے خداوند کے حضور ہدیے گذرانیں۔'' [1]

ملاکی عہد نامہ قدیم کی آخری کتاب ہے اس میں درج ذیل نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔

(الف):...... اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آ موجود ہوگا، ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزو مند ہو۔''

پہلی آیت میں دو خاص نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔

(۲)...... ''اپنی ہیکل میں ناگہاں آئے گا'' ''جس کے تم طالب ہو۔''

[1] ملاکی ب ۳ آیت ۲ تا ٤.

نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اس طرح اچانک مکہ پہنچے کے دس ہزار قدوسیوں کی فوج جب مکہ کے سواد میں پہنچی اور رات کو کھانا پکانے کے لیے چولہے روشن کیے گئے، تب ابوسفیان اور مکہ والوں کو علم ہوا کہ آپ ﷺ آ گئے۔ ان کے لیے یہ غیر یقینی بات تھی کہ آپ ناگہاں کیسے آ گئے؟

(ب): ...... ''عہد کا رسول جس کے تم طالب ہو۔''

عہد کا رسول نبی اکرم ﷺ کو کہا گیا ہے اور اشارہ ہے میثاق انبیاء کی طرف۔

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (آل عمران: ۸۱)

''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے اوپر اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے فرمایا اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

یعنی ہر نبی سے عہد لیا گیا اس کی زندگی اور دور نبوت میں وہ نبی یعنی جناب محمد ﷺ آ جائیں تو ان پر ایمان لانا تمہارے لیے لازم ہے کیونکہ نبوت محمدی ﷺ کے بعد یعنی سراج منیر کے بعد کسی بھی نبی کا چراغ نہیں جل سکتا اور آل عمران ۸۲ میں اہل کتاب یعنی یہود و نصارا اور دیگر اہل مذاہب کو تنبیہ ہے کہ بعثت محمدی کے بعد بھی ان پر ایمان لانے کی بجائے اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنا اس عہد کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے واسطے سے ہر امت سے لیا اور اس عہد سے انحراف کفر ہے اور وہ عہد کے رسول جس کے یہود و نصاریٰ طالب تھے، محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں اور اس بات کی بھی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ اس

کے آنے کے دن کی کسی میں تاب نہ ہوگی اور کوئی کھڑا نہ رہ سکے گا اور یہی ہوا۔

(۲)...... ''وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابون کی مانند ہے اور وہ چاندی کے تانے اور پاک وصاف کرنے والے کی مانند بیٹھے گا۔''

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آنے والا نبی مزکی ہوگا۔ حضرت ملاکی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی دعا کو دہرایا ہے اور پیشین گوئی فرمائی ہے کہ وہ نبی لوگوں کا تزکیہ کرے گا جیسے سنار سونے یا چاندی کو تاپتا ہے اور اس سے تمام کھوٹ الگ الگ کر کے رکھ دیتا ہے میل کچیل اور کھوٹ جل کر راکھ ہو جاتا ہے اور سونا یا چاندی خوب چمکنے لگتا ہے یا پھر دھوبی کپڑے کا تزکیہ کرتا ہے اور خوب صابن رگڑتا ہے جس سے تمام میل کچیل نکل جاتا ہے اور کپڑا صاف شفاف ہو جاتا ہے ایسے ہی وہ نبی قلب اور روح کا تزکیہ کرنے والا ہوگا۔ قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متعدد دعاؤں میں سے آخری دعا کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾

(البقرہ : ۱۲۹)

''اے ہمارے پروردگار ان میں سے ایک برگزیدہ رسول ان میں مبعوث فرما وہ ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت سکھلائے اور ان کا تزکیہ کرے (یعنی کفر وشرک سے پاک کرے) بلاشبہ تو ہی غالب ہے حکمت والا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں «رسولا» سے مراد جناب محمد ﷺ ہیں اور ملاکی نبی نے بھی اس بات کو دہرایا ہے اور حضور صادق المصدوق ﷺ کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (آل عمران : ۱۶۴)

"بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک وصاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

حضور صادق المصدوق ﷺ نے کائنات کے انسانوں کا تزکیہ کیا، انہیں شرک سے ہٹا کر توحید پر لگایا اسی طرح نہایت بداخلاق اور بداطوار قوم کو اس طرح دھویا جیسا کہ دھوبی میلے کچیلے کپڑے صابن رگڑ رگڑ کر ان کا تزکیہ کرتا ہے اور پھر یہی بداخلاق اور بداطوار قوم اخلاق وکردار کی رفعتوں سے ہمکنار ہو جاتی ہے یا پھر "سنار کی آگ" کی مثل ہے جو جلنے کے لیے تھا وہ جل گیا اور جو ڈھلنے کے لیے تھا وہ ڈھل گیا اور جو چمکنے اور صاف ہونے کے لیے تھا وہ چمکا اور ستھرا ہوا۔ جتنے آنے والے آئے سب جانے کے لیے آئے اور بینات واضح شہادت کی روشنی میں دیکھا جا چکا ہے کہ جو بھی آیا، بالآخر ایک ایک کر کے خود وہ ان کی زندگی، ان کی تعلیم جہاں سے طلوع ہوئی تھی، بالآخر غروب ہوگئی اور بلاشبہ ان کے لیے یہی مقدر تھا، پھر دنیا کے سردار یعنی امام کائنات تشریف لاتے ہیں جن کی آمد سے قبل ہر نبی نے ان کی بشارتیں سنائیں لوگ ان کی آمد کے منتظر رہے، راہیں دیکھتے اور دعائیں مانگتے رہے، آخر وہ وقت بھی آیا کہ اللہ رب العالمین نے خاتم النّبیین کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا اور آپ ﷺ کا دین ہی تمام ادیان پر غالب ہونے کے لیے ہے اور آپ ﷺ کی رسالت ہی قیامت تک قائم ہے۔

معراجِ مصطفےٰ ﷺ:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الاسراء: ۱)

"وہ ذات پاک ہے جو لے گیا ایک رات میں اپنے بندے (محمد ﷺ) کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی یروشلم، بیت المقدس) تک جس

کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

حضور صادق المصدوق ﷺ کو ایک ہی رات میں خانہ کعبہ سے یروشلم اور پھر یروشلم یعنی بیت المقدس سے آسمان تک معراج کرائی گئی۔ بہت سے عیسائی خصوصاً پادری حضرات اور مشنریوں کے تبلیغی حضرات معراج مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں بہت زیادہ اعتراضات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی انسان آسمان پر چڑھ جائے اور ایک ہی رات میں اتنی مسافت صرف طے ہی نہیں کی بلکہ جی بھر کے سیر بھی کی اور اللہ کی قدرت کی نشانیوں کا مشاہدہ بھی کیا۔

اس طرح کے کئی ایک اعتراضات معراج مصطفیٰ ﷺ کے متعلق کیے جاتے ہیں مگر ان کم فہموں سے کوئی پوچھے کہ نبی اکرم ﷺ کے معراج پر تو اعتراض کرتے ہو اور بڑے تعجب کا اظہار کرتے ہو حالانکہ بائبل عروج آسمانی کے واقعات سے بھری پڑی ہے، اس وقت تمہارا تعجب کہاں جاتا ہے؟ آیئے اب بائبل ہی سے معراج آسمانی کے متعلق مختلف اقتباسات کا جائزہ لیتے ہیں۔

معراج آسمانی بائبل کی نظر میں:

پادری ولیم اسمتھ اپنی کتاب طریق الاولیاء میں حنوک علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے جو مسیح علیہ السلام سے تین ہزار تین سو بیالیس سال قبل گزرے ہیں کہتے ہیں:

”اللہ نے ان کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا تاکہ وہ موت کو نہ دیکھے جیسا لکھا گیا ہے کہ وہ گم ہو گئے کیونکہ ان کو خدا نے زمین سے آسمان کی طرف منتقل کر دیا۔ پس انہوں نے دنیا کو بغیر بیماری یا درد و تکلیف اور موت کے چھوڑ دیا اور جسم سمیت آسمانی بادشاہت میں داخل ہو گئے۔“

ان الفاظ سے کتاب پیدائش کے باب نمبر ۵ آیت ۲۴ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور کتاب پیدائش میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور غائب ہو گیا

کیونکہ خدا نے اسے اٹھا لیا۔'' ❶

۳: کتاب سلاطین ثانی باب نمبر۲ آیت ا میں ہے:

''اور جب خداوند ایلیاہ کو بگولے میں آسمان پر اٹھا لینے کو تھا تو ایسا ہوا کہ ایلیاہ الیشع کو ساتھ لے کر جلجال سے چلا اور وہ آگے چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے کہ دیکھو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا۔'' ❷

یہ تمام حوالے کتاب مقدس کے ہیں۔ اہل یہود نصاریٰ کے لیے انہیں تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید دونوں سے معراج آسمانی کے دلائل ملتے ہیں اس لیے کسی عیسائی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ حضور صادق المصدوق ﷺ کی معراج کے بارے میں لب کشائی کرے یا کسی قسم کا کوئی اعتراض کرے۔

مسیحیوں کے لیے یہ بات بھی بڑی حیرت انگیز ہے کہ ایک ہی رات میں نہ صرف یہ سفر طے کیا بلکہ جی بھر کر سیر بھی کی، کیا اتنے کم وقت میں ایسا ممکن ہے؟ ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جب چاہے جیسا چاہے اور جس کے متعلق چاہے وہ کرنے پر قادر ہے کیونکہ ان اللہ علی کل شئی قدیر اس کے لیے کوئی کام ناممکن نہیں جو اللہ صرف سات دن میں اتنی بڑی کائنات کو تخلیق فرما سکتا ہے۔ ❸ کیا اس کے لیے یہ مشکل ہے کہ وہ خاتم النبیین کو ایک ہی رات میں سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کروا دے؟ اور خود انجیل میں ہی لکھا ہے کہ ''کوئی بات خدا کے نزدیک ناممکن نہیں۔'' ❹

علاوہ ازیں جوں جوں سائنس ترقی کرتی جاتی ہے اس حقیقت کا مزید انکشاف ہوتا جاتا ہے۔ سائنسی علوم کا معمولی قاری بھی جانتا ہے کہ ایک خلائی مسافر مصنوعی سیارے کے ذریعے خلاء میں پہنچا تھا تو اس نے خلا کے مدار سے صرف بیس منٹ میں پوری دنیا کا چکر لگایا تھا اور

---

❶ کتاب پیدائش باب ۵۔۲۴. ❷ مکاشفہ باب ٤ آیات ۱ تا ٤.
❸ پیدائش باب ۱ ❹ لوقا ۱-۳۷

جدید سائنسدانوں کا تو یہ کہنا ہے کہ تیز رفتاری ایک ایسی صفت ہے جس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی معراج پر عیسائیوں کے اعتراضات مخالفت برائے مخالفت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ عروج آسمانی کے متعلق بہت سے حوالے بائبل سے پیش کئے جا سکتے ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

بائبل میں رسول اللہ ﷺ کا نام گرامی محمد واحمد اور صادق الامین:

توراۃ، زبور و انجیل میں نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک محمد و احمد بھی بتلایا گیا ہے لیکن ترجمہ کرنے والوں کی دانستہ اور نادانستہ غلطیوں نے شکل بدل دی۔ اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے ہیں اس کی بائبل میں بکثرت مثالیں مل جاتی ہیں عہد نامہ قدیم کا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بھی قبل عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کر دیا گیا تھا اور اصل عبرانی عبارت ضائع ہوگئی۔ پھر عہد نامہ جدید تو لوگوں نے اپنی مدد آپ مسیح کی سوانح حیات رقم کی جس میں آپ کی تعلیمات اور فرمودات کا وافر حصہ موجود تھا۔ اصل انجیل تو عیسیٰ علیہ السلام نے خود لکھی اور نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا اور نہ انہیں اس کا موقع ہی ملا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کے تقریباً ستر اسی سال بعد مسیح کی سوانح عمری لکھنے کا رواج پایا اور کئی رسالے مرتب ہوئے جنہیں انجیل کا نام دے دیا گیا۔ ان میں بعض آپ کے فرمودات جو سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے، انہوں نے بھی جگہ پائی۔ قارئین اس بات کو ذہن میں رکھیں۔ اب چند ایک ایسی پیشین گوئیوں پر غور فرمائیے جن میں آپ ﷺ کا نام مبارک لے کر پیشین گوئی سنائی گئی تھی۔ مگر مترجمین کی مہربانیوں سے آج ان کا حلیہ بگڑ گیا ہے۔ یقیناً بعض مقامات پر نادانستہ ایسے ہوا مگر بعض مقام پر جان بوجھ کر کتمان حق سے کام لیتے ہوئے ایسا کیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ بائبل کے مختلف ایڈیشنوں اور کیتھولک و پروٹسٹنٹ بائبل میں ایسے مقام پر تضاد پایا جاتا ہے۔ مثلاً

(۱)...... پھر کبھی تیرے ملک میں ظلم کا ذکر نہ ہوگا اور تیری حدود کے اندر خرابی یا بربادی کا بلکہ ''تو اپنی دیواروں کا نام نجات اور اپنے پھاٹکوں کا حمد رکھے گی۔'' [1]

---

[1] بائبل یسعیاہ ...

عربی بائبل میں ہے۔

«لا يسمع بعد ظلم فى ارضك ولا خراب اوسحق فى تخومك بل تسمين اسورك خلاصاً وابوابك تسبيحا.»

اور E.S.V Bible میں اس طرح ہے۔

"Violence shall no more be heard in your land, devestation or destruction within your borders, you shall call your walls salvation and your gate Praise."

یہاں بائبل میں حمد کی جگہ احمد تھا جسے اردو میں حمد اور انگریزی میں Praise اور عربی میں تسبیحاً اور فارسی بائبل میں ستودگی ترجمہ کر کے احمد نام کو ختم کیا گیا۔

۲: کیتھولک بائبل

"جس طرح زمین اپنی سبزی نکالتی ہے اور باغ اپنے میں بوئی ہوئی چیزوں کو اگاتا ہے اسی طرح سے مالک خداوند تمام قوموں کے سامنے صداقت اور حمد اگائے گا۔"[1]

پروٹسٹنٹ بائبل:

"جس طرح باغ ان چیزوں کو جو اس میں بوئی گئی ہیں، اگاتا ہے اسی طرح خداوند صداقت اور ستائش کو تمام قوموں کے سامنے ظہور میں لائے گا۔"[2]

اور عربی بائبل میں ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

«لأنه كما ان الارض تخرج نباتها وكما ان الجنة تنبت مزروعاتها هكذا السيد الرب ينبت برا وتسبيح امام كل الامم.»[3]

اور E.S.V میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔

"For as the earth brings forth its sprouts and as a garden

---

[1] اشعیاہ ۶۱-۱۱۔ [2] یسعیاہ ۶۱-۱۱۔ [3] اشعیاہ ۶۰-۱۱۔

causes what is sown in it to sprout up, so the Lord God will cause righteosness and Praise to sporout up before all the nation. "

یہاں اسم Noun کا ترجمہ Praise کیا گیا ہے حالانکہ یہاں محمد ﷺ کا نام مبارک تھا، یہ پیشین گوئی ہے۔ خاتم النّبیین کی جو تمام قوموں کا نبی ہو گا اور تمام قومیں اس پر درود بھیجیں گی اس کی تعریف کریں گی۔ بس مترجمین بائبل نے جیسے چاہا ترجمہ کر دیا اور اصل نام کو ختم کر دیا۔ کیونکہ محمد ﷺ کے نام کی موجودگی میں انہیں سخت خطرہ تھا۔ بہر حال مختلف تراجم کی پیشین گوئی آپ کے سامنے ہے۔ انصاف فرمائیے کیا یہاں صادق الامین خاتم النّبیین محمد ﷺ کا نام مبارک نہ تھا جسے پروٹسٹنٹ بائبل نے اپنی مرضی سے ''صداقت'' اور ''حمد'' اور ایس وی نے Righteosness اور Praise اور عربی بائبل نے 'بـــرا' و'تسبیح' ترجمہ کر دیا تاکہ حق کو چھپایا جائے۔ حالانکہ ان تراجم سے بھی حقیقت واضح ہو رہی ہے۔

(۳)...... تیسری مثال غزل الغزلیات میں ہے حضرت سلیمان نے نبی ﷺ کا پورا حلیہ مبارک بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کا نام بتایا ہے۔ بائبل کے موجودہ الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔

''ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔'' [1]

اور عربی ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔ «هذا حبيبى وهذا خليلى.»

اور E.S.V میں ترجمہ یوں ہے:

"This is my beloved and this is my friend."

حالانکہ عبرانی بائبل میں یہاں آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ مذکور ہے جس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ عبرانی میں محمدیم ''یم'' کو نکالیے باقی محمد رہ جاتا ہے۔ عبرانی بائبل میں ہے عبرانی کو ہم اردو زبان میں لکھتے ہیں «خلو محمدیم زہ دودی زہ رعی بلوث یروشلائم» وہ ٹھیک محمد

[1] غزل الغزلیات ۵: ۱۶

ہے میرا حبیب میرا خلیل یہی ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو عبرانی لفظ محمدیم کا ترجمہ سراپا عشق انگیز کرنا سرتا پا غلط ہے کیونکہ عبرانی میں ''یم'' علامت تعظیم ہے جیسے الوہ سے الوہیم بمعنی اللہ تعالیٰ الٰہ اور ایسے بعل سے بعلیم بمعنی بزرگ۔ اسی طرح محمد سے محمدیم بمعنی حضرت محمد ﷺ عبرانی سے ترجمہ کرتے وقت اسم کا ترجمہ بطور صفت کیا گیا ہے اور مترجمین نے صفت کا اثر ونتیجہ لے لیا لیکن جب اصل عبرانی زبان میں ''محمدیم'' موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کی حجت سب پر ختم ہو چکی۔

(۳)......اسی طرح حجی ۲-۷ اور زکریا ۲-۱۲ کی مثال ہے۔

''میں تھوڑی سی مدت کے بعد ایک بار پھر آسمان و زمین اور بحر و بر کو ہلا دوں گا اور تمام اقوام کو مضطرب کر دوں گا اور تمام اقوام کی مرغوب چیزیں آئیں گی اور میں اس گھر کو جلال سے معمور کر دوں گا۔ رب الافواج فرماتا ہے چاندی میری ہے سونا میرا ہے رب الافواج کا فرمان یوں ہی ہے اس پچھلے گھر کی رونق پہلے گھر سے زیادہ ہوگی۔ رب الافواج فرماتا ہے اور میں اس جگہ سلامتی عطا کروں گا۔ رب الافواج کا فرمان یونہی ہے۔'' ❶

"And I will shake all nations, so that the treasures of all nation shall come in, and I will fill this house with glory say's the Lord of hosts."

اور عربی بائبل میں ترجمہ کیا گیا ہے:

«لانه هكذا قال رب الجنود هي مرة بعد قليل فالزل السموت والارض والبحر واليابسة وازلزل كل الامم ويأتي مشتهى كل الامم فاملا هذا البيت مجدا قال رب الجنود لي الفضة ولي الذهب يقول رب الجنور مجد هذا البيت الاخير۔ يكون اعظم من مجد الاول قال رب الجنود وفي هذا المكان اعطى السلام يقول

❶ حجائی ۲-۶ تا ۹ کتاب مقدس بائبل

رب الجنود.»

''سب قوموں کو ہلا دوں گا اور ان کی مرغوب چیزیں آئیں گی۔'' یہاں عبرانی ترجمہ کے الفاظ ہیں۔

«وباء حمدث کل هكؤيتم» یعنی سب قوموں کا حمد آئے گا۔اردو ترجمہ میں اس کا ترجمہ مرغوب کیا گیا ہے۔عربی میں اس کا صحیح ترجمہ حمد ہوسکتا تھا مگر کتمان حق سے کام لیتے ہوئے حقیقت کو چھپایا گیا اور حمد کی جگہ مجد ترجمہ کیا گیا۔مگر شاید انہیں معلوم نہیں آپ کا نام امجد بھی ہے۔انگریزی میں Treasures ترجمہ کیا گیا ہے۔Treasurable کا معنی ہے۔ قابل قدر محفوظ رکھنے کے قابل اور Treasure-Trove کا معنی ہے۔کوئی دفینہ جو نجی مقام سے برآمد ہو جس کے مالک کا پتہ نہ ہو لہٰذا یہاں Treasures یعنی خزانے ترجمہ کر کے کتمان حق کا ثبوت دیا ہے۔ دراصل یہاں بیت اللہ کی عظمت کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کی عظمت پہلے گھر سے زیادہ ہوگی۔تمام اقوام اس کے لیے مضطرب ہونگی اور تمام قومیں جس پر ایمان لائیں گی وہ محمد اسی مقام پر آئیں گے یعنی تمام قوموں کا حمد وہیں آئے گا مگر مترجمین بائبل نے اصل حقیقت کو چھپا دیا ہے۔ جو اس کے باجود ظاہر ہو رہی ہے۔

(۴)......اور اس کی چوتھی مثال:

''ہاں وہ شخص جس کا نام کونپل ہے جہاں وہ قائم ہوگا وہاں روئیدگی ہوگی اور خداوند کی ہیکل بنائے گا۔ ہاں وہی خداوند کی ہیکل تعمیر کرے گا وہ ذوالجلال ہوگا اور تخت نشین ہو کر حکمرانی کرے گا اور اسی کے داہنے ہاتھ کاہن بھی تخت نشین ہو گا اور دونوں میں صلح و سلامتی کی مشورت ہوگی۔ ❶

"Behold the man whose name is the Branch for the shall Branch out from his place, and he shall build Temple for the Lord. It is he who shall build the Temple of the Lord

❶ زکریا ٦-١٢ تا ١٤.

and shall bear Royl honor and shall sit and rule on his Throne."

اور عربی ترجمہ ایسے کیا گیا ہے:

«هو ذا الرجل الغصن اسمه ومن مكانه ينبت ويبنى هيكل الرب، فهو يبنى هيكل الرب وهو يحمل الجلال ويجلس ويتسلط على كرسيه ويكون كاهنا على كرسيه وتكون مشورت السلام بينهما كليهما.»

یہاں حضرت ہاجرہ کی اولاد کو کونپل سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ حضرت سارہ کی نسل سے تو بہت سے انبیاء آئے البتہ ہاجرہ سے اسماعیل پیدا ہوئے اور اس کونپل سے خاتم النّبیین کا ظہور ہوا۔ ''روئیدگی'' اور خوشحالی علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے ''حمدث'' کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مقصد یہ کہ اس پیشین گوئی کو عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا جا سکے۔ چنانچہ ایسا ہی کہا گیا کہ اس سے مراد ''یسی کی کونپل ہے'' کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام یسی کی نسل سے ہیں مگر ساری محنت بے سود۔ اول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی شجرہ نہیں۔ آپ بن باپ محض اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے خود گواہی دی ہے کہ مسیحا داؤد کی نسل سے نہ ہو گا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شاہ یہویقیم کی نسل سے ہیں اور شاہ یہویقیم کے بارے میں ہم دوسرے باب میں لکھ چکے ہیں۔ دوم نقل کردہ پیشین گوئی میں نبی موعود کی بعض نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں۔ جس سے عیسیٰ علیہ السلام کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مثلاً وہ خداوند کی ہیکل تعمیر کرے گا...... اور دور کے لوگ آئیں گے اور خداوند کی ہیکل کی تعمیر میں شریک ہوں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے تو کوئی ہیکل تعمیر نہ کی البتہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ تعمیر فرمایا۔ (۲) وہ صاحب شوکت ہو گا۔ (۳) وہ تخت نشین ہو کر حکومت کرے گا۔ یہ ہیں وہ نشانیاں جو نبی موعود کی بیان کی گئی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے کیا واسطہ......؟

محمد ﷺ کا نام احمد بائبل میں:

(۵)...... «يامحبى الرب ابغضوا الشر هو حافظ نفوس اتقيائه من يد

الاشرار ينقذهم نور قد زرع للصديق وفرح للمستقيمي القلب افرحوا ايها الصديقون بالرب واحمد واذكر قدسه.» ❶

مگر اردو ترجمہ میں تحریف سے کام لیتے ہوئے لفظ احمد کو بدل دیا گیا۔ ''اے خداوند سے محبت رکھنے والو! بدی سے نفرت کرو۔ وہ اپنے مقدسوں کی جانوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ان کو شریروں کے ہاتھوں سے چھڑاتا ہے۔ صادقوں کے لیے نور بویا گیا ہے۔ اور راست دلوں کے لیے خوشی! اے صادقو اس کے پاک نام کا شکر کرو۔ ❷

نوٹ:..... زبور ۹۷ مکمل پڑھیے پھر فیصلہ فرمائیے اور کیتھولک و پروٹسٹنٹ بائبل میں اس پیشین گوئی کا باہم تقابل کیجیے، حقیقت آپ پر منکشف ہو جائے گی۔

اور یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں آپ کو نور ہدایت کا نام بھی دیا گیا ہے۔

بائبل میں رسول اللہ کا نام صادق اور امین:

«ثم رايت السماء مفتوحه واذا فرس ابيض والجالس عليه يدعى امينا و صادقا» ❸

اردو بائبل میں ترجمہ یوں ہے۔ ''پھر میں نے آسمان کو کھلا دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور جو اس پر سوار ہے وہ امین اور سچا کہلاتا ہے۔'' (مکاشفہ ۱۹-۱۱) فارسی ترجمہ کے الفاظ ہیں ''سوارش امین وحق نام دارد''

اور ESV میں ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔:

"Then I saw heaven opened and behold a white horse the one sitting on it is called FAITHFUL and True. "❹

یہاں دیکھیے عربی، اردو، فارسی، انگریزی سب ترجموں میں ''صادق اور امین'' کا لفظ موجود ہے۔

---

❶ مزامیر ۹۱-۱۰-۱۲.
❷ زبور ۹۷-۱۰-۱۱
❸ رؤیا یوحنا اللاهوتی ۱۹-۱۱.
❹ Revelation 19-11.

(۸)...... یوحنا کی انجیل میں آپ ﷺ کا نام احمد ذکر کیا گیا ہے تفصیل کے لیے راقم کی کتاب ''فارقلیط'' کا مطالعہ فرمائیے۔ عبرانی میں محمدیم عربی میں احمد اور اردو میں حمد اور فارقلیط بمعنی احمد موجود ہے۔ لفظ محمد حمد اور عربی سے اسم مفعول ہے۔ یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمد سے حمد کی کثرت وکمیت اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کو حمد سے خاص مناسبت ہے حضور ﷺ کا نام محمد و احمد ہے اور حضور کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے اور امت محمدیہ کا نام حمادون ہے اور آپ ﷺ کے لواء کا نام لواء الحمد ہے۔ پس بائبل میں محمد احمد اور حمد نام اور ستودگی جو احمد کا ترجمہ ہے یہ آج بھی موجود ہیں، اسی طرح صادق اور امین بھی۔

بائبل کی اندرونی شہادتیں مثلاً بکثرتِ اختلاف، غلط پیشین گوئیاں، خلاف حقیقت واقعات، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ بائبل کے تضادات، اس بات کی اندرونی شہادتیں ہیں کہ بائبل انسانی ہاتھوں سے محفوظ نہیں اس میں اپنی من مرضی سے تبدیلیاں کی جاتی آ رہی ہیں۔ اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ بائبل میں بہت سی چیزیں نکال دی گئی ہیں اور بہت سی چیزوں کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ ہر دور میں مصلحین بائبل پر اصلاح کی قینچی چلاتے رہے تا کہ متلاشیان حق اس حقیقت کو نہ پا سکیں مگر مصلحین کی یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور بائبل میں بہت زیادہ تحریف کرنے کے باوجود بہت ساری بشارتیں اور ایسے واقعات جو عیسائیوں کے عقائد کا رد کرتے ہیں، تا حال موجود ہیں۔ بائبل کے مختلف ورژن اس بات پر گواہ ہیں کہ بائبل انسانی دست و برد سے محفوظ نہیں۔

قارئین کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ موجودہ بائبل میں کئی مرتبہ تحریف کی جا چکی ہے اور اس کی صحت پر خود علمائے یہود و نصاریٰ نے بھی قلم اٹھایا ہے اور بالکل واضح اور خوش دلی سے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ تورات اپنی اصلیت پر قائم ہے اور نہ انجیل ہی۔ صاف گو عیسائی محققین نے خود تحقیق کرنے کے بعد ان کتابوں کی اصلیت کو چیلنج کیا عہد نامہ قدیم (Old Testament) اور عہد نامہ جدید (New Testament) دونوں پر یہود و نصاریٰ

کے منصف محققین نے قلم اٹھایا ہے۔ مشہور برطانوی مصنف مسٹر لیکی لکھتے ہیں کہ ''آخر کار سب سے پہلے سترہویں صدی کے عین وسط یعنی ۱۶۴۰ء میں ایک فرنچ پروٹسٹنٹ نے جرات کر کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ تصانیف تمام تر جعلی اور موضوع ہیں چنانچہ مدت دراز کی رد وقدح کے بعد اب جا کر دنیائے مسیحیت کو یقین آیا۔''

اسٹراس نامی مصنف نے ۱۸۳۵ء میں ایک معرکۃ الآرا کتاب بنام سیرت مسیح لکھی، اس کتاب میں اس نے ثابت کیا کہ اناجیل کی روایات مصلوب، قصہ ولادت مسیح اور دوسرے معجزات ناقابل اعتبار ہیں ان کی حیثیت محض افسانہ کی ہے۔

ایک مسیحی فاضل نے ۱۸۷۶ء میں اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ:

"Careful comparison of the Bibles published recently with the first and other early versions will show great differences, but by whose authority these changes have been made, no one seems to know." ❶

''حال میں شائع ہونے والے بائبل کے نسخوں کا اگر پہلے اور ابتدائی نسخوں سے مقابلہ کیا جائے تو ان میں بہت زیادہ اختلافات ظاہر ہوں گے لیکن یہ بات کوئی نہیں جانتا کہ یہ تبدیلیاں کس سند اور اختیار کی رو سے کی گئیں۔''

معروف مسیحی فاضل برنارڈ ایلن (Bernard M. Allen) رقم طراز ہیں کہ:

"We have, therefore, no security that the narratives and sayings as given in the Gospels necessarily represent what actually happened or what was actually said." ❷

''ہمارے پاس اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ اناجیل میں دیئے ہوئے واقعات

---

❶ T.R.Dore Old Bible P-98.

❷ B.M. Allen The Stroy Behind the Bible P-9.

واقوال لازماً وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو حقیقت میں واقع ہوا اور جو کہا گیا تھا۔"

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ:

"When almost any reader examines a new translation of the Bible, he discoveres that some well-known passages are missing from it."❶

"جب بھی کوئی قاری بائبل کے کسی نئے ترجمے کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کئی معروف حصے موجود نہیں۔"

انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں لکھا ہے:

"(There are) abundant variations and disagreements between manuscripts."❷

(قدیم) نسخوں کے مسودات میں کثرت سے فرق اور اختلافات پائے جاتے ہیں۔"

ایک اور مسیحی محقق کے بقول

"When we say that the Bible is the word of God, we do not refer to every constituent verse of passage, it is, rather, that we find God in it and behind it .... we can not say that the Bible is literally inspired .... The Bible is not far from contradictions and errors, and is by no means of equal religious value through out." ❸

"جب ہم کہتے ہیں کہ بائبل کلام خداوندی ہے، تو اس سے مراد ہماری ہر آیت

❶ Encyclo. Brit. (1973) Vol. 3 P-575.

❷ Encyclo. Americana, Vol-3 P-656.

❸ Stanley Cook. Introduction to the Bible P-192-193.

اور ہر حصہ نہیں ہوتی بلکہ بات صرف اس قدر ہے کہ ہم اللہ کو اس (کتاب) میں اور اس کی پشت پر پاتے ہیں.......... ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ بائبل لفظ بلفظ الہام کی گئی.......... (حقیقت یہ ہے کہ) بائبل تضادات اور غلطیوں سے پاک نہیں اور نہ ہی کسی لحاظ سے اس کی مذہبی قدر و قیمت شروع سے لے کر آخر تک ایک جیسی ہے۔"

ایک اور مسیحی محقق لکھتا ہے:

"So many different minds are represented in the Pages of the new testament, so many writers with different personalities and point of view."[1]

"عہد نامہ جدید کے صفحات بہت سے مختلف دماغوں اور بہت سے لکھنے والوں (کی کاوش) کا نتیجہ ہیں جن کی شخصیات اور نقطہ ہائے نظر آپس میں مختلف تھے۔"

ایک اور معروف محقق لکھتا ہے کہ:

"It is clear that there are many contradictions between one Gospel and another, many dubious statements of history......"[2]

"یہ بات واضح ہے کہ ایک انجیل کے دوسری انجیل سے بہت تضادات ہیں اور ان کے بہت سے واقعات تاریخی طور پر مشکوک ہیں۔"

انتخاب کا طریقہ اور انجیلوں کے تضاد کا مختصر خاکہ:

انجیل سے پیشین گوئیاں نقل کرنے سے قبل قارئین کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ستر (۷۰) سے زائد انجیلوں کا انتخاب ہوا اور اب ان ستر میں سے صرف ایک کو چننا تھا یہ چناؤ کا

[1] William Neil. The Bible Story. London 1975. Page 215.

[2] Will Dusrant: The Story of Civilization. New York, 1975.

طریقہ بھی بڑا ہی عجیب ہے ایک طرح کا فالنامہ ہے۔ ساری انجیلوں کو میز پر رکھ کر ہلایا گیا اور یہ منتر پڑھا گیا جو جھوٹی ہیں وہ گر جائیں جو جھوٹی ہیں وہ گر جائیں۔ یہ فرانس کے مشہور والٹر (VOLTAIRE) کا بیان تھا اور ایچ شرمن اپنی کتاب پولو وافئر ڈیتھ کے ب ۸ میں لکھتے ہیں کہ صحیح انجیل کے انتخاب کا کام اس طرح انجام پایا کہ ان کتابوں کو جو کونسل میں بغرض فیصلہ پیش کی گئیں تھیں، گڈمڈ کرکے گرجا گھر میں عشائے ربانی کی میز کے نیچے رکھ دیا گیا اور یہ باور کرایا کہ جو کتابیں الہامی ہوں گی لارڈ ان کو میز پر رکھ دے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح ان تمام کتابوں میں سے متی، مرقس، لوقا، یوحنا کی انجیلیں میز پر پائی گئیں اور ان کے ساتھ پولس کے کچھ خطوط بھی میز پر پائے گئے اور پھر یہی صحیح انجیل تصور کر لی گئیں حالانکہ یہ سارا کام رات کے اندھیرے میں ایک شخص نے کیا جو محض اسی کام پر مامور تھا اور پھر شہنشاہی فرمان مسلط کر دیا گیا کہ یہ فیصلہ خدا کی مرضی کے مطابق ہونا سمجھا جائے پھر ان چاروں انجیلوں کو ورڈ آف گاڈ (Word of God) کا نام دے دیا گیا'' یہ تو انجیلوں کے انتخاب کا انوکھا طریقہ تھا، اب اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے تضادات کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

متی	مرقس
کل باب ۲۸ کل آیات ۱۰۹۷	کل باب ۱۶ کل آیات ۶۷۸
لوقا	**یوحنا**
کل باب ۲۴ کل آیات ۱۱۶۱	کل باب ۲۱ کل آیات ۹۲۰

اناجیل کی مشترک آیات:

۱: متی مرقس اور لوقا کی کل ۲۹۳۶ آیات میں سے مشترک صرف ۳۳۰ آیات

۲: متی اور مرقس دونوں کی کل آیات ۱۷۷۵ میں سے مشترک صرف ۱۷۸ آیات

۳: مرقس اور لوقا کی کل آیات ۱۸۳۹ میں مشترک صرف ۲۳۰۔

پہلی تینوں انجیلوں میں سے ہر ایک کے ساتھ منفرد آیات کی تعداد حسب

(۱)...... متی ۳۳۰ (۲)...... مرقس ۵۳ (۳)...... لوقا ۵۰۰۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ لوقا کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ "اے تھیفلس میں نے پہلا رسالہ ان سب باتوں کے بیان میں تصنیف کیا جو یسوع شروع میں کرتا اور سکھاتا رہا اس دن تک جس میں وہ ان رسولوں کو جنہیں اس نے چنا تھا روح القدس کے وسیلہ سے حکم دے کر اوپر اٹھایا گیا۔" ❶

یہ حال انجیل متوافقہ کا ہے اور چوتھی انجیل یعنی یوحنا کی وہ تو سب سے الگ تھلگ ہے۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ ان سب ناقلین کا ماخذ ایک ہی ہوتا تو کبھی یہ اتنا بڑا تضاد نہ ہوتا۔ صرف اسی تضاد کو مدنظر رکھ کر صاحب عقل یہ نتیجہ باآسانی اخذ کر سکتا ہے کہ حقیقت میں ان چاروں میں سے کوئی ایک بھی مسیح کی حقیقی انجیل نہیں بلکہ یہ مختلف اوقات میں سیرت مسیح پر لکھی گئی مختصر سوانح مسیح ہیں جن میں حضرت مسیح کے فرمودات کا بھی ایک وافر حصہ موجود ہے، پھر ان میں بھی اپنی من مرضی سے تحریف کر ڈالی گئی اور انہیں مسیح کے حواریوں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی بائبل الگ الگ ہے کیتھولک بائبل میں چھ کتب زیادہ ہیں۔ اسی طرح کیتھولک بائبل میں کل ۷۲ کتب ہیں جبکہ پروٹسٹنٹ بائبل میں کل چھیاسٹھ کتب ہیں، اگر ہم انجیلوں کی تعداد دیکھیں تو بہتر سے زیادہ ہے۔

قرآن حکیم نے کتنے پتے کی بات بتائی ہے۔

﴿فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ﴾ (البقرہ)

"پس افسوس ان (مدعیان علم) پر جن کا شیوہ یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔"

اور پھر ﴿یحرفون الکلم عن مواضعہ﴾ کتاب اللہ کے کلمات کو ان کے محل و مقام سے بدل ڈالتے ہیں۔ (المائدہ: ۶۔۲)

لہٰذا نتیجہ معلوم ان میں سے ایک بھی بعینہ اللہ کا کلام نہیں ورنہ ان میں کثیر تضاد نہ پائے جاتے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝﴾ (یونس: ٦٩ تا ٧٠)

''کہو جو لوگ اپنے ذہن کے تراشیدہ عقائد کو جھوٹ کا سہارا دے کر اللہ سے منسوب کر دیتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کی خانہ ساز شریعت سے انہیں کچھ دنیاوی مفادات تو حاصل ہو جائیں گے لیکن آخر کار انہیں ہمارے قانون مکافات کا سامنا کرنا ہوگا اور شدید ترین عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا اس کافرانہ روش کے نتیجے میں جس پر وہ کاربند رہے۔''

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ٧٩)

''تباہ و برباد ہوں وہ لوگ جو اپنے ہاتھ سے لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اس سے تھوڑی سے کمائی کریں۔ تباہی ہے ان کے لکھنے پر اور ان کی اس کمائی پر'' اور حقیقت میں بائبل کے مختلف ورژن کمائی کا ذریعہ ہی تو ہیں۔

باب : ۵

انجیل اور محمد رسول اللہ ﷺ

پیشین گوئی نمبر (۲۶): حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں

۱: ''اے سانپ کے بچو! تم کو کس نے جتا دیا کہ آنے والے کے غضب سے بھاگ سکو گے پس توبہ کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہیم ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراہیم کے لیے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور اب درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہوا پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا، وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔'' ''میں تو تم کو توبہ کے لیے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا، اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کو تو کھتے میں جمع کرے گا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں۔'' [1]

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا دوسرا نام یوحنا ہے یہ یحییٰ نبی ہیں یہ وہ یوحنا نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہیں۔

---

[1] متی ۳: ۱۱۔۱۲۔

۲۔ یوحنا کی انجیل:

''انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر نہ تو مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟

یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں، تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ بھی میں کھولنے کے لائق نہیں۔'' ❶

۳: لوقا کی انجیل:

''مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہوں وہ تمہیں روح القدس اور پانی سے بپتسمہ دے گا۔'' ❷

۴: انجیل برنباس:

''انہوں نے اس سے کہا جبکہ نہ تو مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ کوئی اور نبی تو پھر کیوں نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے اور اپنے آپ کو مسیا سے بہت بڑھ کر شاندار بتاتا ہے؟ یسوع نے جواب دیا تحقیق اللہ کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو اللہ کا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کے مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیا کہتے ہو۔'' ❸

۵: انجیل مرقس:

''میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں، میں نے تو تم کو پانی سے بپتسمہ دیا وہ تم کو

---

❶ یوحنا باب ۱ آیت ۲۶، ۲۷۔ ❷ لوقا باب ۳ آیت ۱۶۔

❸ انجیل برنباس ۴۲ — ۱۰ تا ۱۲۔

روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔'' ❶

مذکورہ بالا حوالوں میں یوحنا بپتسمہ والے سے سوال کیا جاتا ہے کہ ''کیا تو ایلیاہ ہے؟ وہ انکار کرتے ہیں مگر انجیل متی میں یوحنا بپتسمہ والے ہی کو ایلیاہ قرار دیا گیا ہے۔''

''سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی اور چاہو تو مانو۔ ایلیاہ جو آنے والا تھا، یہی ہے جس کے سننے کے کان ہوں وہ سن لے۔'' ❷

''شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ ایلیاہ البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا، بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا، اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا، تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے۔'' ❸

یہاں تین نبیوں کی بابت سوال ہے۔ (۱)...... ایلیاہ (۲)...... مسیح (۳)...... وہ نبی۔ اور وہ نبی کی بابت حضرت یحییٰ (یوحنا) فرماتے ہیں میں تو اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق بھی نہیں وہ نبی سے مراد خاتم النّبیین محمد ﷺ ہیں جن کی پیشین گوئی گذشتہ تمام انبیاء سناتے آئے ہیں۔ یہ پیشین گوئی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں۔ (۲)...... کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام تو خود یحییٰ کے ہم عصر ہیں اور یہ پیشین گوئی بعد میں آنے والے نبی کے متعلق ہے۔ (۲)...... عیسیٰ علیہ السلام تو خود یحییٰ سے بپتسمہ پاتے ہیں اور مسیح کے روحانی مراتب میں اضافہ یوحنا سے بپتسمہ لینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مگر یحییٰ فرماتے ہیں کہ وہ نبی میں تو اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق بھی نہیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا نے بھی فارقلیط یعنی احمد، شیلوہ یعنی خاتم النّبیین کی پیشین گوئی فرمائی۔ اور وہ اس پیشین گوئی کا ذکر کرنے سے پہلے انہیں باور کراتے ہیں کہ تکبر نہ کرو کہ تم ابراہیم کی اولاد ہو۔ ابراہیم کی اور بھی اولاد ہے جو اسماعیل کی نسل سے ہے اور اگر نہ بھی ہوتی

---

❶ مرقس باب آیت ۸۔ ❷ متی ب۱۱، ۱۳ تا ۱۵۔

❸ متی باب۱۷ آیات ۱۲، ۱۳۔

تو وہ قادر مطلق تو پتھروں سے بھی ابراہیم کی اولاد پیدا کر سکتا تھا اور اب تو درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہے، جو پھل نہیں لاتا وہ کاٹا جائے گا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔ تمثیل میں درختوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں اور وہ اپنی نافرمانی کے سبب مردود ہو چکے اور نبوت اسماعیل کی اولاد میں منتقل ہو جائے گی۔ لہٰذا اب توبہ کرو اور آنے والے کی راہ تیار کرو ورنہ بے ثمر پھل کی طرح کاٹ ڈالے جاؤ گے۔ میرے بعد آنے والا پیغمبر ایمان لانے والوں کے لیے تو سلامتی لائے گا لیکن اس کا چھاج بھی اس کے ہاتھ میں ہے اور بھوسی کو آگ میں جلائے گا یعنی جو لوگ اس پر ایمان نہ لائیں اور انکار کریں گے ان کا دماغ آگ سے درست کرے گا۔ جنگ کے لیے آگ کا استعارہ عام مستعمل ہے۔ بھلا یہود کو یہ بات کیسے گوارا تھی کہ کوئی ایسی منادی کرے کہ تم سے آسمانی بادشاہت چھین لی جائے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا، یحییٰ علیہ السلام نے بھی محمد ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی۔ جن کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ''جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرے کا پتھر ہو گیا۔'' (۳)...... خود عیسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ بھی نہیں کہ میں ''وہ نبی'' ہوں بلکہ آپ نے تو واضح فرمایا کہ وہ نبی داؤد کی نسل سے نہ آئے گا کیونکہ داؤد تو اسے خود خداوند کہتا ہے۔ اس سبب سے یہود کو مسیح سے نفرت ہو گئی کہ یہ کہتا ہے کہ آسمانی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ فارقلیط اسماعیل کی نسل سے ہو گا خاتم النّبیین داؤد کی نسل سے نہیں آئے گا۔ (۴)...... عیسیٰ علیہ السلام تو پانی سے بپتسمہ دیتے تھے مگر وہ نبی آگ اور روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔

اس انجیل میں جو یہ پیشین گوئی ہے، یہاں بھی تحریف کی گئی ہے اور بکثرت تحریفات کا نتیجہ ہے کہ اناجیل میں بکثرت اختلاف ہیں، اس پیشین گوئی میں بھی تضادات پائے جاتے ہیں۔

ایسے ہی اختلافات اور تحریفات کو دیکھ کر بائبل کے مفسر پیک (Pack) حیران رہ گئے مگر جب انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب ناموں میں بھی موجودہ انجیلوں میں اختلاف پایا تو چلا اٹھے۔

"The geneologies warn us not to worship the letter of

the scripture."❶

”یہ نسب نامے ہمیں متنبہ کرتے ہیں کہ ہم مقدس صحیفوں کے الفاظ کے غلام نہ بنیں۔“ معروف مسیحی مصنف ولیم نیل نے اعتراف حقیقت خوش دلی سے قبول کیا اور لکھا کہ:

"So many different minds are represented in the pages of the new testament, so many writers with different personalities and point of view."

”عہد نامہ جدید کے صفحات بہت سے مختلف دماغوں اور بہت سے لکھنے والوں (کی کاوش) کا نتیجہ ہیں جن کی شخصیات اور نقطہ نظر آپس میں مختلف تھے۔“❷

مسٹر بانٹ ہلمین اسٹریٹر اناجیل اربعہ پر اپنی معروف کتاب (Four Gospels) میں لکھتے ہیں کہ:

”عہد نامہ جدید کی تحریروں کو الہامی صحیفوں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے کیا یہ کوئی کلیسائی اعلان تھا جس پر بڑے بڑے کلیساؤں کے ذمہ داروں نے اتفاق کر لیا تھا؟ یہ بات ہمیں معلوم نہیں ہے، ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ۱۸۰ء کے لگ بھگ اناجیل اربعہ کو انطاکیہ افسس اور روم میں یہ حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔“

انجیل برناباس کا ترجمہ ایک معروف عیسائی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے ۱۹۰۸ء میں عربی میں کیا آیئے اس عربی ترجمہ سے مذکور پیشین گوئی دیکھتے ہیں کیونکہ عربی ترجمہ بذات خود عیسائی مصنف ڈاکٹر خلیل سعادت کا کیا ہوا ہے۔

(۱)...... «لست اهلا ان احل رباطات جرموق او سيور حذاء رسول الله الذى تسمونه مسيا الذى خلق قبلى وياتى بعدى.»❸

---

❶ پیک کی تفسیر P701.

❷ William Neil: The Bible Story London P-215.

❸ انجیل برناباس ۴۲ -۱۴۔

”میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیا کہتے ہو وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا۔“ ❶

وہ کون ہستی تھی جس کے بارے میں کہا گیا اور کس نے کہا؟

(۲)......«لما راء يته امتلات عزاء قائلا يا محمد ليكن الله معك وليجعلنی اهلا ان احل سير حذائك.» ❷

”اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا کہ میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں۔“ ❸

(۳)...... «اجاب التلاميذيا معلم من عسى ان يكون ذلك الرجل الذی تتكلم عنه الذی سياتی الی العالم؟ اجاب يسوع بابتهاج قلب: انه محمد رسول الله.» ❹

”شاگردوں نے جواب میں کہا اے معلم وہ آدمی کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا؟ یسوع نے خوش دلی سے جواب دیا کہ بیشک وہ محمد رسول اللہ ہے۔“ ❺

پس برنباس کی انجیل سے معلوم ہو گیا کہ یہ الفاظ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمائے اور خاص بات انجیل اربعہ میں یہ بھی موجود ہے کہ یہ الفاظ کسی شخص کے متعلق کہے گئے نہ کہ کسی روح یا ابن اللہ کے متعلق اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت تسلیم ہی نہیں کرتے؟ حالانکہ اس جگہ پر لفظ شخص بھی نہ تھا بلکہ رسول اللہ یا نبی کا لفظ تھا جسے بدل کر شخص بنا دیا گیا جبکہ موجودہ اناجیل یہ ظاہر کرتی ہیں کہ یہ الفاظ کسی بشر کے متعلق کہے گئے پھر

---

❶ انجیل برنباس عربی ترجمہ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۸۵ء صفحہ ٦٤ ادارہ اسلامیات صفحہ ۱۷۵، ۱۷٦.

❷ انجیل برنباس ٤٤ ـ ۳۰.

❸ عربی ترجمہ صفحہ ٦۹ اردو ترجمہ ۷۰.

❹ ٦۳ ـ ۸۰۷.

❺ عربی ترجمہ صفحہ ۲۵۲ اردو ترجمہ صفحہ ۲٤۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ادارہ اسلامیات صفحہ ۳٦٤.

عیسائی اسے عیسیٰ علیہ السلام پر کیسے چسپاں کر سکتے ہیں؟ اس پیشین گوئی کو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتاتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کوئی آدمی نہیں بلکہ اللہ کا بیٹا ہے۔

اگر فرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس پیشین گوئی کا تاریخی زمانہ وہ ہے جب حضرت یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) اپنی صدائے حق سے بنی اسرائیل کو مسحور کر رہے تھے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں اور حضرت یوحنا نے ہی یہ بشارت سنائی۔ ممکن ہے جیسے یحییٰ سے سوال کیا گیا ایسے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی سوال کیا گیا ہو کہ کیا تو وہ نبی ہے؟ آپ نے بھی فرمایا ہو کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔ بہرحال اس صورت میں ایک نیا سوال جنم لیتا ہے اور اس بات کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ یہود تین پیغمبروں کے ظہور کے منتظر تھے۔

(۱)...... حضرت ایلیاہ (۲)...... حضرت عیسیٰ (۳)...... وہ نبی محمد رسول اللہ ﷺ جن کے متعلق ہر نبی نے اپنی قوم کو بشارتیں سنائیں اور پیشین گوئی کی گئی۔

آپ ﷺ کا ذکر ان کے درمیان اس قدر مشہور تھا کہ انہوں نے سوالات کے وقت دو ناموں کی طرح نام لینا ضروری نہیں سمجھا اور صرف وہ ''نبی'' کہا جس کی خبر توراۃ میں دی گئی ہے۔ مزید برآں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کی طرف وہ اشارے کر رہے تھے، اس کا آنا قطعی طور پر ثابت تھا، کیونکہ جب یوحنا (یحییٰ) سے سوال کئے گئے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ ''نبی'' کون، کوئی نبی آنے والا ہی نہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور تم کس کے متعلق پوچھ رہے ہو؟

دوسری بات یہ کہ حضرت موسیٰ نے بھی حضور صادق المصدوق ﷺ کے بارے میں ''وہ نبی'' کے الفاظ بھی استعمال فرمائے اور اس بات کی بھی نشاندہی فرما دی کہ ''وہ نبی'' فارانی ہوں گے۔ ''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔'' [1]

اگر مسیحیوں کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر بھی یہ بشارت اس درجہ واضح اور صاف ہے کہ نصاریٰ بجز دلیل انکار کے تاریخ کے اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ اگر

[1] استثناء۔

محمد ﷺ ''وہ نبی'' کا مصداق نہیں ہیں تو پھر اور کون ہے؟ کیونکہ اس پیشین گوئی میں تین انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱)...... حضرت الیاس (۲)......حضرت عیسیٰ (۳)...... وہ نبی اور ''وہ نبی'' کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، اور کوہ فاران سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی نور نبوت ''سراج منیر'' کی حیثیت سے جلوہ گر ہوا۔

مصلحین بائبل نے مذکورہ پیشین گوئی میں پہلے تو ''رسول اللہ'' کے الفاظ کو نکالا تو پھر اس کی جگہ کسی نے ''میرے بعد'' اور کسی نے ''شخص'' کسی نے ''زور آور'' وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے تا کہ حقیقت واضح نہ ہو سکے مگر بات پھر بھی نہ بن سکی اور حقیقت واضح ہو کر ہی رہی اب دیکھیے، آئندہ اشاعت میں مذکورہ لفظوں کی جگہ کیا لکھا جاتا ہے اور کیا قیاس کیا جاتا ہے۔

خیال رہے کہ اسی بشارت میں یہ نشانی بھی بتائی گئی ہے کہ وہ نبی جس کی جوتی کے میں تسمے کھولنے یا جوتے اٹھانے کے بھی قابل نہیں، اس نبی کی خاص نشانی یہ ہے کہ ''وہ زور آور ہوگا'' مگر ہمیں بائبل سے ہی اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اپنے حواری یہوداہ اسکریوطی کے سامنے بھی بے بس اور کمزور نظر آتے ہیں اور کافروں کے حق میں زبردست اور زور آور ہونا بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی صفت خاص ہے اور پھر یہودیوں نے مسیح کا جو حشر کیا، اس کی تفصیل مروجہ اناجیل میں مذکور ہے۔ کہاں زور آور اور کہاں اس قدر مجبور کہ ننگا کیا جائے، منہ پر تھوکا جائے اور بے یار و مددگار مصلوب کر دیا جائے۔

پیشین گوئی نمبر (۲۷): بائبل کا خاتم النبیین

''ایک مالک نے تاکستان یعنی انگوروں کا باغ لگایا وہ اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ پھل کا موسم آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو پھل لانے کے لیے بھیجا باغبانوں نے نوکروں کو پکڑ کر پیٹا، کسی کو پتھر مارے اور کسی کو قتل کر دیا مالک نے پہلے سے زیادہ نوکر بھیجے۔ ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ بالآخر مالک نے اپنے بیٹے کو بھیجا تو باغبانوں نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس

صورت میں مالک ان باغبانوں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ کسی دوسرے کو دے دیگا جو موسم پر اس کو پھل پیش کریں۔ یہ تمثیل سنانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔'' ❶

غور فرمایئے تاکستان کی تمثیل میں بنی اسرائیل کے جرائم سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو برگزیدہ کیا لیکن وہ اس کے عہد کو پورا نہ کر سکے، اللہ نے ان کی جانب متعدد نبی بھیجے لیکن انہوں نے ان کی تحقیر کی بعض کو سنگسار اور بعض کو قتل کیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب ایک عظیم رسول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے ان کے قتل کی بھی تدبیر کی۔ اس شیطنت کے بعد بھی کیا اللہ تعالیٰ اس ناہنجار قوم کو اپنے باغ کی رکھوالی کے لیے مسلط رکھے گا؟ وہ لازماً اس ذمہ داری کو دوسروں یعنی بنی اسماعیل کے سپرد کر دے گا اور وہ اس کا پھل لائیں گے یعنی ابدی عہد کو نبھائیں گے جو ان کے باپ ابراہیم سے اللہ نے باندھا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کتاب مقدس کا جو حوالہ دیا وہ زبور ۱۱۸-۲۲،۲۳ کی عبارت ہے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انہیں واضح لفظوں میں بتا دیا کہ اب نبوت تم سے چھین لی جائے گی اور بنی اسماعیل میں سے نبی خاتم آئے گا۔

یہود و نصاریٰ نے بنی اسماعیل کو رد کر دیا ان کی فضیلت اور عظمت کے منکر ہوئے حضرت اسماعیل کو حقیر یعنی لونڈی کا فرزند ثابت کرنے کی کوشش کی، ان سے ذبیح اللہ کا اعزاز بھی چھیننے کی کوشش کی گئی اور انہیں عہد کا فرزند بھی تسلیم نہ کیا گیا اور اللہ کی قدرت دیکھو جسے

❶ متی باب ۲۱ آیت ۴۲ تا ۴۵۔

رد کیا گیا تھا آخر کار انبیاء کی عظیم الشان عمارت اس کونے کے پتھر سے مکمل ہوئی۔ اسماعیل علیہ السلام جنہیں رد کیا گیا تھا، انہی کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے سرور عالم کو بھیجا اور اس خاندان کو ہی کونے کا پتھر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا کسی نے ایک عالی شان محل تعمیر کیا اور کونے کے پتھر کی جگہ خالی چھوڑ دی اس کونے کے پتھر کے سبب وہ محل نامکمل تھا، حتیٰ کہ رسول اللہ مبعوث فرمائے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ: «انا اللبنة وانا خاتم النبین» ''نبوت کی آخری اینٹ یعنی کونے کے سرے کا پتھر میں ہوں۔'' «فجئت انا واتممت تلك اللبنة» ''میرے آنے کے بعد وہ کمی پوری ہوگئی جو کونے کے پتھر کی جگہ باقی تھی۔'' ❶

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾

(الاعراف : ۱۵۸)

''(اے محمد ﷺ) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب لوگوں کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ تک مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

«مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنیٰ بیتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذا اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبین.»

''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک شخص کی ہے جس نے ایک گھر نہایت عمدہ اور خوبصورت تیار کیا، صرف ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی لوگ اس کو چل پھر کر دیکھتے اور اس پر تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی

❶ صحیح مسلم و احمد۔

تا کہ عمارت ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے پس وہ اینٹ میں ہوں، اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔ (یعنی نبوت کے محل کی میں آخری اینٹ ہوں۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے صراحت سے فرمایا:

«كان النبي يبعث الى قومه خاصة وبعثت الى الناس عامه.» ❶

"مجھ سے پہلے کا ہر نبی مخصوص طور پر اپنی ہی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام لوگوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ (الاعراف)

"بلکہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔"

اسی طرح حضور صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا «ختم النبيان وختم بى الرسل.» ❷

"مجھ سے نبوت کی عمارت مکمل ہو گئی اور میرے ذریعے رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔"

«انه لا نبى بعدى.» (بخاری و مسلم بحواله مشكوٰة)

یہ سب اللہ کی طرف سے تھا اور بنی اسرائیل کے لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ خاتم النبیین یعنی کونے کا پتھر بنی اسماعیل سے کیسے آ گیا اس طرح اس قوم سے بادشاہی لے لی گئی جس قوم نے عہد کو توڑ دیا اور انبیاء کو جھٹلایا اور ناحق قتل کیا اور اس قوم کو دے دی گئی جس نے اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو نبھایا اور اس کے پھل لائی جو کوئی بھی اس پتھر پر گرا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا لیکن جس پر وہ گرا وہ ہی پس گیا۔

پیشین گوئی نمبر (۲۸): آخر اول اور اول آخر ہو جائیں گے

باوجود اس کے کہ امت محمد یہ سب سے آخر میں آئی اور آخری امت ہے اور ان کی عمریں بھی چھوٹی ہیں لیکن سابقہ امتوں سے اجر و ثواب میں زیادہ اور دخول جنت میں مقدم ہو گی اس کی تصریح متی کی انجیل میں ہے۔

❶ بخاری و مسلم بحواله مشكوٰة شريف. ❷ بخاری و مسلم بحواله مشكوٰة شريف.

”آسمان کی بادشاہی اس گھر کے مالک کی مانند ہے جو سویرے نکلا تاکہ اپنے تاکستان (باغ) میں مزدور لگائے اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر انہیں اپنے تاکستان میں بھیج دیا۔ پھر ہر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا اور ان سے کہا کہ تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ جو واجب ہے، میں تم کو دوں گا پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے، انہوں نے اس سے کہا کہ اس لیے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا اس نے ان سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ، جب شام ہوئی تو تاکستان کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک ان کی مزدوری دے دے، جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے، لگائے گئے تھے تو ان کو ایک ایک دینار ملا، جب پہلے مزدور آئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم کو زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ہی دینار ملا۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اور تو نے ان کو ہمارے برابر کر دیا ہے۔ جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ سہی اس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا کہ میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا؟ جو تیرا ہے اٹھا لے اور چلا جا، میری مرضی یہ ہے جتنا تجھے دیتا ہوں اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں، کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کروں؟ یا تو اس لیے کہ میں نیک ہوں بری نظر سے دیکھتا ہے؟ اسی طرح آخر اول ہو جائیں گے اور اول آخر۔“ ❶

اول سے مراد پہلی امتیں ہیں خاص کر بنی اسرائیل، جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بار بار منادی

---

❶ متی ۲۰: ۱-۱۶

کرکے بتاتے ہیں کہ آسمانی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی...... عہد کے رسول کی آمد آمد ہے اس کی راہ تیار کرو...... وہ تم کو آگ سے بپتسمہ دے گا وغیرہ۔ وہ امت محمدیہ سے بہت پہلے اللہ کے دین کی خدمت کے لیے معمور کیے گئے تھے مگر انہوں نے اللہ کے ابدی عہد کی پاسداری نہ کی تو دوسرے جو بیکار تھے، یعنی ان میں کوئی نبی نہ آیا تھا اور ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہ تھی جب ان میں نبی آیا اور اللہ نے اپنی آخری کتاب ان کو دی تو انہوں نے دن رات محنت کی اور حالانکہ دن ڈھلے کام پر لگائے گئے تھے مگر انہوں نے اس تھوڑی مدت میں بھی اتنا زیادہ کام کیا کہ جو ان سے پہلے صبح کے لگے ہوئے تھے، ان کو پیچھے چھوڑ دیا۔ لہٰذا مزدوری دینے کے لیے انہیں سب سے پہلے مزدوری دی گئی اور ان سے دگنی مزدوری دی گئی جو پہلے صبح سے کام پر لگے ہوئے تھے۔ اس طرح وہ اپنی خصوصیت کی بناء پر آخر ہونے کے باوجود اول ہو گئے اور جو اول تھے وہ اپنی کمزوری اور بے اعتقادی کی بناء پر آخر ہو گئے۔

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

> ''تمہاری مدت قیام گزشتہ امتوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب کا وقت۔ توریت والوں کو توریت دی گئی تو انہوں نے عمل کیا یہاں تک کہ جب آدھا دن گزر گیا تو وہ عاجز آ گئے اور انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی انہوں نے نماز عصر تک کام کیا، پھر عاجز آ گئے تو انہیں بھی ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا تو ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے اس پر پہلی کتاب والے کہنے لگے کہ پروردگار! آپ نے ان لوگوں کو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ایک حالانکہ ہم زیادہ دیر لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔'' [1]

[1] صحیح بخاری ۱-۷۹ کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔

سی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

«نحن الآخرون والسابقون يوم القيامة.» ❶

''یعنی ہم آخری امت ہونے کے باوجود قیامت کے دن دخول جنت میں سب سے مقدم ہوں گے۔'' اسی بات کو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے تاکستان کی تمثیل میں بیان فرمایا ہے۔ نیز اس تمثیل سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ امت محمدیہ کی تعداد سب امتوں سے زیادہ ہوگی اور یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ تعداد میری امت کی ہوگی۔

پیشین گوئی نمبر (۲۹): سرور عالم ﷺ کا نام احمد ہوگا

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اور وہ میرا جلال ظاہر کرے گا اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے اس لیے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔'' ❷

حضور صادق المصدوق ﷺ کے حق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی میں جتنے

❶ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۳۲۔ ❷ یوحنا باب ۱۶ آیات ۷ تا ۱۶۔

صفات وکمالات بیان کئے گئے ہیں، وہ سب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات طیبہ ومبارکہ ہی کا خاص خاصہ ہیں۔ یاد رہے کہ مددگار "احمد" کا ترجمہ کیا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی سے بھی ختم نبوت کو ثبوت کیا جا رہا ہے کہ وہ نبی ہی خاتم النبیین ہے اس پیشین گوئی کے بعد کسی قسم کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس ہستی کے متعلق "ختم نبوت" کا اعلان ہر خاص و عام کے لیے فرمایا وہاں یہ بھی بتا دیا کہ وہ نبی آئندہ تمام جن وانس کے لیے "حجت اتمام" ہیں۔

لیکن دوسری جانب عیسائی دنیا تقریر وتحریر کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی شان حق میں وارد ہونے والی ان پیشین گوئیوں کی عجیب وغریب تاویلات کرتے ہوئے ان کو "روح القدس" کا مصداق بتلاتے ہیں حالانکہ ان عبارتوں میں "روح القدس" اور کسی مقام پر "سچائی کا روح" یا روح حق "مددگار" وغیرہ جیسے تراجم کر کے علمائے نصاریٰ نے مدعا کو ضبط کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر اس کے باوجود ان سب عبارتوں کو جو کہ بطور پیشین گوئی انجیلوں میں موجود ہیں، اگر غور سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی روح نہیں بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص ہے جس کی تعلیم عالمگیر، ہمہ گیر اور تا قیامت باقی رہنے والی ہو گی ہم کہتے ہیں کہ روح حق یعنی سچائی کی روح اور روح القدس دونوں کے معنی جدا جدا ہیں جن کو آپس میں خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے راقم کی کتاب "فارقلیط" کا مطالعہ فرمائیے۔

اس خاص شخص کے لیے اردو ترجمہ میں "روح حق" اور سچائی کی روح اور کسی مقام پر "مددگار" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے حالانکہ اصل انجیل میں سریانی زبان کا لفظ استعمال کیا گیا تھا اور وہ لفظ احمد تھا۔ یوحنا نے اپنی انجیل میں یونانی کا لفظ Periclytos استعمال کیا تھا جیروم کے نسخہ میں یہی لفظ ہے جس کا معنی احمد ہے۔ جسے بعد میں Paracletus سے بدل دیا گیا۔ Paracletus کے معنی متعین کرنے میں عیسائی علماء کو سخت زحمت پیش آئی۔ یونانی زبان میں Paraclete کے کئی معنی ہیں کسی جگہ کی طرف بلانا، مدد کے لیے پکارنا، انذار وتنبیہ، ترغیب،

اکسانا، التجا کرنا، دعا مانگنا، پھر یہ لفظ ہیلینی مفہوم میں یہ معنی دیتا ہے کہ تسلی دینا، تسکین بخشنا، ہمت افزائی کرنا بائبل میں اس لفظ کو جہاں جہاں بھی استعمال کیا گیا، ان سب مقامات پر اس کے کوئی معنی بھی ٹھیک نہیں بیٹھتے اور اوریجن Origen نے کہیں اس کا ترجمہ Consolator تسلی بخشنے والا کیا ہے اور کہیں Deprecator مگر دوسرے مفسرین نے ان دونوں ترجموں کو رد کر دیا کیونکہ اول تو یہ یونانی گرائمر کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں دوسری عبارتوں میں جہاں یہ لفظ آیا ہے یہ معنی نہیں چلتے اور بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ Teacher (استاد یا معلم) کیا ہے مگر یونانی زبان کے استعمالات سے یہ معنی بھی اخذ نہیں کیے جا سکتے ترتولیان اور آگسٹائن نے لفظ Advocate (وکیل یا شافع) کو ترجیح دی ہے۔ بعض مفسرین نے Assistant اور Comforter اور Consoler (یعنی تسلی و تشفی دینے والا) وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ❶

لفظ Periclytos کا مطلب ہے تعریف کیا ہوا۔ یہ لفظ بالکل محمد اور احمد کا ہم معنی ہے اور تلفظ میں Paracletus کے درمیان بڑی مشابہت پائی جاتی ہے جو مسیحی حضرات اپنی مذہبی کتابوں میں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق بلاتکلف رد و بدل کر لینے کے خوگر رہے ہیں اور یہ جسارتیں تاحال جاری و ساری ہیں انہوں نے یوحنا کی نقل کردہ پیشین گوئی کے اس لفظ کو اپنے عقیدے کے خلاف پڑتا ہوا دیکھا تو اس املاء میں یہ تھوڑا سا تغیر کر دیا، اس کی پڑتال کرنے کے لیے اصل سریانی تو کجا "یوحنا کی لکھی ہوئی ابتدائی یونانی انجیل بھی کہیں موجود نہیں ❷ جس سے یہ تحقیق کی جا سکے کہ وہاں ان دونوں الفاظ میں دراصل کون سا لفظ استعمال کیا گیا تھا۔" "جو لوگ اب بھی اسے یوحنا حواری کی تصنیف قرار دیتے ہیں ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں اور حقیقت میں انیسویں صدی ہی نہیں بلکہ دوسری صدی میں بھی عیسائیوں کی ایک معقول تعداد اسے یوحنا رسول کی تصنیف ماننے سے انکاری تھی۔" ❸

---

❶ انسائیکلو پیڈیا آف ببلیکل لٹریچر پریکلیٹس۔

❷ Catholic Encyclopedia, Vol.7, P.1085.

❸ Vol.13P.102 Encyclo Brit. 1962.

یوحنا حواری کو اس انجیل کا مؤلف ثابت نہ کر سکنے کی وجہ سے بعض عیسائی مصنّفین نے کسی یوحنا بزرگ (John The Elder) کو اس کا مصنف بتایا ہے جس کے بارے میں ان میں سے بعض نے ان کے شاگردوں کا شاگرد ہونے کا دعویٰ کیا ہے مگر ان دعووں کا بھی کوئی ثبوت موجود نہیں۔ ❶

حقیقت یہ ہے کہ انجیل یوحنا بھی بائبل کی متعدد کتابوں کی طرح کسی ایک مصنف کی نہیں بلکہ مختلف گمنام مصنّفین کی مختلف اوقات میں لکھی گئی تحریروں کا مجموعہ ہے جنہیں کسی اور گمنام مولف نے اکٹھا کر دیا۔

"There are Indications of more than one hand in the Gospel." ❷

اس انجیل میں ایک سے زیادہ مصنّفین کا ہاتھ ہونے کے آثار پائے جاتے ہیں۔

"What we have in the Gospels would then be what the church itself was teaching and saying, ascribed to the historical Jesus." ❸

''جو کچھ ہمارے پاس اناجیل میں موجود ہے وہی ہے جو خود کلیسیاء کہہ اور بتا رہی تھی جسے مسیح کی تاریخی شخصیت سے منسوب کر دیا گیا۔''

ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ مسیح کے رفع آسمانی کے بعد بھی چند سالوں تک ان کی تعلیمات کا کوئی تحریری ریکارڈ تیار نہیں کیا گیا تھا، خود ان کے اپنے گھر کی شہادت یہ ہے کہ:

"During the early years that succeeded the death of Jesus, no written record appears to have been made of

---

❶ B.H Streeter: The Four Gospels 443.

❷ NewCatholic Encyclopedia Vol.7P.1080.

❸ Encyclo. Brit. 1962 Vol. 13, P.14.

his life and teaching. A few of the most striking of his sayings were perhaps embodied in some simply liturgy, but generally speaking, as his followers were in constant expectation of his early return from heaven. They felt no need to make a written record of his life on earth."[1]

''معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی ''موت'' کے بعد گذرنے والے ابتدائی سالوں میں ان کی زندگی اور تعلیمات کا کوئی تحریری ریکارڈ تیار نہیں کیا گیا (البتہ) ان کے فرمودات میں سے چند زیادہ موثر باتوں کو شاید کسی سادہ عبارت و اذکار میں شامل کر لیا گیا ہو مگر بالعموم چونکہ ان کے متبعین مسلسل ان کی آسمان سے آمد ثانی کے منتظر رہتے تھے اس لیے انہوں نے ان کی زمینی زندگی کو ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت نہ سمجھی۔''

تاہم جب آمد ثانی سے مایوسی ہوتی گئی اور یادیں مدہم پڑنا شروع ہوگئیں تو لوگوں نے اپنے طور پر فرمودات مسیح کے کچھ مجموعے بنائے جنہیں ''اقوال'' یا ''لوگیا'' (Logia) کہا جاتا تھا۔ پھر انہی زبانی روایات اور مجموعات اقوال کو سامنے رکھ کر پولس کے خطوط کی روشنی میں انجیل نگاروں نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق سیرت مسیح پر کتابیں لکھیں جنہیں انجیل کا نام دے دیا گیا۔ اور ان لکھنے والوں کا حال یہ تھا کہ:

"We must remember that in ancient times it was the common practice for even the most consientious chroniclers and historians to put into the mouths of the characters of whom they wrote words which they considered appropriate to the occasion, without any

[1] Bernard M.Allen The Story Behind the Gospels, London, 1926. P.4-5.

intention of implying they that were the exact words used."❶

''ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم زمانہ میں دستور تھا کہ انتہائی دیانت دار واقعات نگار اور مورخ بھی ان کرداروں کے منہ میں جن کے بارے میں وہ لکھ رہے ہوتے، ایسے الفاظ ڈال دیتے جو انہیں موقع محل کے مناسب نظر آتے۔ ان کا یہ ظاہر کرنے کا بالکل ارادہ نہ ہوتا تھا کہ وہ (ان کرداروں کے) بالکل درست اور اصل الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔''

اور خصوصاً یوحنا کی انجیل پر تو بہت زیادہ تنقید کرنے والوں نے قلم اٹھایا:

"We can not always be sure that our versions are accurate translation of the original manuscripts. Not only have the originals been lost, but some of the copies may contains errors."❷

''بہر حال ہم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے کہ ہمارے نسخے اصل مسودات کا صحیح ترجمہ ہیں۔ نہ صرف اصل مسودات کھوئے گئے ہیں بلکہ کچھ نقول میں غلطیاں بھی موجود ہیں۔''

اور انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں لکھا ہے کہ:

"More serious are the Intentional changes introduced by scribes, and before them by owners of manuscrips."❸

''زیادہ خطرناک وہ ارادی تبدیلیاں ہیں جو لکھنے والوں اور ان سے پہلے

❶ Ibid.P.5.

❷ R.H. Horton: What the Bible is and How it was written? P.61.

❸ Encyclo Emericana Vol-3 P.565.

مسودات کے مالکوں نے کیں۔"

اب آپ خود ہی بتائیے کہ Periclytos کی جگہ Paracletus لکھ دینا کیا مشکل ہو سکتا تھا حقیقت میں وہ لفظ Periclytos ہی تھا جس کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا۔ اور احمد کے بھی یہی معنی ہیں مگر مصلحین بائبل نے اسے Paracletus سے بدل دیا۔ نتیجہ صاف ہے حضرت عیسیٰ u نے نبی موعود کا نام احمد e بتایا، جس کا ترجمہ یوحنا نے Periclytos کیا، جیروم جس نے چوتھی صدی مسیحی میں انجیل کا لاطینی ترجمہ کیا اس نے لفظ زیر بحث کو لاطینی میں Periclytos ترجمہ کیا ہے جس کا معنی احمد ہے۔ مگر بعد میں تحریف لفظی سے کام لیتے ہوئے اسے بدل دیا گیا اصل سریانی لفظ کیا تھا؟ وہ سریانی لفظ ہمیں ابن ہشام کی سیرت میں مل جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی اسی کتاب سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا ہم معنی یونانی لفظ کیا ہے۔ محمد بن اسحاق کے حوالے سے ابن ہشام نے یوحنا کی انجیل باب ۱۵ آیات ۲۳ تا ۲۷ اور باب ۱۶ آیت ۱ کا پورا ترجمہ نقل کیا ہے اور اس میں یونانی لفظ فارقلیط کی بجائے سریانی زبان کا لفظ "منحمنا" استعمال کیا گیا ہے پھر۔

ابن اسحاق اور ابن ہشام نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ "منحمنا" کے معنی سریانی میں "احمد" اور یونانی میں Periclytos (فارقلیط) ہیں۔ اب دیکھئے کہ تاریخی طور پر فلسطین کے عام عیسائی باشندوں کی زبان نویں صدی عیسوی تک سریانی تھی۔ یہ علاقہ ساتویں صدی عیسوی کے نصف اول سے اسلامی مقبوضات میں شامل تھا۔

ابن اسحاق نے ۷۶۸ء میں اور ابن ہشام نے ۸۲۸ء میں وفات پائی۔ لہٰذا ان دونوں کے زمانے میں فلسطینی عیسائی سریانی زبان بولتے تھے۔ اور ان دونوں کے لیے اپنے ملک کی عیسائی رعایا سے ربط پیدا کرنا کچھ مشکل بھی نہ تھا نیز اس زمانے میں یونانی بولنے والے عیسائی بھی لاکھوں کی تعداد میں اسلامی مقبوضات کے اندر رہتے تھے اس لیے ان ہر دو کے لیے یہ معلوم کرنا بھی مشکل نہ تھا کہ سریانی کے کس لفظ کا ہم معنی یونانی زبان کا کون سا لفظ ہے۔ اب اگر ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ عربی میں

اس کا ہم معنی لفظ احمد یونانی میں برقلیطس ہے تو اس امر میں کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صادق المصدوق ﷺ کا نام مبارک لے کر آپ ہی کے آنے کی بشارت سنائی تھی اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یوحنا کی انجیل میں آپ ﷺ کے نام مبارک احمد کا ترجمہ دراصل لفظ Periclytos استعمال ہوا تھا جسے عیسائی حضرات نے بعد میں Paracletus سے بدل دیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہاجرین حبشہ کو جب نجاشی نے اپنے دربار میں بلایا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سنیں تو اس نے کہا کہ:

«مرحبا بكم وبمن جئتم من عنده اشهد انه رسول الله وانه الذى نجد فى الانجيل وانه الذى بشر به عيسى ابن مريم.»[1]

''یعنی مرحبا تم کو اور اس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں جن کی بشارت عیسیٰ ابن مریم نے دی تھی۔''

جاننا چاہئے کہ آخر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے کیا کہا کہ نجاشی یہ تاریخی الفاظ کہنے پر مجبور ہو گیا اور مہاجرین کا محافظ بن گیا حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ مہاجرین کو نہ صرف پناہ دی بلکہ ان کا محافظ بن گیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ جو گہری سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ (ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) انہیں حبشہ سے ناکام واپس لوٹنا پڑا حالانکہ انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر نجاشی نے انہیں واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ تاریخی مکالمہ تاریخ نے محفوظ کر لیا نجاشی نے تمام وہ سوالات کئے جو زبور و انجیل میں آپ ﷺ کی پیشین گوئیوں کے متعلق مذکور تھے چنانچہ نجاشی تمام نشانیوں کو جاننے کے بعد فوراً ایمان لے آیا۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ آتش پرست تھے پھر عیسائی مذہب اختیار کیا حتیٰ کہ عیسائیوں کے مذاہب اور بائبل

---

[1] مسند احمد.

میں انہیں پیشین گوئیوں کے مصداق سے ملنے کی خاطر مصائب و آلام میں دوچار رہے آخرکار اسلام قبول فرمایا۔ کیونکہ آپ انہیں پیشین گوئیوں کے سبب خاتم النّبیین کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اسی طرح بے شمار عیسائی آپ ﷺ کی زندگی میں ایمان لائے اس بات سے یہ حقیقت اور نکھر جاتی ہے۔ برناباس کی انجیل میں جگہ جگہ آپ ﷺ کا نام مبارک لے کر پیشین گوئی کی گئی ہے۔ آئندہ صفحات میں برناباس کی انجیل میں موجود پیشین گوئیوں کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ اول تو یہاں اسم احمد کا ترجمہ کیا گیا ہے پھر تحریف سے کام لے کر اس میں تبدیلی کر دی۔ مگر یہاں ہم حجت اتمام کی خاطر ان کے مسلمہ لفظ Paracletus پر ہی بحث کریں گے کیونکہ یہ لفظ بھی ہر لحاظ سے محمد ﷺ پر ہی صادق آتا ہے۔ آیئے اب پیشین گوئی میں موجود نشانیوں کی طرف توجہ کرتے ہیں مذکورہ پیشین گوئی میں نبی موعود کی نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں۔

(۱)...... وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا صرف وہی کہے گا۔ (۲)...... تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (۳)...... تمہیں سچائی کی راہ دکھائے گا۔ (۴)...... وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا۔ (۵)...... وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ (۶)...... اگر میں نہ جاؤں تو وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ (۷)...... وہ دنیا کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ (۸)...... مجھ سے حاصل کر کے تم کو خبریں دے گا۔ (۹)...... وکیل۔ (۱۰)...... مددگار۔ (۱۱)...... ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ (۱۲)...... دنیا کا سردار۔

۱:: وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صادق المصدوق ﷺ کا ایک خاص وصف اور کمال یہ بیان فرمایا کہ وہ پیغمبر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ بھی کہے گا وہ اللہ کی طرف سے ہوگا اور یہ صفت و کمال حضور صادق المصدوق ﷺ پر ہی صادق آتا ہے کیونکہ آپ نے کبھی اپنی طرف سے کلام نہیں کیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾ (النجم : ۳ تا ٤)

''اور (محمد ﷺ) نہیں کلام کرتے اپنی خواہش سے مگر وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اللہ

کی وحی سے کہتے ہیں جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔"
یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن حکیم کی طرح حدیث بھی اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے۔

«الا انی اتیت الکتاب ومثله معه.»[1]

"آگاہ رہو میں قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اسی درجہ کی ایک چیز (یعنی حدیث) بھی دیا گیا ہوں۔"

پس نبی کریم ﷺ کا ہر فرمان بھی آسمانی ہے یعنی اللہ کی طرف سے ہی تھا، آپ اپنی جانب سے کلام بھی نہیں فرماتے تھے۔

۲: تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا:

یہ صفت بھی حضور صادق المصدوق ﷺ کی ذات بابرکات کا خاصہ ہے آپ ﷺ نے لوگوں کو آئندہ کی خبریں بھی سنائیں۔

پہلی پیشین گوئی:

اہل مکہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی، ان کی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی اور نبی کریم ﷺ کے فدائی ہو جائیں گے لیکن قرآن مجید نے پہلے سے پیشین گوئی کر دی تھی۔

«ولتعلمن نباه بعد حین» یعنی وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ بعد جان لیں گے۔
اس پیشین گوئی کا ظہور نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک میں ہی ہو گیا اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے جن میں خالد بن ولید جیسے بھی تھے جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے تھے اور عثمان بن ابوطلحہ جیسے بھی جو نبی ﷺ کو عبادت کے لیے کعبہ کے اندر

---

[1] رواہ ابوداؤد بسند الصحیح۔

جانے نہ دیتے تھے اور طائف والے بھی تھے، جنہوں نے آپ ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا تھا اور ابوسفیان جیسے بھی تھے جو ابوجہل کے مرنے کے بعد مسلمانوں کے سب سے بڑے حریف تھے۔

(۲)..... عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کو جھٹلانے کے لیے اتفاق کر لیا تھا، بت پرست مجوس صابی عیسائی یہودی اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے تاہم وہ سب نبی ﷺ کے جھٹلانے اور اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف دعاوی مختلف خواہشات والے کیونکر اسلام کی صداقت ماننے والے بن جائیں گے مگر قرآن مجید نے یہ پیشین گوئی کر دی تھی۔ ﴿سنریھم ایتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق﴾ ''ہم ان کو جلدی ہی اپنے نشانات ان کے گرد و پیش اور خود ان کے اندر بھی ایسے دکھائیں گے کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائے گی کہ اسلام سچا دین ہے۔'' یہ پیشین گوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی اور نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب اور ہر ایک قبیلے نے اسلام کی سچائی دیکھ کر اور خوب سمجھ کر خوب اچھی طرح جان کر اس پر ایمان لے آئے اور اسے سچا جانا۔

۳: سراقہ اور کسریٰ کے کنگن

ہجرت کے موقع پر سراقہ حضور صادق المصدوق ﷺ کا پیچھا کرتے کرتے قریب پہنچ جاتا ہے وہ آپ اور آپ ﷺ کے ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہے، گھوڑا سر پر پہنچا ہوا تھا کہ اللہ کی قدرت سے زمین میں دھنس گیا۔ حضور صادق المصدوق ﷺ نے ہنس کر امان عطا کرنے کے بعد سراقہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ «کیف بك اذا لبست سوادی کسریٰ» سراقہ تیرا کیا حال ہو گا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا تو سراقہ جشم چکرا کر پوچھنے لگا۔ ''اکسری فارس؟'' کیا ایران کا کسریٰ تو فرمایا صادق المصدوق ﷺ نے «ھلك کسری فلا یکون کسری بعدہ وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ.»

''کسریٰ ہلاک ہو گیا اس کے بعد کسریٰ نہ ہو گا پھر کچھ دن بعد قیصر بھی یقیناً ہلاک ہو گا

پھر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا۔" پھر اس پیشین گوئی کا وقت پورا ہوا اور اسی واقعہ کو مدینہ کی مسجد میں اس طرح دیکھا گیا کہ وہی تاج جو سونے کی زنجیروں میں بندھا ہوا کج کلاہ ایران کے سر پر لٹکا رہتا تھا، آج اس مدلجی دہقان سراقہ کے سر پر رکھا ہوا ہے جواہر نگار کمر بند اس کی کمر سے بندھی ہوئی ہے۔ زیور یعنی کنگن کلائیوں میں پہنے ہوئے ہیں تو اس وقت کرہ ارض کا جو سب سے بڑا بادشاہ تھا کتنی پستی کے لہجے میں کہہ رہا تھا۔" سراقہ ہاتھ اٹھا اور بول اللہ اکبر، اسی کے لیے ساری ستائش ہے جس نے کسریٰ سے چھینا اور مالک بدو کے بیٹے اس سراقہ کو پہنایا جو بنی مدلج کے گنواروں کا گنوار ہے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے جاتے تھے۔

۴: جہاد قسطنطنیہ کی پیشین گوئی:

فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے کہ:

«قال ناس من امتی عرضوا لی غزاه فی سبیل الله كما قال فی الاول قالت فقلت یا رسول الله ادع الله ان یجعلنی منهم قال انت من الاولین فركبت البحر فی زمان معاویة بن ابی سفیان فصرعت عن دابتها حین خرجت من البحر فهلكت.»

"آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ جو اللہ کی راہ میں جہاد کو جا رہے تھے اس طرح میرے سامنے لائے گئے جیسے پہلے بیان ہوا۔ یعنی جیسے بادشاہ تختوں پر سوار۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے اللہ مجھ کو بھی ان میں شریک کرے آپ ﷺ نے فرمایا تو پہلے لوگوں میں شریک ہو چکی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایسا ہوا کہ ام حرام اپنے خاوند عبادہ کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں۔ یہ پہلا جہاد تھا روم کے نصاریٰ پر اور جب وہ سمندر سے اتریں تو جانور سے گر کر مریں۔" [1]

---

[1] بخاری کتاب الجهاد والسیر جلد ۳، ۶۷.

اور نبی اکرم ﷺ نے جہاد قسطنطنیہ کے مجاہدین کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ «اول جیش من امتی یغزون البحر قد او جبوا» یعنی میری امت کی پہلی فوج جو بحری جہاد کرے گی، اس پر جنت واجب ہو گئی اسی طرح حضور صادق المصدوق ﷺ کے یہ کلمات مبارک بھی کتب احادیث میں مذکور ہیں کہ «فتفتحن قسطنطنیه النعلم الامیر امرها النعلم الجیش جیشها» یعنی قسطنطنیہ فتح کرنے والے لشکر کا امیر کیسا بہترین امیر اور اس کے لشکری کیسے بہترین لشکری ہیں۔ یہ دونوں بشارتیں تقریباً سب کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ❶

حضور صادق المصدوق ﷺ کی بشارت ۲۸ ہجری میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پوری ہوئی۔

علاوہ ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشین گوئی، شام جائے امن رہے گا، فتنے عراق سے اٹھیں گے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح ہو جائے گی، قرب قیامت کی علامات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، فتنہ دجال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق سے خطاب فرمائیں گے اور ساری دنیا گھروں میں بیٹھے اسے سن سکے گی۔ اس وقت یہ بات بدمذہبوں کے لیے یقین کرنا ذرا مشکل تھی مگر آج میڈیا نے اس شک کو بھی رفع کر دیا۔ اس سلسلے میں بے شمار آئندہ کی خبروں کا ذکر کیا جا سکتا ہے، مگر ہمیں اختصار مطلوب ہے۔

۵: تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی میں ایک اور نشانی بھی حضور صادق المصدوق ﷺ کی بیان کی گئی ہے کہ وہ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس کے موافق قرآن مجید میں ہے:

﴿والذی جآء بالصدق﴾ ''محمد (ﷺ) وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔'' قرآن مجید میں ہے۔ ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''محمد (ﷺ) دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔'' سچائی کی راہ سے مراد دین اسلام ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط و

❶ صحیح بخاری کتاب الجهاد والسیر، صحیح مسلم کتاب الامارات، موطا امام مالك کتاب الجهاد، جامع ترمذی کتاب الجهاد، سنن ابن ماجه، سنن ابو داؤد.

تفریط کے درمیان حقیقت کی خبر ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت اور حکمت دین توحید خالص اور شریعت پر عمل پیرا ہونے اور دین و دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو، ساری صداقت اور کامل سچائی اس کے پاس ہوگی۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (الشوریٰ: ۵۲)

''البتہ تحقیق تو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی طرف۔''

''نیز تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا'' یہ الفاظ روح القدس پر ہرگز صادق نہیں آسکتے کیونکہ روح القدس نے ایک لفظ بھی اس سلسلے میں ارشاد نہیں فرمایا تو پھر راہ دکھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مزید تفصیل کے طالب راقم کی کتاب فارقلیط کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ تمام صفات صادق المصدوق ﷺ کی ذات بابرکات میں ہی پائی جاتی ہیں اور انہیں صفات کی پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی۔

۶: وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا

یہ بات بھی آپ ﷺ پر ہی فٹ بیٹھتی ہے۔ آپ نے توحید خالص کو بیان فرمایا ہے یہ جملہ روح جو یوم الدار میں نازل ہوئی ثابت کرتا ہے کہ اس کے متعلق قطعاً نہیں بلکہ یہ جملہ فارقلیط یعنی محمد ﷺ پر ہی صادق آتا ہے۔ کیونکہ عہد جدید کے کسی رسالے سے یہ ثابت نہیں کہ حواری ان باتوں کو بھول گئے تھے جو مسیح نے کہی تھیں اور اس روح نے جو یوم الدار میں نازل ہوئی، اس نے یاد دلائی ہوں۔ آپ ﷺ معلم ہیں، یعنی تعلیم دینے والے، سکھانے والے۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

۷: وہ میرا جلال ظاہر کرے گا (وہ میری بزرگی بیان کرے گا)

یہ جملہ بھی حضور خاتم النبیین ﷺ پر ہی صادق آتا ہے۔ پینتی کست کے دن روح نے

کسی کے سامنے مسیح کے حق میں کوئی شہادت نہیں دی اس لیے کہ جن شاگردوں پر وہ روح نازل ہوئی ان کو کسی کی شہادت کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ وہ مسیح کو کما حقہ' پہچانتے اور اچھی طرح جانتے تھے۔ پھر ایسے لوگوں کے سامنے شہادت دینا محض بیکار ہے، رہے وہ منکرین جن کو واقعی شہادت کی ضرورت تھی، تو ان کے سامنے اس روح نے کوئی شہادت ہی نہیں دی۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ نے یہود کی تکذیب کی جو آپ کو معتوب و مردود ٹھہراتے اور آپ کی بن باپ ولادت میں شک کرتے اور آپ کی نبوت و رسالت کو جھوٹا جانتے، اسی طرح نصاریٰ کی بھی تکذیب فرمائی جو مسیح کی الوہیت کا دعویٰ کرنے لگے اور کہنے لگے یسوع ہماری خاطر مصلوب ہوا۔ لہٰذا آپ نے یہود کے بہتان اور نصاریٰ کی گمراہی کو چیلنج کیا اور ان تمام باتوں سے مسیح کی برات کی شہادت دی۔ قرآن کریم کے متعدد مواقع پر ماں بیٹے دونوں کی برات اور پاک دامنی مذکور ہے مثلاً سورۃ آل عمران، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ مائدہ، سورۃ مریم۔ اور احادیث میں بھی بکثرت ملتی ہے وہ میرا جلال ظاہر کرے گا سے یہی مراد ہے۔ واضح رہے کہ کیتھولک بائبل میں وہ میرا جلال ظاہر کرے گا کی بجائے وہ میری بزرگی بیان کریگا، کے الفاظ ہیں۔ بہرحال یہ بات بھی صرف حضور صادق المصدوق ﷺ خاتم النبیین ﷺ پر صحیح معنوں میں فٹ آتی ہے۔

۸: اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہیں آئے گا لیکن اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا

اس میں حضرت مسیح علیہ السلام اس کی آمد کو اپنے جانے پر مشروط کر رہے ہیں حالانکہ وہ روح حواریوں پر عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی ہی میں نازل ہو چکی تھی جبکہ آپ نے ان کو اسرائیلی شہروں کی جانب روانہ کیا تھا اس وقت روح کا نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روانگی پر موقوف نہیں کیا گیا تھا، نتیجہ صاف ہے کہ فارقلیط سے مراد وہ روح ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا مصداق یقیناً وہی شخص ہو سکتا ہے جس سے حواریون نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے قبل کسی قسم کا فیض حاصل نہیں کیا اور اس کی آمد مسیح کی روانگی پر موقوف ہو اور یہ ظاہر ہے کہ یہ پوری بات محمد ﷺ پر

صادق آتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد ہوئی آپ کی آمد عیسیٰ علیہ السلام کی روانگی پر موقوف بھی تھی اس لیے کہ دو مستقل شریعتوں والے پیغمبروں کا وجود ایک زمانہ میں ممکن نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فارقلیط کی پیشین گوئی کے مخاطب حواری ہیں اس لیے فارقلیط کا ظہور ان کے زمانہ میں ہونا ضروری ہے چونکہ محمد ﷺ ان کے عہد میں ظاہر نہیں ہوئے اس لیے وہ اس کا مصداق نہیں ہیں۔ ہم کہیں گے کہ خطاب کے وقت جو لوگ موجود تھے وہ ضمیر خطاب سے ضرور مراد ہوں لیکن یہ بات ہر مقام پر ضروری نہیں ہے۔ مثلاً انجیل متی باب ۲۶ آیت ۶۴ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سردار کاہن اور بڑے بڑوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔'' اس ارشاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب اپنے نزول کی پیشین گوئی فرما رہے ہیں۔ اور جن لوگوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بات فرمائی تھی آج ان کو مرے ہوئے دو صدیاں گذر رہی ہیں۔ یہاں سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ انجیل متی کی اس عبارت میں ''تم'' کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جو اس وقت سامنے موجود تھے بلکہ اس کے مخاطب وہ لوگ ہوں گے جو مسیح علیہ السلام کے نزول کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے۔ بعینہٖ یہی جواب ہم فارقلیط کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تھے بلکہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ کے ظہور کے وقت موجود تھے۔

۹: وہ دنیا کو قصوروار ٹھہرائے گا:

یہ قول حضور ﷺ کے لیے نص جلی کے درجہ میں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی ایسے شخص ہیں جنہوں نے سارے جہان کو للکارا اور ملامت کی ان کے عقائد بد کفر و شرک کے سبب بالخصوص یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے پر ایسے ملامت کی جس میں شاید کوئی کٹر معاند اور متعصب دشمن ہی انکار کر سکتا ہے۔ اور آپ ﷺ ہی کے خلف الرشید امام مہدی، عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق اور معاون بن کر کانے دجال اور اس کے ماننے والوں کو قتل کریں گے۔ اس کے

برعکس نازل ہونے والی روح کے کہ اس کا ملامت کرنا کسی اصول کے ماتحت درست نہیں ہو سکتا اور اس کے نزول کے بعد بھی حواریوں کا منصب ملامت کرنے کا نہ تھا، اس لیے کہ وہ لوگ قوم کو ترغیب اور وعظ کے ذریعے دعوت دیتے تھے۔

۱۰: مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا:

یہ بات روح پر ہرگز صادق نہیں آتی کیونکہ جب روح القدس کو تمام کمالات بالفعل حاصل ہیں تو اسے کسی سے حاصل کر کے خبر دینے کی کوئی ضرورت نہیں یہ بات تو صرف ایسی شخصیت پر ہی صادق آ سکتی ہے جسے کمالات بتدریج حاصل ہوتے ہوں۔ اسے پہلے کسی بات کا علم نہ ہو۔ وہ امّی یعنی ان پڑھ ہو، بعد میں اسے کوئی علم عطا کرے اور یہ بات صرف نبی کریم ﷺ پر ہی صادق آ سکتی ہے اور یہ بات کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کر کے سے مراد یہ ہے کہ جہاں سے علوم نبوت میں نے حاصل کئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے وہ کلام فرمائے گا اور اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔

۱۱: ''وہ وکیل''

کیتھولک بائبل میں اس کے متعلق وکیل کے لفظ آئے ہیں۔ وکیل یعنی شافع، ہم کہتے ہیں وکیل ہونا یا سفارشی ہونا شفاعت کرنا یہ نبی کے خواص میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ شافع محشر ہیں۔ یہ لفظ اس روح پر صادق نہیں آ سکتا جو عیسائی عقیدہ کے مطابق خدا کے ساتھ متحد ہے۔ لہٰذا یہ دونوں صفات روح پر صادق نہیں آ سکتیں اور یقیناً اُس نبی پر جس کی بشارت دی گئی بلا تکلف صادق آتی ہیں۔ کیونکہ وہ روح القدس تو خدا سے متحد ہے جو مختار کل ہے وکیل مختار کل کیونکر ہو سکتا ہے؟

۱۲: ''وہ مددگار''

ہم کہتے ہیں کہ روح القدس عیسائی عقیدہ کے مطابق اپنے باپ کے ساتھ مطلقاً متحد ہے اور بیٹے کے ساتھ اس کی لاہوتی حیثیت سے حقیقی اتحاد رکھتی ہے لہٰذا یہ قول روح پر صادق نہیں آ سکتا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کے آنے کی خوشخبری دی تو لامحالہ فارقلیط کوئی

ایسی شخصیت ہونی چاہیے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جدا ہو، حالانکہ روح القدس عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاہوتی حیثیت سے جدا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ قول بھی صرف حضور صادق المصدوق خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ یہود و نصاریٰ کے کفریہ عقائد کی تردید میں مددگار ہیں۔ روز قیامت شفاعت اور وکالت کرنے میں بنی نوع انسان کے مددگار ہیں۔ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ کے بارے میں جو حیا باختہ باتیں کیں، ان کی تردید میں مددگار۔ اور نصاریٰ نے جو کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور ابدی گناہ کے لیے مصلوب ہوئے، ایسی من گھڑت باتوں کی تردید میں مددگار ہیں۔

دوسرا مددگار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی ہر لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام سے افضل و اعلیٰ ہو گا اور زبردست ہو گا کیونکہ پہلے مددگار عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ دوسرا مددگار ہو گا، ظاہر ہے کہ اگر پہلا افضل ہو، پہلا طاقتور ہو تو بعد میں کمزور کو بھیجنا فضول ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی موعود نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہو گا اور کمزور نہیں بلکہ طاقتور بھی ہو گا۔ اس لیے دوسرا مددگار کے الفاظ روح القدس پر صادق نہیں آ سکتے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے عقیدہ کے مطابق بھی روح القدس سے افضل ہیں۔

روح القدس کے باپ اور بیٹے سے صادر ہونے کے لیے عربی اور اردو میں انبثاق (لبریز ہونا) کا لفظ مستعمل ہے۔ ❶

قسطنطنیہ کی عالمی کونسل نے روح القدس کو باپ سے صادر شدہ (Proceeding from the Father) قرار دیا تھا۔ (H.Chadwick The Early Church (Penguin Books) . P,151) مگر بعض رومی و مغربی پادری باپ سے بذریعہ بیٹا صادر شدہ کہنا پسند کرتے ہیں۔ جب یہ خود ساختہ عقیدہ مزید مبالغہ و غلو کا شکار ہوا تو روح القدس کو باپ اور بیٹے سے صادر شدہ کہا جانے لگے اور اس موضوع پر مشرق و مغرب کے آپس میں زبردست مباحث ہوئے حتیٰ کہ شاہ شارلیمان نے حکم دیا کہ قسطنطنیہ کی کونسل کے منظور شدہ

❶ کیتھولک اردو بائبل مطبوعہ روم۔

عقیدہ میں جہاں باپ سے صادر شدہ الفاظ آئے ہیں وہاں یونانی لفظ (Filioque) کا اضافہ کیا جائے جس کا مطلب اور بیٹے سے (And the son) ہے یہ اضافہ پوپ کی خواہش کے علی الرغم (Contrary to the Wishes of the Pope) ہوا۔ اور بقول مورخ کلیسیاء سمرویل The objection of the eastern church to the insertion caused the final rupture between to the churches in 1054. مشرقی کلیسیاء کی طرف سے اس اضافہ پر اعتراض دونوں کلیسیاؤں کی ۱۰۵۴ء میں مکمل علیحدگی کا باعث بنا۔ (Cambridge Medievel History 1924 Vol4, P.268) ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ ہی خود تراشیدہ ہے جب یہ عقیدہ ہی خود تراشیدہ ہے تو پھر اس کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے جس کی تردید خود عہد نامہ قدیم میں کی گئی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو خدائے واحد کہا گیا اور یہ بھی کہ خداوند ہی خدا ہے اس کے سوا کوئی اور ہے ہی نہیں۔ دیکھیے (استثنا ۴: ۳۵، ۵-۷۷، زبور ۸۴: ۱۰، زکریا ۱۴: ۷، یسعیاہ ۴۳: ۱۲ و ۴۴: ۲۴، ۶۵، ۶، ۲۱، سموئیل ۵: ۲۲، ۱-سلاطین ۸۔۲۲) اور خود انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی خدائے واحد کو خدائے واحد ہی کہا ہے۔

کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ:

"The doctrine of the Holy Tranity is not tought in the o.t." ❶

"تثلوث مقدس کا نظریہ عہد نامہ قدیم میں نہیں سکھایا گیا۔"

بذات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل! سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ ❷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی کہنے والے نے کہا کہ اے نیک استاد تو آپ نے فرمایا تو مجھے

---

❶ The new catholic Encyclopedia vol14.p306.

❷ انجیل مرقس ۱۲: ۲۷ تا ۲۹

نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک خدا۔ ❶

اسی طرح انجیل یوحنا میں بھی ایک سے زیادہ جگہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اللہ کو خدائے واحد کہا گیا ہے۔ ❷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان سارے ارشادات کی تصدیق قرآن سے بھی ہوتی ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ﴾ (المائدہ : ۷۲)

"بے شک ان لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا جنہوں نے کہا اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے حالانکہ مسیح نے کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو وہی میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معروف سوانح نگار رینان نے بالکل صحیح کہا:

"That Jesus never dreant of making himself pass for an incarnation of God's is a matter about which there an be no doubt." ❸

"یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یسوع نے کبھی اپنے آپ کو اللہ کا مظہر سمجھا جانے کا خواب بھی نہ دیکھا تھا۔" لہٰذا دوسرا مددگار کا مصداق روح القدس کو بنانے کے لیے پہلے عقیدہ تثلیث ثابت کرنا پڑے گا مگر وہ ثابت کرنا تو دور کوئی عیسائی سمجھ بھی نہیں سکتا اور سمجھا بھی نہیں سکتا اور پھر یہ عقیدہ بائبل کے بھی مخالف ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ بلا دلیل ہوگا۔ اگر فرض محال مسیحیوں کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ روح القدس کا نزول شاگردوں پر ہوا یعنی حواریوں پر پینتی کست کے دن جس کا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ہے کہ روح القدس کا نزول ہوا اور

❶ مرقس ۱۰:۱۸۔ ❷ یوحنا ۵:۴۴، ۱۷:۳۔

❸ Earnest Renon: Life of Juest P.181.

یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اسی دن روح القدس حواریوں پر اتری تھی اور وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کی زبانیں چمکتی ہوئی سب کو نظر آتی تھیں، پھر بھی خود ان کے گھر کی شہادت ہے۔ چنانچہ سینٹ پطرس فرماتے ہیں کہ پینتی کست کا تعلق یوئیل سے ہے اور مسیح کی پیشین گوئی سے نہیں۔ لیکن پطرس ان گیارہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور اپنی آواز بلند کر کے لوگوں سے کہا کہ اے یہودیو اور یروشلم کے سب رہنے والو! یہ جان لو اور کان لگا کر میری باتیں سنو کہ جیسا تم سمجھتے ہو یہ نشہ میں نہیں کیونکہ ابھی تو پہر ہی دن چڑھا ہے بلکہ یہ وہ بات ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہی گئی۔" ❶

پس جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتا چکا کہ پینتی کست کا تعلق یوئیل سے ہے اور مسیح کی پیشین گوئی سے نہیں تو اب کسی کو حق نہیں رہا کہ اسے مسیح کی پیشین گوئی سے متعلق بتائے۔ پھر اس پیشین گوئی میں روح القدس کا لفظ ہی بعد کا اضافہ ہے۔ قدیم یونانی ترجمہ میں صرف روح کا لفظ ہے باقی موقعوں پر روح حق ایک موقع پر سہو کتابت سے حق نہیں لکھا گیا صرف روح لکھا گیا جسے مصلحین بائبل نے بعد میں روح کے آگے القدس کا اضافہ کر کے اس پیشین گوئی کو پینتی کست کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔

اندرونی شہادت بھی خود مسیح کے الفاظ سے ملتی ہے۔ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" ❷

پینتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی، حالانکہ یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ سے صاف ظاہر ہے کہ جو باتیں عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں بتائیں، آنے والا روح حق بتائے گا مگر پینتی کست کے دن کوئی نئی بات یا نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی اور پینتی کست کے دن روح

❶ اعمال باب ۲ آیات ۱۴ تا ۱۶۔ ❷ یوحنا باب ۱۶۔

القدس اور نہ حواریوں نے ہی کوئی آئندہ کی خبر دی ہے۔ درس ۱۴ میں ہے کہ روح حق میرا جلال ظاہر کرے گا یعنی روح حق مسیح کی بزرگی بیان کریگا مگر پینتی کست کے دن روح نے عیسیٰ علیہ السلام کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا، بعض مکاشفہ کی پیشین گوئیوں کو درمیان میں گھسیڑ لاتے ہیں مگر وہ لوگ علمی خیانت سے کام لیتے ہیں کیونکہ

۱: ''پھر جس نبی کو یہ مکاشفہ دیا گیا اسے روح میں آسمان پر لے جایا گیا اور وہ خدا کی تخت گاہ میں داخل ہوتا ہے۔'' ❶

۲: مقدس یوحنا خود فرماتے ہیں۔ ''میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں کو سنتا اور دیکھتا تھا اور جب میں نے سنا اور لکھ دیا تو جس فرشتہ نے مجھے یہ باتیں سکھائیں میں اس کے پاؤں پر سجدہ کرنے کو گرا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ خبردار ایسا نہ کر، میں بھی تیرا اور تیرے بھائی نبیوں اور اس کتاب کی باتوں پر عمل کرنے والوں کا ہم خدمت ہوں، خدا ہی کو سجدہ کر۔'' ❷

اگر یہ فرشتہ روح القدس ہوتا تو یقیناً یوحنا کو سجدہ کرنے سے منع نہ کرتا کیونکہ مسیحی مذہب میں روح القدس خدا ہے اور خدا کو سجدہ کرنا جائز ہے نیز مسیحی مذہب کے مطابق روح القدس باپ اور بیٹے سے صادر ہوتا ہے اور فرشتے کا وجود علیحدہ ہے لہٰذا آئندہ کی خبروں کا تعلق روح القدس سے ہرگز نہیں۔

درحقیقت یہ سب علمائے نصاریٰ کی باطل تاویلیں ہیں بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی ہمارے نبی ﷺ کے متعلق واضح اور روشن ہے۔

بائبل کی یہ وہی پیشین گوئی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن

❶ قاموس الکتاب تحت مکاشفہ کی کتاب صفحہ ۹۴۵۔

❷ مکاشفہ ۲۲-۸-۹۔

بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (الصف : ٦)

''اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔'' حضور صادق المصدوق ﷺ کا یہ نام مبارک احمد انجیل قرآن اور حدیث کی کتابوں بخاری، مسلم، موطا امام مالک، دارمی، نسائی، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے۔

«ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی یمحو اللہ لی الکفر وانا الحاشر یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی.» ❶

فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے ''میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور میرا نام احمد بھی ہے اور میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میرا ایک نام حاشر ہے کہ حشر کے دن لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

۱۳: ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا:

''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔'' ❷

یہ ایسی واضح پیشین گوئی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صادق المصدوق ﷺ کے حق میں فرمائی کہ جس کا انکار بدیہات کا انکار ہے۔ اس سے مراد ابدی جسمانی زندگی نہیں بلکہ ابدی روحانی زندگی ہے اور مراد ہوگی ختم نبوت یعنی ابدی نبوت۔ اس پیشین گوئی میں ''ابد

❶ صحیح بخاری صفحہ ۵۰۱ جلد اول کتاب المناقب۔

❷ یوحنا باب ۱۴ آیات ۱۵ تا ۱۷۔

تک'' سے مراد خاتم النّبیین کی ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کی شریعت مکمل ہوگی اور غیر مبدّل ہوگی اور ابد تک تمہارے لیے حجت ہوگی۔ اور ایک پیشین گوئی میں آپ کو کونے کا سرے کا پتھر کہہ کر آپ کی ختم نبوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس بات کی مزید تصدیق مکاشفہ باب ۱۴ کی ان آیات میں بھی موجود ہے۔ ''پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور امت کے سنانے کے لیے ابدی خوشخبری تھی۔'' ❶

ابدی خوشخبری سے مراد قرآن کریم ہے اور چونکہ آیت ''اکملت'' یوم الحجہ کو نازل ہوئی تھی اس لیے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ ہی کے وقت اس ابدی انجیل کو دیکھا، آسمانوں کے بیچوں بیچ فرشتہ کے اڑنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم ان تمام ملکوں میں جو منطقہ بروج تک سیدھے خطوط کے تحت واقع ہوں گے یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک ان میں آپ ﷺ کی تعلیم جلد پہنچ جائے گی اور جو ملک قطبین کے قریب ہیں ان میں یہ منادی دیر سے پہنچے گی اور دوسری خاص بات یہ ہے کہ ابدی انجیل یعنی ابدی خوشخبری یا ابدی شریعت سے مراد دین اسلام اور قرآن حکیم ہی ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا ہے ''کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔'' ❷

بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو بھی یہ ہدایت فرمائی کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا، خود بائبل نے ہی بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی شریعت یعنی انجیل صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے مخصوص وقت تک تھی مگر ابدی خوشخبری، ابدی دین، ابدی شریعت اور ابدی نبوت کے متعلق خود بائبل مکاشفہ میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ ''زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور امت کے لیے ہوگی۔'' ❸

---

❶ مکاشفہ باب ١٤ آیت ٦.
❷ متی باب ١٥ آیت نمبر ٢٤.
❸ مکاشفہ باب ١٤.

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ان هو الا ذكر اللعالمين﴾

''یہ کتاب یعنی قرآن عالمین کے لیے ذکر ہے''

۱۴: دنیا کا سردار اور بائبل یعنی سید الانبیاء یا سید العالمین:

''اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو، اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔'' [1]

''دنیا کو گناہ راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا'' یعنی وہ دنیا کا سردار ہوگا...... آتشیں شریعت اس کے ہاتھ میں ہوگی..... لوہے کے عصا سے عدالت کرے گا راستی صداقت کے ساتھ اردو بائبل میں تحریف سے کام لیتے ہوئے (یوحنا ۱۶-۱۱) کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے اور کیتھولک بائبل میں ہے کہ اس دنیا کے سردار پر فتویٰ لگایا گیا ہے مگر انجیل کے اصل الفاظ کیا ہیں، آیئے دیکھتے ہیں۔

E.S.V Bible میں ہے۔

"Concerning Judgment because the ruler of this world is Judge." [2]

عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار منصف ہے۔ یعنی دنیا کا سردار قاضی یا جج ہے۔ اب اس عبارت کے ساتھ اس کو ملا کر پڑھیے۔

"and now I have told you before it takes place so that when it does take place you me believe I will no longer talk much with you for the Ruler of this world is coming. He is no claim on me". [3]

---

[1] یوحنا ۱۴ - ۲۹ تا ۳۱۔ [2] John 16-11. [3] John 14-29.

درحقیقت یہ صفت ہے نبی موعود کی۔ یسعیاہ ۴۲-۱ تا ۱۰ میں بھی آپ ﷺ کی یہ نشانی بیان فرمائی گئی ہے۔ ''وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا...... وہ راستی سے عدالت کرے گا۔'' مکاشفہ میں ہے کہ اس کی عدالت کا وقت آ پہنچا۔ ❶

اسی طرح زبور میں بھی جگہ جگہ لکھا ہے کہ وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔'' ظاہر ہے یہ کام وہی کر سکتا ہے جو زورآور ہو جو Ruler حاکم یعنی سردار آتشیں شریعت اس کے ہاتھ میں ہو وہ ٹیڑھوں میڑھوں کو لوہے کے عصا یعنی تلوار سے سیدھا کر سکتا ہو اور یہ تمام صفات محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔ سردار کی اصطلاح انبیاء کے لیے مستعمل ہے۔ دنیا کی سرداری سے مراد نبوت ہے جیسا کہ خود بائبل میں لکھا ہے۔ ''تیرے بیٹے، تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا۔'' عیسیٰ کو بھی سردار کہا گیا ہے۔ (متی ۶-۵) لہٰذا دنیا کی سرداری سے مراد انبیاء اور نیک لوگ ہیں۔ یہ پیشین گوئی بالکل اس پیشین گوئی سے جڑی ہوئی ہے۔ ''ابراہیم سے یقیناً ایک بڑی قوم پیدا ہوگی اور زمین کی سب قومیں اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں اور گھرانے جو اس کے پیچھے رہ جائیں گے وصیت کرے گا کہ وہ خداوند کی راہ میں قائم رہ کر عدل اور انصاف کریں تاکہ جو کچھ خدا نے ابراہام کے حق میں فرمایا اسے پورا کرے۔'' ❷

دیکھیے یہاں لفظ ہے بیٹوں اور گھر کی جگہ گھرانے یعنی ابراہیم کی تمام اولاد اللہ کے عہد میں شامل ہے اور اللہ نے کسی سے بے انصافی نہیں کی۔ اگر اسحٰق کی نسل سے یکے بعد دیگرے بے شمار انبیاء آئے اور اسماعیل کی نسل سے صرف ایک نبی آیا مگر وہ کونے کا سرے کا پتھر بن کر آیا لہٰذا اللہ نے دونوں سے انصاف کیا کہ ایک طرف بہت سے انبیاء آئے اور ایک طرف ایک ہی خاتم النّبیین بن کر آیا۔ پھر دیکھیے ابراہیم کی تمام نسل کے ذمہ ہے کہ عدل اور انصاف کریں، اسی کا نام دنیا کی سرداری ہے۔ عیسائیوں کے پاس اس کی کوئی تاویل نہ تھی لہٰذا کہنے

---

❶ مکاشفہ ۱۴-۷۔ ❷ پیدائش ۱۸-۱۸-۱۹۔

لگے کہ دنیا کا سردار سے مراد شیطان ہے حالانکہ انبیاء اور نیک لوگوں کو بائبل میں جگہ جگہ سردار کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ مگر شیطان کو بائبل میں کہیں بھی دنیا کا سردار نہیں کہا گیا، پھر دنیا کا سردار تو عادل ہے مگر ابلیس تو لعین دھتکارا ہوا ہے۔ ابلیس تو عادل نہیں پھر شیطان تو پہلے سے ہی موجود ہے۔ وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو دنیاوی لالچ دے کر اپنے لیے سجدہ بھی کروانا چاہتا تھا وہ یہوداہ میں بھی سما گیا وہ تو پہلے سے ہی موجود تھا۔ اس کی آمد کی پیشین گوئی کیوں؟

پھر عیسیٰ علیہ السلام تو پیشین گوئی سنانے سے قبل فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے ہونے سے بیشتر تم سے کہہ دیا تاکہ جب ہو جائے تو تم ایمان لاؤ، کیا عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان پر ایمان لانے کو کہا؟ لہٰذا شیطان کو دنیا کا سردار ماننے کا کوئی قرینہ نہیں اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سے مراد انبیاء اور نیک لوگ ہیں جو منصف اور عادل ہیں۔ اس لیے ان تمام حقائق کے پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ''اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے، اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔'' ❶

اس آیت میں نکال دیا جائے گا تحریف کا کرشمہ ہے اور صحیح آیت اس طرح ہے۔ ''اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے اب دنیا کا سردار آئے گا۔'' پھر ذرا غور فرمایئے کہ عیسیٰ فریسیوں، فقیہوں کو بھی مخاطب فرمائیں تو افعی کے بچو...... سانپوں کی اولاد...... نبیوں کے قاتلوں کے فرزندو! کہہ کر مخاطب فرمائیں لہٰذا شیطان لعین کو اتنی عزت اور اتنا پیارا خطاب جو انبیاء کا ٹائٹل ہے بھلا اس سے وہ اسے کیسے نواز سکتے تھے۔ سانپوں کی اولاد مطلب شیطان کی اولاد، کیونکہ بائبل کے نزدیک اژدھا سانپ شیطان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے دنیا کو گناہ، راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرایا۔

اور سردار ''سید'' کا ترجمہ ہے یعنی حاکم، رئیس Ruler حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ بلاشبہ حضور صادق المصدوق ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ امام الانبیاء،

---

❶ یوحنا ۱۲-۳۱.

ہیں، کائنات کے سردار ہیں۔ حدیث میں بھی آپ کو سید ولد آدم یعنی آدم کی اولاد کا سردار بتایا گیا ہے چنانچہ دنیا میں آپ کو سرداری کا جو مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ کسی اور کو نہ ملا اور آخرت میں بھی سارے انبیاء آپ ہی کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

اس سے بڑھ کر دنیا کی سرداری اور کیا ہوگی کہ وہ خاتم النبیین اور رحمت اللعالمین بھی ہیں، صاحب قرآن اور صاحب خلق عظیم بھی ہیں تمام انبیاء کی بشارت کونے کے سرے کے پتھر اور محبوب رحمان بھی ہیں۔ برنباس کی انجیل سے بھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ انجیل برنباس میں ہے کہ ''اس رسول نے اللہ سے سہ چند حصہ اس کا پا لیا ہے جو کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں۔'' (۴۴-۲۶) اور یہی بات یسعیاہ ۱۱-۴ میں ہے۔ اس سے بڑھ کر دنیا کی سرداری اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کی آمد سے بھی قبل عالم ارواح میں تمام انبیاء سے عہد لیا، اس ہستی کے متعلق کہ اگر تمہاری موجودگی میں وہ نبی تشریف لے آئیں تو تم انبیاء بھی انہی کی پیروی کرنا۔ میثاق انبیاء کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے اس سے بڑھ کر اور دنیا کی سرداری کیا ہوگی کہ دنیا میں کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرتا جب آپ کا ذکر خیر بلند نہ ہو رہا ہو۔

سردار سید کا ترجمہ ہے اور آپ ہی تمام کائنات کے لیے سید یعنی سردار ہیں اور آپ ہی سید الانبیاء ہیں اور روز قیامت بھی آپ ہی سب کے سردار ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

«انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر.»[1]

''قیامت کے دن تمام اولاد آدم کی سرداری مجھے حاصل ہوگی اور میں اس پر غرور نہیں کرتا اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر بھی فخر نہیں اور آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا اور دربارِ الٰہی میں حاضری کے لیے سب سے پہلے میری قبر شق کی

[1] رواہ ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳۔

جائے گی اور میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔"

پیشین گوئی نمبر (۳۰): مکاشفہ کی پیشین گوئی محمد ﷺ عربی کے حق میں

"جو غالب آئے اور جو میرے کاموں کے موافق آخر تک عمل کرے میں اسے قوموں پر اختیار دوں گا اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا جس طرح کہ کمہار کے برتن چکنا چور ہو جاتے ہیں چنانچہ میں نے بھی ایسا اختیار اپنے باپ سے پایا ہے اور میں اسے صبح کا ستارہ دوں گا جس کے کان ہوں وہ سنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے۔" [1]

۱: جو غالب آئے:

حضور صادق المصدوق ﷺ غالب ہونے کے لیے آئے مغلوب ہونے کے لیے نہیں، لہٰذا حضور صادق المصدوق ﷺ تمام امتوں پر غالب رہے اور آپ کا دین، دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہے۔﴿هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون﴾

اللہ تعالیٰ نے حضور صادق المصدوق ﷺ کو کتاب لاریب اور دلائل و براہین کے لحاظ سے بھی اور لوہے کے عصا یعنی تلوار کے ذریعے سے بھی تمام امتوں پر قوت اور تسلط عطا کیا اور آپ ﷺ نے ہی لوہے کی لاٹھی یعنی تلوار سے ان کی نگرانی کی۔ حضور صادق المصدوق ﷺ کے حق میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ﴿وینصرك الله نصرا عزیزا﴾ اور (تاکہ) اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے، غلبہ والی۔

۲: بابل کے برتن اور نوشیرواں کے کنگرے:

- ❶ حضور صادق المصدوق ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب شہنشاہ فارس، کسریٰ، نوشیرواں کا ایوان پھٹ گیا۔

---

[1] مکاشفہ ۲-۲۶ تا ۲۹.

◆ ۲ چودہ کنگرے کمہار کے برتن کی طرح چکنا چور ہو گئے۔

◆ ۳ فارس میں موجود مجوس کے اس آتش کدہ کی آگ جو ایک ہزار برس سے کبھی نہ بجھی تھی، ولادت باسعادت کی شب وہ آگ بجھ گئی اور مجوس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔

◆ ۴ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور اس کے گرجے منہدم ہو گئے۔"[1]

◆ ۵ موبزان نے خواب دیکھا کہ بڑے بڑے قوی اونٹ عربی اونٹوں کو لیے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ کو پار کر کے اس کے قریبی شہروں میں پھیل گئے ہیں ان مسلسل واقعات کے پیش آنے پر کسریٰ نے بدحواس اور خوف زدہ ہو کر عبدالمسیح کو سطیح کاہن کے پاس بھیجا جو شام میں مقیم تھا، عبدالمسیح جب اس کے پاس پہنچا تو وہ مرض الموت میں مبتلا تھا اس نے سطیح کو یہ تمام واقعات سنائے جس کا جواب سطیح نے یہ دیا کہ "جب تلاوت کی کثرت ہو، لاٹھی والا ظاہر ہو جائے گا، ساوہ کا چشمہ خشک ہو جائے گا اور فارس کی آگ بجھ جائے گی تو اس کے بعد اہل فارس کے لیے بابل میں قیام کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ سطیح کے لیے شام میں کسی خوابگاہ کی اہل فارس میں آئندہ چند مرد و عورت بادشاہ ہوں گے جو کنگروں کی شمار کے مطابق ہوں گے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔"

۳: صبح کے ستارہ کا مصداق:

صبح کے ستارے کا مصداق قرآن حکیم ہے یعنی واضح اور روشن کتاب جیسا کہ سورۃ نساء میں ارشاد ربانی ہے۔ ﴿وانزلنا الیکم نورا مبینا﴾ اور ہم نے تمہارے پاس ایک واضح روشنی بھیجی۔ اسی طرح سورۃ تغابن میں فرمایا "فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا" "پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔"

۴: جس کے کان ہوں وہ سنیں:

تھواتیرہ کے کلیسیا کے فرشتہ کو یہ لکھ (مکاشفہ ۲۔۱۷) تھواتیرہ (Thyaria) روم میں

---

[1] بیہقی شریف بحوالہ الرحیق المختوم

استنبول کے قریب صوبہ مکدینیہ کے قریب ایک شہر تھا، ''یہ پیغام تھواتیرہ کے کلیسیاء کو لکھ'' سے مراد یہی ہے کہ آپ ﷺ کی حکومت تھواتیرہ تک جا پہنچے گی اور یہ کام خلیفہ دومؓ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہی ہو گیا کہ مسلمانوں کی حکومت تھواتیرہ تک جا پہنچی۔

پیشین نمبر گوئی (۳۱): صادق الامین

''پھر میں نے آسمان کو کھلا دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور جو اس پر سوار ہے وہ امین اور سچا کہلاتا ہے۔ اور وہ صداقت سے عدالت کرتا اور لڑتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کے مانند اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ اور قوموں کے مارنے کے لیے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عصاء سے ان پر حکومت کرے گا اور قادر مطلق خدا کے سخت غضب کی مئے کے حوض میں انگور روندے گا اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔'' [1]

ہم اپنے قارئین کے لیے عربی بائبل اور پھر انگریزی بائبل سے یہ پیشین گوئی نقل کرنا چاہیں گے۔

« ثم رايت السماء مفتوحة واذا فرس ابيض والجالس عليه يدعى امينا و صادقا و بالعدل يحكم ويحارب وعيناه كلهيب نار وعلى راسة تيجان كثيرة ولم اسم مكتوب ليس احد يعرفه الا هو وهو متسربل بثوب مغموس بدم ويدعى اسمه كلمة الله والاجناد

[1] مکاشفہ ۱۹-۱۱ تا ۱۶۔

الذين فى السمآء كانوا يتبعونه على خيل بيض لابسين بذا ابيض ونقيا ومن فمه يخرج سيف ماض لكى يضرب به الامم وهو سير عاهم بعصا من حديد وهو يدوس معصرة خمر سخط وغضب الله القادر على كل شئى ولده على ثوبه وعلى فخذه اسم مكتوب ملك الملوك ورب الارباب.»❶

"Then I saw heaven opened and behold a white horse the one sitting on it is called FAITHFUL and True, and in righteousness he judges and makes war. His eyes are like a flame of fire and on his head are many diadems and he has a name written that no one knows but himself. He is clothed in a robe, dipped in blood, and the name by which he is called is the word of God, and the armies of heaven arrayed in fine linen, white and pure, were following him on white horses. From his mouth comes a sharp sword with which to strike down the nations, and he will RULE then with a rod of iron. He will tread the winepress of the fury of the wrath of God the Almighty on his robe and on his Thigh he has a name written king of kings and Lord of Lords." ❷

مقدس یوحنا نے روح القدس کی تائید سے ہمیں بتایا کہ اس آنے والے فارقلیط کی درج

❶ رؤيا يوحنا اللاهوتى ١٩-١١ تا ١٦.

❷ E.S.V. Revelation 19-11 to 16.

ذیل صفات ہوں گی۔

1. اس کا نام صادق الامین ہوگا۔
2. سفید گھوڑے پر سوار لوہے کے عصا یعنی تلوار سے لوگوں کو سیدھا کرے گا۔
3. آنے والا مجاہد اعظم ہوگا اس کی سواری گھوڑا اور اس کا ہتھیار تلوار ہوگا۔ مشرکین کے لیے انتہائی سخت گویا اس کی آنکھیں آگ ہیں اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا۔
4. اس کا ایک نام ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
5. اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے۔
6. آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔
7. اور اس کی ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔

۱: ''اس کا نام صادق الامین ہوگا'':

رسول اللہ ﷺ کی صفت صادق اور امین اس قدر مشہور اور معروف ہے کہ اس کا انکار تو سخت سے سخت مخالفین کو بھی نہیں ہوسکتا چنانچہ اعلان نبوت سے بھی پہلے لوگوں میں آپ صادق اور امین مشہور تھے۔ (اس کی مثالیں پیش کرنے کی ہم چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے۔)

۲: ''آنے والا مجاہد ہوگا اس کی سواری سفید گھوڑا اور اس کا ہتھیار تلوار'':

رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی بت پرستوں، کفار، یہود و نصاریٰ سے لڑتے ہوئے گذری۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے «انا الرسول بالسیف» مجھ کو اللہ نے لوہے کا عصا دے کر بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں ۸۶ جنگیں لڑیں۔ سفید گھوڑے پر سوار ہاتھ میں تلوار لیے ۲۷ جنگوں میں بنفس نفیس شریک ہوئے اور قبائل در قبائل اور امتیں ان کے سامنے زیر ہوتی رہیں۔ تفصیل کے لیے الرحیق المختوم کا مطالعہ فرمائیے۔

۳: ''اس کا ایک نام ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'':

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے اور عرب کا پورا لٹریچر اس بات سے خالی ہے کہ حضور

ﷺ سے پہلے کسی کا نام محمد ﷺ یا احمد ﷺ رکھا گیا ہو۔ بائبل کا ایک ایک ورق کنگالئے، قوموں کے احوال پڑھئے، کسی کا نام آپ محمد یا احمد نہ پائیں گے، یہی مراد تھی کہ اس کے سوا اس کا نام کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی پیدائش سے پہلے کسی کو اس نام کا علم نہ تھا، اور آپ کے بعد محمد یا احمد یا پھر غلام احمد نام کے اتنے لوگ گذرے اور موجود ہیں کہ شمار کرنا مشکل ہے۔

۴: "اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے":

یعنی اس کا نام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ اور ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾

۵: "آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے پیچھے ہیں":

رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتوں کی فوج کا نزول فرماتے۔ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو وحی کا نزول ہوا۔ «انی ممدکم بالف من الملائكة مردفين» (۸-۹) میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔ اسلامی جنگوں میں فرشتوں کا نزول تواتر سے ثابت ہے۔ "وینصرک اللہ نصرا عزیزا" اللہ نے آپ کی مدد فرمائی، غالب آنے والی۔

۶: "اس کی ران پر یہ نام لکھا ہوگا بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند":

ران پر لکھا ہوا نام رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت ہے۔ "خداوندوں کا خداوند" سے کیا مراد ہے؟ بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کا اطلاق بائبل میں بکثرت مخدوم اور معلم کے معنی میں کیا گیا ہے۔ خدا اللہ تعالیٰ کا نام نہیں۔ قارئین اس سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نام بھی خدا نہیں۔ قرآن کریم میں خدا کا لفظ ثابت نہیں۔ حدیث مبارکہ میں خدا کا لفظ نہیں اور خود بائبل میں بھی اللہ تعالیٰ کا نام خدا نہیں۔ محض ترجمہ کرتے ہوئے لفظ خدا کو لے لیا گیا۔

بائبل کے مطابق اللہ کے نام:

خدا کے نام تین صورتوں میں ملتے ہیں (ا) مفرد یا بنیادی (ب)

ساتھ مرکب (۳)...... یہوداہ کے ساتھ مرکب۔

❶ مفرد یا بنیادی یک لفظی نام ایل ۔ الہ۔ الوہیم۔ یہوواہ۔ ادون۔ ادونائی (جن کا ترجمہ) خداوند وغیرہ کیا گیا ہے۔

❷ ایل کے ساتھ مرکب۔عبرانی میں جو نام ''ایل'' کے ساتھ آتے ہیں ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔قادر مطلق سب سے اعلیٰ اور افضل خدا ازلی ابدی خدا۔

❸ اسی طرح جو نام یہوداہ کے ساتھ مرکب ہیں ان کا اردو ترجمہ خداوند، خدا، یہوداہ، غیر فانی خدا وغیرہ۔

①	الوہیم	پیدائش ۲-۴	وہ جو قادر ہے	وہ جو تخلیق کرتا ہے
②	ایل ایلیون	پیدائش ۱۴-۲۲	وہ جو مالک ہے	وہ جو سب سے اعلیٰ ہے
③	ادونائی	پیدائش ۱۵-۲	وہ جو حاکم ہے	خداوند ہمارا خدا
④	ایل اولام	پیدائش ۲۱-۳۳	وہ جو پراسرار ہے	خداوند جو ظاہر کرتا ہے
⑤	یَری	پیدائش ۲۲-۱۴	وہ جو چھڑاتا ہے	خداوند جو مہیا کرتا ہے
⑥	روفی	خروج ۱۵-۲۶	وہ جو شفا دیتا ہے	خداوند جو شفا دیتا ہے
⑦	نسی	خروج ۱۷-۱۵	وہ جو ہماری خاطر جنگ لڑتا ہے	خداوند ہمارا جھنڈا
⑧	یکادیہ	خروج ۲۱-۱۳	وہ جو پاکیزگی ہے	خداوند ہمارا جو پاک کرتا ہے
⑨	شالوم	قضاۃ ۶-۲۴	وہ جو صلح بخشتا ہے	خداوند ہمارا جھنڈا
⑩	سباؤتھ	۱-سموئیل ۱-۳	وہ جو ملکیت رکھتا ہے	خداوند رب الافواج
⑪	صدقنو	یرمیاہ ۲۳-۶	وہ جو راست ٹھہراتا ہے	خداوند ہماری راست بازی
⑫	شامہ	حزقی ایل ۴۸-۳۵	وہ جو موجود ہے	خداوند قریب ہے
⑬	[illegible]	[illegible]	وہ جو برکت دیتا ہے	خداوند جو برکت دیتا ہے

١٤ رُوئی زبور ٢٣-١ وہ جو نگہداشت کرتا ہے خداوند ہمارا چوپان ❶

علاوہ ازیں ''الفا'' اول ''میگا'' آخر قصہ مختصر بائبل میں بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی نام خدا نہیں۔ مترجمین بائبل نے فارسی اور اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے لفظ خدا، خداوند کو بھی لے لیا۔ حالانکہ یہ ایرانیوں کے ''اہورا مزدا خدا'' دیوتا کا نام ہے۔ یہی روش مسلمان مترجمین قرآن نے اپنائی اور اللہ کا ترجمہ خدا کر دیا حالانکہ اللہ کی کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ اسماء میں اور پھر اللہ پکارنے سے دل کو سکون اور باعث اجر وثواب ہے۔ کیونکہ یہ قرآنی نام ہے اور قرآن کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ''ا'' ایک حرف ہے۔

آپ نے دیکھا کہ اردو بائبل میں خداوندوں کا خداوند عربی میں رب الارباب اور انگریزی بائبل میں ''لارڈ آف لارڈز'' کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے بعد سب سے افضل واعلیٰ و بزرگ و برتر۔

بائبل میں عام انسانوں، انبیاء اور فرشتوں پر لفظ خدا بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں خود بائبل میں موجود ہیں۔

بائبل میں جب عام انسانوں اور انبیاء کے لیے لفظ خدا یا خداوند بکثرت ملتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ سب انبیاء الٰہ ہیں اور عقیدہ توحید کے عنوان سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ظاہر ہے ان کے لیے خدا یا خداوند کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ مخدوم، معلم اور ہادی تھے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے خداوندوں کے خداوند ہونے میں کوئی قباحت نہیں۔ مراد یہ ہوگی کہ رسولوں کا رسول نبیوں کا نبی، اماموں کا امام ہادی اعظم سید ولد آدم۔

''مہر نبوت، اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہے:

اس سے مراد ہے مہر نبوت آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ثبت تھی جس سے کستوری جیسی خوشبو مہکتی تھی اور بخاری شریف کی روایت کے مطابق وہ ''حجلہ'' کے

❶ مضامین بے مثال صفحہ ٣٥، ٣٦، جلد ا مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور۔

حلقے جیسی تھی، مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ وہ کندھے کی نرم ہڈی کے پاس جمع شدہ گوشت تھا جس پر سیاہ مہکوں جیسے تل تھے نیز وہ کبوتری کے انڈے جیسی تھی۔ اکثر اہل کتاب صحابہ نے دیگر نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس مہر نبوت کو دیکھنے کا مطالبہ کیا اور دیکھتے ہی ایمان لے آئے۔ حضرت سلمان فارسی جو پہلے مجوسی تھی، پھر عیسائی پادری بنے حتیٰ کہ مسلمان ہوئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بھی آخری نشانی کے طور پر مہر نبوت کو دیکھا اور ایمان لائے اور یہ نشانی انہیں وقت کے سب سے بڑے پادری نے بتائی تھی۔

پیشین گوئی نمبر (۳۲): حنوک علیہ السلام کی بشارت محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حنوک علیہ السلام جو حضرت آدم سے ساتویں پشت میں تھے، یہ پیشین گوئی فرمائی تھی، جسے یہوداہ نے بیان فرمایا۔

''ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا، یہ پیشین گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا تاکہ سب آدمیوں کا انصاف کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے کاموں کے سبب سے جو انہوں نے بے دینی سے کئے ہیں اور ان سب سخت باتوں کے سبب سے جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں، قصوروار ٹھہرائے۔'' [1]

اس پیشین گوئی میں مصلحین بائبل نے اپنی عادت سے مجبور تحریف لفظی سے کام لیا ہے۔ بطور ثبوت نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

"It was also about these that Enoch the seventh from Adam, Prophesied, saying behold, the lord came with ten thousands of his holy ones." [2]

---

[1] یہوداہ کا عام خط ۱۴ تا ۱۶۔

[2] E.S.V Bible Jude 14.

یہاں اُردو تراجم میں دس ہزار کو تحریف کی نذر کر کے لاکھوں لکھا گیا ہے، استثناء کے باب ۳۳ میں بھی دس ہزار تھا۔ لاکھوں زبردستی لکھ دیا تا کہ فارقلیط کی نشانیوں کو ختم کیا جا سکے مگر انگلش سٹینڈرڈ وژن نے بہت سی تحریفات کو واضح کر دیا کہ E.S.V اور R.S.V اور کنگ جیمز ایڈیشن کے مطابق استثناء ۳۳ میں بھی دس ہزار کا لفظ ہے اور یہ تعداد فتح مکہ کے وقت فارقلیط یعنی محمد و احمد ﷺ کے صحابہ کی تعداد تھی۔

اس عبارت کے ہر جملے پر غور فرمایئے کہ یہ کس ہستی کے متعلق ہیں۔ مگر اس سے قبل یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ خداوند کے لفظ کا اطلاق بائبل میں بکثرت ''مخدوم'' اور ''معلم'' کے معنی میں کیا گیا ہے۔

مثلاً فرشتے کے لیے لفظ خدا۔ ❶

موسیٰ کے لیے لفظ خدا خداوند سینا سے آیا۔ ❷

خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا ٹھہرایا۔ ❸

تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔ ❹

شیطان کے لیے بھی لفظ خدا۔ ❺

رب کا مطلب یعنی مجازی استعمال معلم ہادی وغیرہ کے لیے اناجیل میں بکثرت ربی کے الفاظ ملتے ہیں۔ ❻

لہٰذا اگر فارقلیط کے متعلق رب الارباب خداوندوں کا خدا کہا گیا ہے تو یہ حقیقی معنی میں نہیں مجازی معنی میں ہے۔ جیسے بائبل کے متعدد مقامات سے رب اور خدا، خداوند کے الفاظ مخلوق کے لیے ثابت نہیں، جن کی چند مثالیں اوپر بیان کی گئی ہیں۔

البتہ ''مقدس'' عہد قدیم اور عہد جدید دونوں میں ان نیک مومنین کے لیے استعمال ہوا

---

❶ خروج ۳٤-۴۰۔ ❷ استثناء ۳۳۔

❸ خروج ۷-۱۔ ❹ زبور ۸۲-۶۔

❺ ۲ کرنتھیوں ٤-۳۔ ❻ دیکھئے: یوحنا ۱-۳۸۔

جو زمین پر موجود ہوں۔ کیونکہ بائبل میں ہی درج ذیل عبارتیں ہمارے موقف کی صداقت کے لیے کافی ہیں۔ لکھا ہے:

① ذرا پکار کیا ہے کوئی جو تجھے جواب دے گا؟ اور مقدسوں میں سے تو کس کی طرف پھرے گا۔ ❶

② وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا لاکھوں قدوسیوں میں سے۔ ❷

ان آیات میں مقدسوں یا قدوسیوں سے مراد زمین کے مومنین ہیں۔ علماء پروٹسٹنٹ نظریے کے مطابق تو ظاہر ہے اور علماء کیتھولک کے لیے اس سے زمین کے مقدس اور نیک مومنین مراد لینا ضروری ہے کیونکہ وہ ''مطہر'' جہنم یا علماء کیتھولک کے نزدیک ''اسفل'' جس میں ان کے نزدیک مقدسوں کی ارواح غم والام کا شکار رہتی ہیں اور پاپا کے مغفرت نامہ دیئے بغیر نجات نہیں پاسکتیں۔ وہ مطہر تو حضرت مسیح کے بعد وجود میں آیا ہے۔ حضرت ایوب کے وقت تو اس کا وجود تھا ہی نہیں۔

③ کرنتھیوں کے نام خط باب اول میں ہے:

''خدا کے اس کلیسیاء کے نام جو کرنتھس میں ہیں یعنی ان کے نام جو یسوع مسیح میں پاک کئے گئے اور مقدس لوگ ہونے کے لیے بلائے گئے۔ (آیت ۲) اس آیت میں بھی ان لوگوں کو مقدس ہی کہا گیا ہے جو کرنتھس میں موجود تھے۔

④ رومیوں کے نام خط باب ۱۲ میں ہے۔

''مقدس کی احتیاجیں رفع کرو۔'' (آیت ۱۳)

اور اسی خط کے باب ۱۵ میں ہے:

''بالفعل تو مقدسوں کی خدمت کرنے کے لیے یروشلم کو جاتا ہوں کیونکہ مکدنیہ اور اخلیہ کے لوگ یروشلم کے غریب مقدسوں کے لیے چندہ جمع کرنے کو رضامند ہو گئے۔'' (آیت ۲۵)

---

❶ دیکھئے ایوب ب ۱۵. ❷ استثناء باب ۳۳-۲.

یہاں بھی مقدسوں سے مراد یروشلم کے غریب وغرباء اور نیک صالح لوگ مراد ہیں۔

⑤ فلپیوں کے نام خط کے باب ا آیت ا میں ہے۔ ''یسوع مسیح کے بندوں پولس اور تیمتھیس کی طرف ''فلپی'' کے سب مقدسوں کے نام جو مسیح یسوع میں ہیں۔'' یہاں مقدسوں سے مراد فلپی کے باشندے ہیں۔

⑥ تیمتھیس کے نام پہلے خط باب ۵ آیت ۱۰ میں ڈیکنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''مقدسوں کے پاؤں دھوئے ہوں۔''

اس موقع پر مقدسوں کا مصداق وہ مومنین ہیں جو دنیا میں موجود تھے اس کی دو دلیلیں ہیں۔

❶ مقدس جو آسمان پر موجود ہیں وہ ایسی ارواح ہیں جن کے پاؤں نہیں ہوتے۔

❷ ڈیکنوں (شماس، شماسہ) کا آسمان پر جانا ہی ممکن نہیں۔

جب قارئین کو الفاظ خداوند، رب، مقدس، قدوسی کا حال بخوبی معلوم ہو چکا تو اب ہمارا یہ کہنا کہ خداوند سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاتح مکہ کی حیثیت سے مدینہ سے لوٹے اور مقدس جماعتوں کا مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کو بصیغہ ماضی یعنی ''آیا'' کے ساتھ تعبیر اس لیے کیا گیا کہ آپ کی بعثت یقینی تھی پھر آپ صحابہ میں تشریف فرما ہو گئے اور کفار سے بدلہ لیا۔ منافقین اور مشرکین کو ان کی منافقانہ اور مشرکانہ حرکتوں کو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی رسالت تسلیم نہ کرنے پر اور بت پرستی اور آتش پرستی پر سرزنش کی۔ یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت صدیقہ کے حق میں بے جا الزامات لگانے اور دوسرے بعض اور واہیات عقائد رکھنے پر ملامت فرمائی۔ اسی طرح عیسائیوں کو اللہ کی توحید میں خلل اور کوتاہی پر تیز عیسیٰ کے حق میں افراط پر اور بعض عیسائیوں کو صلیب پرستی اور تثلیث پرستی پر اور واہیات عقائد رکھنے پر ملامت فرمائی اور یہ تمام باتیں حضرت مسیح اور مبینہ روح کے متعلق ثابت نہیں۔ حضرت مسیح کی دنیا میں موجودگی تک صرف بارہ حواری یعنی بارہ مقدس ایمان لائے جو بقول انجیل ایک نے تو مسیح کو تیس سونے کے سکوں کے عوض گرفتار کروایا باقی سب مسیح کے منکر ہو گئے۔

❷ مسیح نے کسی کو مجرم ٹھہرایا نہ کسی کو کسی کے جرم کی سزا سنائی بلکہ شریعت ہی منسوخ ہو گئی اور نہ ہی روح جو پینتی کست کو نازل ہوئی، اس نے یہ کام کیے۔

❸ اور نہ ہی مسیح نے ہزاروں یا لاکھوں مقدسوں کی جماعت کو ساتھ لے کر بدمذہب اور بے دینوں کے خلاف جہاد فرمایا۔ نہ کسی کو بدمذہب عقائد رکھنے پر ملامت فرمائی اور نہ ہی یہ کام روح القدس نے کیے۔ یہ سب کام روح حق یعنی صادق اور امین محمد و احمد ﷺ کے لیے ازل سے ہی مخصوص تھے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حنوک علیہ السلام جو حضرت آدم سے ساتویں پشت میں تھے، یہ پیشین گوئی فرمائی تھی۔

پیشین گوئی نمبر (۳۳): عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد سے پہلے محمد ﷺ کا آنا ضروری ہے

پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تا کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا پاک نے نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے تم اس کی سننا اور یوں ہو گا جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود ہو جائے گا۔

بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادا سے باندھا ہے۔ جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے خدا نے اپنے خادم کو اٹھا کر پہلے تمہارے پاس بھیجا تا کہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں

سے پھیر کر برکت دے۔“ ❶

مقدس لوقا نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کے بعد اس بات کی کتنی وضاحت سے منادی کی ہے۔ پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ اس نبی کی راہ تیار کرو جو موسیٰ کے مثل ہوگا اور تمہارے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل سے ہوگا اور تم اکیلے عہد کے وارث نہیں بلکہ عہد کے شریک ہو یعنی عہد بنی اسماعیل سے ہے، پھر اسحاق کی پیدائش پر تم بھی عہد کے شریک بنے لہٰذا اللہ کا فیصلہ ہے کہ خاتم النّبیین بنی اسماعیل سے آئے گا اور جو اس نبی کی اطاعت نہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت سے خارج کر دیا جائے گا اور یسوع کی آمد ثانی سے قبل ان سب باتوں کا ظہور ہونا لازم ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم مکاشفہ ۱۹-۱۱ تا ۱۶ کی پیشین گوئی نقل کر چکے ہیں جس میں اس نبی کی خاص پہچان اس کا لقب صادق اور امین اس کی سواری سفید گھوڑا وہ راستی کے ساتھ جہاد یعنی اللہ کے دین کے لیے لڑائی کرے گا...... وہ اُمّی ہوگا...... فاران کے بیابان کی وادی بکا۔ بن کھیتی کی زمین میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا...... عرب کے جنگل میں رات کاٹے گا...... تیما کے بسنے والے اس کے لیے گیت گائیں، قیدار یعنی قریش سے غالب آئے گا وغیرہ وغیرہ۔

پیشین گوئی نمبر (۳۴) صحابہ کی شان میں بائبل کی گواہی، حجۃ الوداع۔ عرفات کی پہاڑی وغیرہ کا ذکر

”پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برہ صیون کے پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں جن کے ماتھے پر اس کا اور اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے اور مجھے آسمان پر سے ایک ایسی آواز سنائی دی جو زور کے پانی اور بڑی گرج کی سی آواز تھی اور جو آواز میں نے سنی وہ ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہوں وہ تخت کے سامنے اور چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا ایک نیا گیت گا رہے تھے اور ان ایک لاکھ

❶ اعمال ۳-۱۹ تا ۲۶.

چوالیس ہزار شخصوں کے سوا جو دنیا میں سے خرید لیے گئے تھے، کوئی اس گیت کو نہ سیکھ سکا۔ یہ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے ہیں یہ وہ ہیں جو برہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، جہاں کہیں وہ جاتا ہے یہ اللہ اور برہ کے لیے پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں میں سے خرید لیے گئے ہیں اور ان کے منہ سے کبھی جھوٹ نہ نکلا تھا وہ بے عیب ہیں پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور امت کے سنانے کے لیے ابدی خوشخبری تھی اور اس نے بڑی آواز سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی تمجید کرو کیونکہ اس کی عدالت کا وقت آ پہنچا ہے اور اسی کی عبادت کرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کیے۔'' [1]

① ''پھر میں نے جو نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ برہ صیون کے پہاڑ پر کھڑا ہے برہ سے اصطلاح مکاشفات میں وہ گراں مایہ وجود مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بزرگ و برتر ہو، یہاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔ صیون سے مراد مقدس پہاڑ ہے اور مقدس پہاڑی عرفات کی پہاڑی ہے۔ یہ ایک اشارہ ہے خطبہ حجۃ الوداع کی طرف۔''

② ''اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں۔'' یہ تعداد صحابہ کرام کی ہے جو حج میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے احادیث میں مفصل مذکور ہے۔

③ ''جن کے ماتھے پر اس کا اور اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے۔''

یہ ترجمہ ہے ﴿سیماهم فی وجوههم من اثر السجود﴾ کا کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہوں گے۔

④ ''مجھے آسمان سے ایک ایسی آواز سنائی دی جو زور کے پانی اور بڑی گرج کی آواز تھی، اور جو آواز میں نے سنی وہ ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہوں اور چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا ایک نیا گیت گا رہے تھے۔'' اس میں عام آوازہ

[1] مکاشفہ باب ۱۴ آیات ۱ تا ۷.

تسبیح وتحمید کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل بربط اور باجا کے ساتھ ایسی دعائیں پڑھا کرتے تھے مگر تسبیح وتحمید میں «لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير......لبيك اللهم لبيك......الخ "نیا گیت سے یہی دعائیں مراد ہیں جو عربی زبان میں تھیں اور عربی اہل کتاب کے لیے نئی زبان تھی لہٰذا اسے نیا گیت کہا گیا ہے۔

۵ "اور ان ایک لاکھ چوالیس ہزار شخصوں کے سوا جو دنیا میں سے خرید لیے گئے تھے، کوئی اس گیت کو نہ سیکھ سکا۔" رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کو ہی ملا تھا۔ اور خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

۶ "یہ اللہ اور اس کے برہ کے لیے پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں میں سے خرید لیے گئے ہیں۔" اصحاب پیغمبر کی یہ صفت قرآن حکیم میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

﴿والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار﴾ نیز بالفاظ حدیث «اختارهم الله لرسوله» اور خریدے جانے کا ذکر قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا گیا ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ﴾ (التوبہ : ۱۱۱)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے اور اللہ کے دین کی خاطر قتال کریں اور پھر ماریں اور مارے جائیں۔ یہ اللہ کا وعدہ جو تورات وانجیل اور قرآن پاک میں مذکور ہے۔"

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مومنوں کو ان کی جان و مال کے عوض جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیے، جنت عطا فرمادی حالانکہ یہ جان و مال بھی اس کی عطا کی ہوئی ہے، پھر قیمت اور معاوضہ بھی جنت۔ وہ نہایت ہی بیش قیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سچا وعدہ پچھلی کتابوں یعنی تورات وانجیل میں بھی ذکر کیا ہے۔ صحابہ کرام کا کردار پوری دنیا جانتی

ہے کہ اصحاب پیغمبر ﷺ نے اللہ کے دین کی خاطر نہ مال خرچ کرنے سے دریغ کیا اور نہ ہی جان دینے سے ہچکچائے۔ یہی صفت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور یہی مطلب ہے دنیا بھر میں سے خرید لیے جانے کا۔

⑦ ''یہ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے ہیں۔''

صحابہ کرام کی یہ صفت ہے کہ ایمان لانے کے بعد آپ زنا تو کیا برائی کے راستوں کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ ﴿والذین لفروجھم حافظون﴾ بلکہ کنوارے ہیں'' سے مراد یہ ہے کہ زنا سے کنارہ کش رہے یعنی زنا سے اس طرح ناواقف ہیں جیسے کوئی کنوارہ شادی سے پہلے عورت سے ناواقف ہو۔

⑧ ''یہ وہ ہیں جو برہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں جہاں کہیں وہ جاتا ہے صحابہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ موجود ہیں۔ ﴿والذین معہ﴾ نیز بالفاظ ﴿یتبعون الرسول النبی الامی﴾

⑨ ''اور ان کے منہ سے کبھی جھوٹ نہ نکلا تھا وہ بے عیب ہیں۔'' یہ صفت قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ٥﴾

(الحجرات : ۳)

⑩ ''پھر میں نے ایک اور فرشتے کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم ہر قبیلے اور اہل زبان اور امت کے سنانے کے لیے ابدی خوشخبری تھی اور اس نے بڑی آواز سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی تمجید بیان کرو کیونکہ اس کی عدالت کا وقت آ چکا ہے اور اس کی عبادت کرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کیے۔''

ابدی خوشخبری سے مراد قرآن حکیم ہے جو تمام جہانوں کے لیے ہر قوم ہر قبیلے ہر علاقے

کے لیے ابدی انجیل یعنی ابدی خوشخبری ہے ﴿ان ھو الا ذکر اللعالمین﴾ اور حضور صادق المصدوق ﷺ نے بڑی یعنی اونچی آواز سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ'' قیامت قریب ہے تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا اس لیے ''قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا'' یعنی کہہ دو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں وہی وحدہ لاشریک ہے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

انجیل کی یہ پیشین گوئی اتنی صاف اور واضح ہے کہ جس میں شک اور شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ انجیل کے اس مقام پر حضور صادق المصدوق ﷺ کے آخری خطبہ کا ذکر کیا گیا ہے اور آپ کے صحابہ کی شان بیان کی گئی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ ﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ﴾ (فتح ۴۸/۲۹)

ان کی یہ مثالیں توراۃ اور انجیل میں بیان کر دی گئی ہیں۔ انجیل کے اسی مقام پر ابدی انجیل یعنی قرآن حکیم کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور حجۃ الوداع کا بھی ہم یہ واقعہ قارئین کی سہولت کے لیے مختصراً نقل کر دیتے ہیں۔ اسلام میں حج ۹ ھ میں فرض ہوا اور اسی سال نبی اکرم ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا اور تین سو صحابہ کرام کو ان کے ساتھ روانہ کیا تاکہ سب کو حج کروائیں ان کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے پیچھے روانہ کیا تاکہ وہ سورۃ براءت کا اعلان کریں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ براۃ کی پہلی چالیس آیتوں کو مع ان احکام کے پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل ہونے نہ پائے گا۔ جیسا کہ یسعیاہ باب ۳۵ آیت ۸ میں مذکور ہے کہ ''اور وہاں ایک شاہراہ اور گزرگاہ ہوگی جو مقدس راہ کہلائے گی جس سے کوئی ناپاک گزر نہ کرے گا۔''

ناپاک سے مراد مشرک ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے ﴿انما المشرکون نجس﴾۔

اسی لیے فرمایا کہ کوئی مشرک یعنی ناپاک وہاں داخل نہ ہونے پائے گا اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ ۱۰ھ میں حضور صادق المصدوق ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیج دی گئی کہ نبی ﷺ حج کے لیے تشریف لانے والے

ہیں۔ اس اطلاع کے بعد گروہ در گروہ خلقت مدینہ طیبہ میں داخل ہوگئی۔ اس گروہ میں ہر درجہ ہر طبقہ کے شخص تھے۔ ذی الحلیفہ میں نبی اکرم ﷺ نے احرام باندھا اور یہیں سے «لبیك اللهم لبیك لا شریك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك» کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔ اس مقدس کاروان میں راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے نبی کریم ﷺ کا راہ میں جب کسی ٹیلہ سے گزر ہوتا تو تین تین بار تکبیر با آواز بلند فرماتے تھے اور یہی نشانی کتاب مقدس میں بھی بیان کی گئی ہے کہ بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔ پھر جب آپ مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طوی میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے اور پھر بالائے مکہ میں سے ان سب قوموں اور گروہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو آشکارا کیا۔ اس موقع کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب آیات ۵، ۶ میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ ''سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی، اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آ کر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔ وہ سب سبا سے آئیں گے اور سونا اور لوبان لائیں گے اور اللہ کی حمد کا اعلان کریں گے۔'' حضور صادق المصدوق ﷺ زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ ان کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ «لا اله الا الله وحدہٗ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شئی قدیر لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده.»

یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اس کا ہے اور ستائش بھی اسی کے لیے شایاں ہے وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایاں نہیں ایک ہے۔ اسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا، اسی نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی، کے ترانے گائے۔ آٹھویں ذوالحجہ کو

قیام گاہ مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا کیں۔ نویں ذوالحجہ کو حضور صادق المصدوق ﷺ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آ کر اترے۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات تشریف لائے تمام میدان سرتاسر لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر ایک شخص تکبیر و تہلیل تمجید و تقدیس میں مصروف تھا اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے ہمہ تن حاضر تھا، نبی ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصوا پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔

نبی ﷺ کا خطبہ بیوم حجۃ الوداع:

ترجمہ: لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات میں اپنے قدموں کے نیچے پائمال کرتا ہوں جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا، میں معاف کرتا ہوں جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیا میٹ کر دیا گیا وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔ لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کے جسموں کو اپنے لیے حلال بنایا۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو، عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ لوگو نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنج

گانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوش دلی کے ساتھ دیا کرو، بیت اللہ کا حج بجالاؤ اور اپنے اولیائے امور حکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔ لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا مجھے ذرا بتادو کہ تم کیا جواب دو گے سب نے کہا کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے ہیں، آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نے ہمیں کھرے کھوٹے کی بابت اچھی طرح بتلا دیا ہے اسی وقت نبی ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا، آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے پھر وہ لوگوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں) اے اللہ گواہ رہنا یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں اے اللہ گواہ رہ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں) دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کرتے رہیں ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کے یاد رکھنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

نبی کریم ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدہ : ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو تم پر کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین ہونا پسند فرمایا ہے۔''

پیشین گوئی (۳۵): اصحاب پیغمبر کے بارے میں بائبل کی دوسری شہادت

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الفتح : ٢٩)

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحمدل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل، رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے ان کی یہی صفت تورات اور انجیل میں ہے۔ مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے ان ایمان والوں اور شائستہ اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔''

کافروں کو چڑائے سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بڑھتا ہوا اثر ونفوذ اور ان کی روز افزوں قوت و طاقت کافروں کے لیے غیظ وغضب کا باعث تھی اس لیے کہ اس سے دین اسلام کا دائرہ پھیل رہا تھا اور کافروں کا دائرہ سمٹ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی شان قرآن مجید کے علاوہ تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے۔ توارت اور انجیل میں نبی ﷺ کے صحابہ کی عظمت اور شان کو بیان کیا جا رہا ہے اس کے برعکس خود حضرت عیسیٰ کے حواری مصیبت کے وقت حضرت عیسیٰ کو چھوڑ کر بھاگ گئے کسی نے پہچاننے سے انکار کر دیا اور کسی نے چند ٹکوں کے عوض خود حضرت عیسیٰ کی مخبری کی اور انہیں پکڑوا دیا اور کسی نے پہچاننے سے بھی انکار کیا اور لعنت کرنے لگا اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بھی ہیں جو من وسلویٰ کھا کر بھی کفار سے جہاد پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ ''انا ھھنا قاعدون'' کا راگ الاپنے لگے مگر حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ خود بائبل میں ان حواریوں کا کردار کیا بیان کیا گیا ہے۔ مصلحین بائبل نے مسیح کے حواریوں پر خوب کیچڑ اچھالا ہے، پہلے باب میں ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

اس کے برعکس حضور صادق المصدوق ﷺ کے صحابہ جو کافروں کے مقابلے میں تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود گھر اور جائیدادیں چھن جانے کے باوجود، مہاجر یعنی بے وطن ہونے کے باوجود بھوک کی شدت سے تنگ آ کر پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی دنیائے کفر کا ناطقہ بند کیے ہوئے نظر آتے ہیں تیروں کے سامنے سینہ سپر، تلواروں کی دھاروں پر رقص بسمل اور نیزوں کی انیوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں زندہ جلا دیئے جاتے ہیں مگر ایک لمحہ کے لیے حضور صادق المصدوق ﷺ کا ساتھ چھوڑنا یا جھوٹا انکار کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے، اس لیے تو خالق کائنات نے ان قدوسیوں کی مثالیں تورات اور انجیل میں بیان فرمائی ہیں۔ قرآن ان کی عظمت پر شاہد ہے۔ ان کے کارنامے خالص لوجہ اللہ تھے ان میں کوئی آمیزش تھی نہ کوئی میل اور نقص وہ جہاں سے اور جس طرف سے بھی گزرے فتوحات کے پھریرے اڑاتے ہوئے گزرے انہوں نے جس طرف کا بھی رخ کیا، فتوحات، کامرانیوں اور کامیابیوں نے آگے بڑھ کر ان کے قدم چومے، وہ کھیتی کی طرح بڑھتے گئے اور کافر دیکھ کر کڑھتے رہے اور ان کے ذکر سے ہمیشہ کڑھتے رہیں گے۔

متی کی انجیل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ:

''اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانے کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر کھیت میں بو دیا وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آ کر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔'' ❶

''وہ رائی کے دانے کی مانند ہے جس کو آدمی نے لے کر اپنے باغ میں ڈال دیا وہ اگ کر بڑا درخت ہو گیا اور ہوا کے پرندوں نے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کیا۔'' ❷

اس پیشین گوئی کو اس آیت سے ملائیے۔

❶ متی ۱۳: ۳۱، ۳۲۔ ❷ لوقا ۱۳: ۱۹۔

﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾

(الفتح : ۲۹)

''اور انجیل میں ان صحابہ کرام کی مثال ایک کھیتی کی سی ہے جس نے اپنی سوئی (انکھا) نکالی، پھر اس کو طاقت دی اور وہ موٹی ہو کر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی، کسانوں کو بھلی لگنے لگی تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے۔''

پشین گوئی نمبر (۳۶): صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق تیسری شہادت انجیل کی

اسی روز یسوع گھر سے نکل کر جھیل کے کنارے جا بیٹھا اور اس کے پاس ایک بڑی بھیڑ جمع ہو گئی وہ کشتی پر چڑھ بیٹھا اور ساری بھیڑ کنارے پر کھڑی رہی اور اس نے ان سے بہت سی باتیں تمثیلوں میں کہیں کہ دیکھو ایک بونے والا بیج بونے نکلا اور بوتے وقت کچھ دانے راہ کے کنارے گرے اور پرندوں نے آ کر انہیں اچک لیا اور کچھ پتھریلی زمین پر گرے جہاں ان کو بہت مٹی نہ ملی اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب سے جلد اگ آئے اور جب سورج نکلا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سوکھ گئے اور کچھ جھاڑیوں میں گرے اور جھاڑیوں نے بڑھ کر ان کو دبا لیا اور کچھ اچھی طرح زمین میں گرے اور پھل لائے، کچھ سو گنا، کچھ ساٹھ گنا کچھ تیس گنا جس کے کان ہوں وہ سن لے۔'' ❶

پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کو مبارکباد پیش کرتے ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھیں گے مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لیے کہ وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لیے کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راست بازوں کی آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں، مگر نہ دیکھا اور جو باتیں تم سنتے ہو، مگر نہ سنیں۔'' ❷

اس کے بعد تمثیل کا مطلب انجیل سے ہی ملاحظہ فرمائیے۔

❶ متی ۱۳-۱ تا۹۔ ❷ متی ۱۳-۱۶-۱۷۔

''پس بونے والے کی تمثیل سنو جب کوئی بادشاہ کلام کرتا ہے اور سمجھتا نہیں تو جو اس کے دل میں بویا گیا تھا، اسے وہ شریر آ کر چھین لے جاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو راہ کے کنارے بویا گیا تھا اور جو پتھریلی زمین میں بویا گیا تھا یہ وہ ہے جو کلام کو سنتا ہے اور اسے فی الفور خوشی سے قبول کر لیتا ہے لیکن اپنے اندر جڑ نہیں رکھتا بلکہ چند روزہ ہے اور جب کلام کے سبب سے مصیبت یا ظلم برپا ہوتا ہے تو فی الفور ٹھوکر کھاتا ہے اور جو جھاڑیوں میں بویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سنتا ہے اور دنیا کی فکر اور دولت کا فریب اس کلام کو دبا دیتا ہے اور وہ بے پھل رہ جاتا ہے اور جو اچھی زمین میں بویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سنتا اور سمجھتا ہے اور پھل بھی لاتا ہے کوئی سو گنا پھلتا ہے کوئی ساٹھ گنا کوئی تیس گنا۔'' [1]

اگر آپ اس تمثیل کو غور سے پڑھیں تو اس سے واضح شاید ہی کوئی تمثیل ہو اس تمثیل میں ''جو اچھی زمین میں بویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سنتا ہے اور سمجھتا ہے اور پھل بھی لاتا ہے۔'' سے مراد اصحاب پیغمبر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مومن کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ پھلتا پھولتا ہے وہی حقیقی مومن ہے۔ اور جو جھاڑیوں میں بویا گیا اس سے مراد یہود و نصاریٰ کے علماء ہیں جو ''یکتمون الحق'' سب کچھ جاننے کے باوجود حق پر پردہ ڈالتے ہیں کہ ظاہر نہ ہو اور حسب نسب پر تکبر کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ اب انجیل کی اس تمثیل کو قرآن حکیم کی اس تمثیل سے ذرا ملائیے۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ

---

[1] متی ۱۳ ـ ۱۸ تا ۲۳۔

يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراهيم : ٢٤ تا ٢٧)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی۔ مثل ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں جو اپنے پروردگار کے حکم سے بروقت اپنے پھل لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ناپاک کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر اکھاڑ لیا گیا اسے کچھ مضبوطی تو ہے نہیں ایمان والوں کو اللہ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔''

ناپاک درخت تمثیل میں بنی اسرائیل ہیں اور پاکیزہ درخت بنی اسماعیل کو کہا گیا ہے۔ انجیل میں اس بات کو یوں واضح کیا گیا ہے کہ اب درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے جو درخت پھل نہیں لاتا وہ کاٹا جاتا ہے...... آسمان کی بادشاہی تم سے لے لی جائے اور جو قوم اس کا پھل لائے اس کو دے دی جائے گی۔

چوتھی شہادت تورات کی صحابہ کے متعلق:

''اگر تیرا بھائی تیری ماں کا بیٹا یا تیری بیٹی یا تیری ہم آغوش بیوی یا تیرا دوست جس کو تو اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا ہے تجھ کو چپکے چپکے پھسلا کر کہے کہ چلو ہم اور دیوتاؤں کی پوجا کریں جن سے تو اور تیرے باپ دادا واقف بھی نہیں یعنی ان لوگوں کے دیوتا جو تمہارے گرداگرد تیرے نزدیک رہتے ہیں یا تجھ سے دور زمین کے اس سرے سے اس سرے تک بسے ہوئے ہیں تو تو اس پر اس کے ساتھ رضامند نہ ہونا اور نہ ہی اس کی بات سننا، تو اس پر ترس بھی نہ کھانا اور نہ اس کی رعایت کرنا اور نہ اسے چھپانا بلکہ تو اس کو ضرور قتل کرنا اور اس کو قتل کرتے

وقت پہلے تیرا ہاتھ اس پر پڑے اس کے بعد سب قوم کا ہاتھ۔'' ❶

جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اگر چہ تمہارا باپ، بھائی، بیوی وغیرہ ہی کافر کیوں نہ ہوں تو بنی اسرائیل نے یعنی حضرت موسیٰ کے صحابی فرعون سے نجات پانے اور من وسلویٰ کھانے کے باوجود ﴿انا ھھنا قاعدون﴾ کا راگ الاپنے لگے اسرائیلیوں کی نافرمانی کا ذکر خود ان کے مذہبی نوشتوں میں بکثرت موجود ہے۔ مثلاً انہوں نے ایسی شرارتیں کیں کہ جن سے خداوند کو غصہ ور کیا کیونکہ انہوں نے بت پوجے باوجود یہ کہ خداوند نے انہیں کہا تھا کہ تم یہ کام نہ کرنا۔'' ❷

اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اس کا عملی نمونہ بن کر دکھایا اور حضرت موسیٰ کی اس پیشین گوئی کو پورا کر دکھایا یعنی جیسی شدت اور سختی کافروں پر چاہئے تھی، یا جس سختی کا ذکر توارۃ میں کیا گیا تھا وہ صرف اور صرف حضور صادق المصدوق ﷺ کے صحابہ میں ہی کافروں کے لیے پائی گئی جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ ﴿اشداء علی الکفار رحماء بینھم﴾ ''وہ کافروں کے حق میں تو سخت دل ہیں اور آپس میں نرم دل۔''

ان کی زندگی ان کے آپس کے تعلقات ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سلوک و باہمی محبت و اکرام و احترام پاسداری اور ادائے حقوق کے واقعات اس آیت قرآنی اور موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کی تائید کرتے ہیں اس کے خلاف جو بیان کیا گیا ہے یا بیان کیا جائے وہ تورات انجیل اور قرآن کی تکذیب، تاریخ کی تغلیط اور تربیت نبوی ﷺ کے بارے میں بدگمانی اور تشکیک کے مترادف ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کفار سے شدت اور صلابت کا خود عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے کیونکہ عیسائیوں کا سب سے بڑا اعتراض ہی یہی ہے کہ صحابہ نے شمشیر کی شدت سے اسلام پھیلایا حالانکہ یہ اعتراض بالکل بودا ہے علماء اسلام نے اس اعتراض کا خوب تعاقب کیا ہے۔ سر دست یہ بتلانا مقصود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے کافر باپ، بیٹے، بہن، بھائی حتیٰ کہ بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیا اور اگر میدان جنگ میں بھی اپنے کسی کافر عزیز

---

❶ استثناء ۱۳-۶ تا ۱۱۔ ❷ سلاطین ۲۲-۱ تا ۱۸۔

سے سامنا ہوا تو اس کا قتل کرنے سے دریغ نہ کیا۔ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر بیٹے کے قتل تک کا ارادہ کیا حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک اور کافر رشتہ داروں کے قتل کا مشورہ دیا اور ایسے واقعات کہ صحابہ نے اپنے کافر رشتے داروں کو قتل کیا۔ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ اصحاب پیغمبر ﷺ کی سیرت کے مخالفین بھی مداح ہیں اور ان کی حربی بصیرتوں اور کفار کے لیے سختی کو مخالفین بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ حضور صادق المصدوق ﷺ کے اصحاب انسانی تاریخ کے سب سے بہادر لوگ تھے۔ دنیا کے نامور بہادروں نے ان سے کئی گنا زیادہ فوج لے کر ان پر دھاوے بولے لیکن ہمیشہ منہ کی کھائی اور فتح و سربلندی نے آگے بڑھ کر اصحاب پیغمبر کے قدم چومے، نبی اکرم ﷺ کے صحابہ آزمائشوں کی آگ میں تپ کر بالکل کھرے ثابت ہوئے۔

دس ہزار قدوسیوں کا ذکر زبور اور توریت میں بھی موجود ہے پھر ایک لاکھ چوالیس ہزار کا تذکرہ بھی انجیل میں ہے اور یہ تعداد ہے حجۃ الوداع کے سامعین کی۔ توراۃ اور انجیل کی درج ذیل پیشین گوئیاں صرف اصحاب پیغمبر پر ہی صادق آتی ہیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

باب : ۶

انجیل برنباس اور محمد رسول اللہ ﷺ

انجیل برنباس میں آپ ﷺ کے متعلق پیشین گوئیاں:

برنباس کی انجیل کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔ برنباس کے متعلق گذشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے۔ ایک حواری یہوداہ اسخریوطی ہے جو صرف تیس سکوں کے عوض لالچ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کا ہم نوا بن جاتا ہے اور دوسرا پطرس ہے جسے عیسیٰ علیہ السلام شیطان کہتے ہیں اور یہ وہ ہے جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر لعنت بھی کی اور آپ کو پہچاننے سے منکر ہوا، اسی طرح دوسرے شاگردوں کے متعلق بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ریمارکس کچھ اچھے نہیں، مگر دوسری طرف صرف برنباس ہی ایک ایسے حواری ہیں جنہوں نے اپنا کھیت فروخت کر کے اس کی رقم لا کر رسولوں کے قدموں میں رکھ دی۔ ان کا ذکر عہد نامہ جدید کے حسب ذیل رسالوں میں ملتا ہے۔ (گلتیوں باب ۱۲، ۹: ۱۳، کرنتھیوں باب ۹ آیت ۶۔ کلیسوں باب ۴ آیت ۱۰۔ اور مرکزی کردار کی حیثیت سے کتاب الاعمال باب ۴: ۳۶۔ باب ۹: ۲۷۔ ۱۱: ۲۲ باب ۱۲: ۲۵۔ باب ۱۳: ۲، ۱۔ باب ۱۴: ۱۲، ۱۴)۔

بائبل کے نزدیک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معتبر حواری ہیں مگر موجودہ بائبل میں بارہ حواریوں کی لسٹ میں اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بھی انہیں بارہ حواریوں میں شامل نہیں کیا گیا۔ بلکہ پال کے بعد ان کا اہم اور مرکزی کردار جنٹائلز کے لیے لکھا گیا ہے۔ متی اور لوقا کی انجیل میں جو حواریوں کی فہرست دی گئی ہے۔ ان دونوں میں دو نام مختلف ہیں اس لیے قیاس یہ کیا جا سکتا ہے کہ بعد میں کسی بھی وقت برنباس کو حواریوں سے خارج کرنے کے لیے ایسا کیا گیا اور ان کی بجائے توما کا نام لکھ دیا گیا تا کہ انجیل برنباس سے پیچھا چھڑایا جا سکے۔ پولس

کے عقائد بد کے سبب حواریوں نے بھی پولس کے خلاف زبردست مزاحمت کی، گویا ایک شورش برپا ہوگئی کیونکہ پولس اصل حواریوں کی مخالفت کرتا تھا، اس صورتحال کو دیکھنے کے بعد پولس نے گلتیوں کے نام خط لکھا اور اس خط میں اس نے حواریوں کو اپنا ہم خیال ظاہر کرنے کے بجائے ان کی مخالفت کا ذکر کیا اور اپنا سارا زور یہ ثابت کرنے پر صرف کیا کہ مجھے دین عیسوی کی تشریح میں حواریوں سے علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے براہ راست وحی کے ذریعے علم دیا گیا ہے۔'' ❶

اس طرح تثلیث، حلول، تجسم، کفارہ اور تورات کی منسوخی کے جو عقائد آج عیسائیوں میں ہیں، سب اسی پولس کی اختراعات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور پولس کی تعلیمات میں بعد المشرقین ہے۔ برنباس نے جب پولس کے بدعقائد کے سامنے اپنے آپ کو بے بس پایا تو اس سے الگ ہوگئے۔ کتاب اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پولس سے جدا ہونے کے بعد یوحنا اور مرقس کو لے کر قبرص چلے گئے مگر اس جملہ کے بعد کتاب اعمال ان کا کچھ حال بیان نہیں کرتی۔ دوسری عیسائی تاریخیں بھی برنباس کی آئندہ زندگی کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

> ''برنباس مرقس کو لے کر بذریعہ جہاز قبرص چلا جاتا ہے تاکہ وہاں اپنا کام جاری رکھ سکے اس سے آگے اس کے متعلق تاریخ کی دھند چھا جاتی ہے۔'' ❷

بہرحال پولس کے بدعقائد کو مدنظر رکھتے ہوئے برنباس کا اولین فریضہ تھا کہ لوگوں کو ان بدعقائد سے بچایا جا سکے اور انہیں دین عیسوی کی صحیح تعلیم دی جا سکے۔ خیر اس بزرگ حواری کی مرتب کردہ انجیل کو پڑھنے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی اسے عرصہ دراز تک چھپانے اور مٹانے کی بڑی کوششیں کی گئیں مگر یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ برنباس کے معتقد تھے اور اس کی مرتب کردہ انجیل کو ہی صحیح جانتے تھے۔ لہٰذا پانچویں صدی عیسوی (یعنی نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے) پوپ جیلاشیس اول نے یہ حکم جاری

---

❶ گلتیوں ۱: ۱۱-۱۲۔ ❷ انسائیکلوپیڈیا بر... ...حہ ۱۱۸ مقالہ برنباس۔

کیا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا مجرم سمجھا جائے گا۔“ ❶

اس طرح عیسائیوں کے اس اعتراض کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی کہ یہ کسی مسلمان کی تالیف ہے کیونکہ اس کا ثبوت اور وجود تو نبی مکرم ﷺ کی پیدائش سے قبل پوپ جیلاشیس کے حکم نامہ میں ہمیں ملتا ہے۔

لہٰذا اس انجیل کے نسخوں کو چھپا دیا گیا پھر سولہویں صدی میں پوپ اسکلٹس پنجم کے خفیہ کتب خانہ سے برناباس کی لکھی ہوئی انجیل برآمد ہوتی ہے۔ موجودہ اناجیل اربعہ کی نسبت انجیل برنباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور ان کی تعلیمات کو جاننے کا بہترین اور معتبر ذریعہ ہوسکتی ہے کیونکہ ان موجودہ اناجیلوں کے لکھنے والے وہ لوگ ہیں جو یونانی بولنے والے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے مذہب میں داخل ہوئے تھے۔ اس لیے یہ اناجیل مسیحی تعلیمات کو جاننے کا بہترین ذریعہ نہیں ہوسکتیں، جنہیں مسیحی کلیسا نے مسلم اناجیل (Canonical Gospels) قرار دے رکھا ہے۔ اور جن کے مصنفین کا بھی صحیح علم نہیں اور انہیں حواریوں یا حواریوں کے شاگردوں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو سب سے پہلے انجیل برنباس کا علم جارج سیل کے انگریزی مقدمہ قرآن مجید سے ہوا تھا اس سے پہلے مسلمانوں کو عام طور پر اس کا علم نہ تھا۔ انجیل برنباس کے تیسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں موجود ہے کہ انجیل برنباس اسکندریہ کے کلیساؤں میں ۳۲۵ء تک معتبر و مسلم تھی۔ آرنیوس ۱۳۰ء تا ۲۲۰ء نے اپنی تائید میں اس انجیل برنباس کے حوالے دیئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی تک انجیل برنباس رائج بھی رہی۔ ۳۲۵ء میں نیقیہ کونسل کے انعقاد کے بعد عبرانی زبان میں لکھی ہوئی اصل اناجیل تباہ کر دی گئیں۔ فرمان شاہی ہوا کہ جس کے پاس یہ نسخے دیکھے گئے، اس کو موت کی سزا دی جائے گی۔ ۳۸۳ء میں پوپ نے انجیل برنباس کا ایک نسخہ پایا اور اپنی پرائیویٹ لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ شہنشاہ زینو ۴۷۸ء کے زمانہ میں برنباس کی باقیات دریافت ہوئیں تو دیکھا گیا کہ برنباس کے سینے پر اس کے

❶ انسائیکلو پیڈیا امریکانا ۲۶۲ جلد ۳ مقالہ برنباس چیمبرس انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۱۹۷۔

اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی انجیل رکھی ہے۔ [1]

بائبل کے مشہور ولگیٹ ترجمہ کی بنیاد یہی انجیل ہے۔

پوپ سکٹس (Sixtus) ۱۵۸۵-۱۵۹۰ء کے ایک دوست فرامارینو نے پوپ کی پرائیویٹ لائبریری میں انجیل برنباس کا نسخہ دیکھا۔ ٹولینڈ اپنی کتاب ''متفرق کام'' کی جلد ا کے صفحہ ۳۸ پر لکھتا ہے کہ انجیل برنباس اب بھی پھیلی ہوئی ہے۔ (اس کی یہ کتاب ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔)

جیلاشیس کے حکم مجریہ ۴۹۶ء میں پوپ انوسینٹ (Innocent) کے ذریعے ممنوع قرار دی گئی تھی۔ انجیل برنباس کا ٹائٹل یونانی زبان میں ایک ٹکڑے پر پایا گیا، باقی جلا ہوا تھا۔ اس ٹکڑے کا فوٹو سٹیٹ بھی دیا گیا ہے۔ لاطینی نسخہ کا انگریزی میں ترجمہ مسٹر زیگ نے ۱۹۰۷ء میں کیا جو آکسفورڈ پریس سے شائع ہوا پھر یہ انگریزی ترجمہ اچانک بازاروں میں سے ضبط کر لیا گیا۔ بقول کرنل اے آر رحیم اس نسخہ کی صرف دو کاپیاں موجود ہیں۔ ایک برٹش میوزیم میں اور دوسری کانگریس کی لائبریری واشنگٹن میں۔ ایک انگریزی ترجمہ سے ۱۹۰۸ء میں ایک عیسائی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے عربی میں اس کا ترجمہ کیا اس ترجمہ کو مولانا محمد حلیم انصاری نے اردو میں منتقل کر کے ۱۹۱۰ء میں لاہور سے شائع کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجیل برنباس کو ممنوعہ کتب میں کیوں شامل کیا گیا؟ اور اس کو چھپانے کے لیے اتنے جتن کیوں کیے گئے؟ ان سوالات کا ایک مختصر جواب اس قدر کافی ہے کہ اس انجیل سے موجودہ عیسائیت جس کی بنیاد پولس نے رکھی، کی بنیادیں بالکل ہی اکھڑ جاتی ہیں۔

تصلیب، کفارہ، ابن اللہ وغیرہ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی کیونکہ اس انجیل کے پہلے صفحے پر برنباس لکھتے ہیں کہ اس انجیل کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے جو شیطان کے پھسلانے سے مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ ختنہ کا انکار کرتے ہیں جس کا اللہ نے ہمیشہ کے لیے حکم دیا ہے۔ حرام کھانوں کو حلال کرتے ہیں ان ہی کے زمرہ میں پولس

---

[1] ایشیا سنکتورم پولینڈ جرمنی تانم صفحہ ۴۲۲، ۴۴۵، انٹروپ ۱۶۹۸ء۔

بھی گمراہ ہو گیا ہے۔

ظاہر ہے جب بالکل آغاز ہی میں پولس اور اس کے عقائد کی تردید ہو رہی ہے تو پھر پولس کے کلیسا یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ سرعام ان کے عقائد کی روح کی اس طرح پردہ دری ہو۔ برنباس کہتے ہیں کہ میں مسیح کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہوں میں نے جو واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنے کانوں سے سنے ان کو اس کتاب میں لکھ رہا ہوں اور یہ ایسا دعویٰ ہے کہ متی، مرقس، یوحنا اور لوقا کی اناجیل اس دعویٰ سے خالی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح کی تاکیدی وصیت تھی کہ میرے متعلق جو غلط فہمیاں لوگوں میں پھیل گئی ہیں، ان کو دور کرنا تیری ذمہ داری ہے۔ انجیل برنباس کا اگر چاروں انجیلوں سے مقابلہ کیا جائے تو غیر جانبدار اور غیر متعصب شخص پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ یہ انجیل ان چاروں سے بہتر ہے اور چاروں سے معتبر ہے۔ اس میں واقعات کا تسلسل اور ربط ہے اور دوسری انجیلوں کی نسبت اس کے واقعات صحیح ہیں اور اس کا کوئی حصہ دوسری انجیلوں کی طرح اپنے کسی دوسرے حصہ کی مخالفت بھی نہیں کرتا جبکہ باقی چاروں انجیلوں میں کوئی ربط نہیں ہے، کوئی تسلسل نہیں۔ اس میں حضرت مسیح کی تعلیمات چاروں انجیلوں کی نسبت زیادہ مفصل اور موثر انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ توحید کی تعلیم، شرک کی تردید، اللہ کی صفات، عبادات کی روح، اخلاق حسنہ، عقیدہ آخرت، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی تلقین، وضو کا ذکر انبیائے کرام کے طرز پر ہوا ہے۔ وہ اس حقیقت کو بھی بیان کرتے ہیں کہ جب یہوداہ اسخریوطی نے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کروایا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار فرشتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر لے گئے اور یہوداہ اسخریوطی کی شکل وصورت اور آواز بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنا دی گئی اور یہوداہ اسخریوطی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ پھانسی چڑھا دیا گیا نہ کہ مسیح کو۔

برنباس کے بیان کردہ یہ واقعات پولوسی عقائد کے بالکل خلاف تھے تو ارباب کلیسا نے سرے سے اس کتاب کو ہی جعلی قرار دے دیا۔ انجیل برنباس کی مخالفت کی ایک اور اہم ترین وجہ ہے کہ اس انجیل میں آخری پیغمبر ﷺ کے متعلق متعدد بشارتیں اور پیشین گوئیاں موجود

ہیں جس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متقدمین کو آپ ﷺ کی عالم گیر نبوت کے بارے میں بہت کچھ بتا دیا تھا۔ انہی پیشین گوئیوں میں سے چند ایک کا ذکر کتاب کے اس حصہ میں کیا جاتا ہے۔

انجیل برنباس سے پہلی شہادت

آدم نے آسمان پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا:

''پس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی ہوئی دیکھی جس کی عبارت تھی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں؟ ''محمد رسول اللہ'' تب اللہ نے جواب دیا، مرحبا ہے اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا ہے اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے کہ تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اس وقت کے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہو گا کہ اس کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔'' [1]

معلوم ہوا کہ وہ رسول ابن آدم ہو گا۔ محمد اس کا نام ہو گا۔ ابن اللہ نہیں بلکہ آدم کا بیٹا ہو گا۔ بشر ہو گا۔ اولین انسان اور آخرین رسول ہو گا کوئی روح وغیرہ نہ ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ابن آدم ہی تھے جیسا کہ متی کی انجیل میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جس کی وضاحت ہم شروع میں کر چکے ہیں۔ لوقا کی انجیل میں ہے کہ: ''اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے ابن آدم (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) بھی خدا کے فرشتوں

[1] انجیل برنباس ۳۹ - ۱۴ تا ۲۷۔

کے سامنے اس کا اقرار کرے گا مگر جو آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے۔ خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا انکار کیا جائے گا اور جو کوئی ابن آدم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا لیکن جو روح القدس (احمد ﷺ) کے حق میں کفر بکے گا اس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ ❶

کتنی واضح اور صاف پیشین گوئی ہے کہ حضور صادق المصدوق ﷺ کے حق میں۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے گا تو ہرگز ہرگز معاف نہ کیا جائے گا بہرحال برناباس کی اس پیشین گوئی میں کتنی وضاحت سے آپ ﷺ کا نام لے کر بلکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خود حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے آسمانوں پر لکھا ہوا دیکھا پھر اللہ سے سوال کیا۔ محمد کون ہے؟ اور جواب ملا یہ تیرا بیٹا ہے اور اس وقت سے بہت سال کے بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہے کہ اس کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا (یعنی اسے عالمین کے لیے رسول بنایا) اور اسی بات کو حاکم نے ''المستدرک'' میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے ''دلائل نبوۃ'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

رہی یہ بات کہ آدم کی تخلیق کے وقت محمد ﷺ کا ذکر تو عالم ارواح میں انبیاء سے عہد لیا جاتا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝﴾ (آل عمران: ۸۱)

''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے اوپر اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا کہ تم اس کے اقراری

❶ انجیل لوقا باب ۱۲ آیت ۸ تا ۱۰۔

ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔"

﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ إِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

"بے شک اللہ نے تمام جہانوں کے لوگوں میں چن لیا، آدم کو نوح کو آل ابراہیم اور آل عمران کو۔"

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے کہ میں کئی صدیوں بعد بنو آدم کے بہترین قرن میں بھیجا گیا ہوں حتیٰ کہ وہ قرن آ گیا جس میں، میں پیدا ہوا۔" صحیح مسلم میں واثلہ بن اسقع بیان کرتے ہیں: "فرمایا نبی ﷺ نے اللہ نے اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو کنانہ سے قریش کو قریش سے بنو ہاشم کو اور ان سے مجھ کو منتخب کر لیا۔"

اور برنباس کی انجیل کے اس حصہ سے بھی یہی مراد ہے کہ اللہ نے عالمین کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور عالمین کے رسول صرف محمد ﷺ ہوں گے جن کے متعلق عالم ارواح میں انبیاء سے عہد لیا۔

باقی رہ جاتی ہے یہ بات کہ آدم علیہ السلام نے آسمان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا جیسا کہ برنباس کی انجیل میں مذکور ہے۔ یوحنا کی انجیل میں بھی اس بات کا تذکرہ بڑی حکمت عملی سے کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے کہ "ابتداء میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔" [1]

کتنی اچھی بات ہوتی کہ اس ابتدائی کلام کے الفاظ بھی کتاب مقدس میں لکھے جاتے مگر یہ کیسے ممکن تھا کیونکہ اس صورت میں حقیقت واضح ہو کر رہ جاتی۔

جس راز کو چھپانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا تھا، اسی راز کو برنباس نے فاش کر دیا کہ وہ ابتدائی کلام "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تھا۔

---

[1] یوحنا باب ۱ آیات ۱ تا ۳

انجیل برناباس کی دوسری شہادت: عہد کا رسول کون؟

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا، جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن رسول اللہ جب آئے گا اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے پس وہ زمین کی تمام قوموں کے لیے خلاص اور رحمت لائے گا جو کہ اس کی تعلیم کو قبول کریں گی اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا بتوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان ذلیل وخوار ہوگا کیونکہ اللہ نے ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے اور کہا ہے تو دیکھ کہ میں تیری نسل سے تمام روئے زمین کے قبیلوں کو برکت دوں گا اور جس طرح کہ تو نے اے ابراہیم بتوں کو توڑ کر پارہ پارہ کر دیا ہے، ویسے ہی تیری نسل کرے گی۔ یعقوب نے جواب دیا اے استاد ہم کو بتا کہ یہ عہد کس سے کیا گیا ہے؟ اس لیے کہ یہود کہتے ہیں کہ یہ عہد اسحاق سے کیا گیا ہے اور اسماعیلی کہتے ہیں کہ اسماعیل سے۔ یسوع نے جواب دیا کہ داؤد کس کا بیٹا تھا اور کس کی نسل سے تھا؟ یعقوب نے کہا اسحٰق کی اولاد سے کیونکہ اسحاق یعقوب کا باپ تھا اور یعقوب یہود کا باپ جس کی نسل سے داؤد ہے، تب اس وقت یسوع نے کہا اور رسول اللہ آئے گا تو وہ کس کی نسل سے ہوگا؟ شاگردوں نے جواب دیا ''داؤد کی نسل سے'' یسوع نے جواب دیا تم اپنے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالو کیونکہ داؤد اس کو روح میں یہ کہتے ہوئے ''رب'' کے نام سے پکارتا ہے۔ اللہ نے میرے رب نے کہا ہے تو میرے داہنے جانب بیٹھ تاکہ میں تیرے دشمنوں کو پائمال کی جگہ بناؤں تیرا رب تیرے نیزے کو بھیجے گا جو کہ تیرے دشمنوں کے وسط میں غلبہ والا ہوگا پس جب کہ رسول اللہ جس کو تم مسیا داؤد کا بیٹا کہتے ہو یہی ہوگا تو پھر داؤد اس کو رب کیونکر کہتا۔ تم مجھے سچا مانو کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ بہ تحقیق عہد اسماعیل کے ساتھ کیا گیا نہ کہ اسحٰق کے ساتھ۔'' [1]

[1] باب ۴۳ آیات ۱۳ تا ۳۱.

متی کی انجیل میں یہی پیشین گوئی:

''اور جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے ان سے پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا کہ داؤد کا اس نے ان سے کہا پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کردوں؟ پس جب داؤد اس کو خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا اور کوئی اس کے جواب میں ایک حرف نہ کہہ سکا اور نہ اس دن سے پھر کسی نے اس سے سوال کرنے کی جرأت کی۔'' ❶

متی کی انجیل میں اگرچہ باقی واقعات کو حذف کرلیا گیا ہے مگر پھر بھی متی نے برناباس کی تصدیق کردی ہے کہ مسیا داؤد کی اولاد سے نہ ہوگا بلکہ اسماعیل کی اولاد سے ہوگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن داؤد ہیں خود بائبل میں مذکور ہے۔ ''دو اندھوں نے جو راہ کے کنارے بیٹھے تھے یہ سن کر یسوع جارہا ہے چلا کر کہا اے خداوند ابن داؤد ہم پر رحم کر۔'' ❷

علاوہ ازیں ''یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابرہام کا نسب نامہ'' (متی باب ۱ آیات ۱ تا ۱۷)

متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ بیان کیا گیا ہے:

> ''اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا، یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے پس سب پشتیں ابرہام سے داؤد تک چودہ ہوئیں اور داؤد سے لے کر گرفتار ہوکر بابل جانے تک چودہ پشتیں ہوئیں اور گرفتار ہوکر بابل جانے سے لے کر مسیح تک چودہ پشتیں ہوئیں۔'' ❸

دیکھئے متی کی انجیل میں مریم کا شوہر یوسف کو بنایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا بنایا جارہا ہے حالانکہ مریم صدیقہ کا کوئی شوہر نہیں تھا اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ تھا۔ آپ علیہ السلام اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے، بغیر باپ کے، جیسے پیدا ہوئے حضرت آدم علیہ السلام

---

❶ متی ۲۲ ـ۴۱ تا ۴۵. ❷ متی ۲۰ ـ۳۰، ۳۱.
❸ متی باب ۱ آیات ۱۶-۱۷

بغیر باپ کے، اور جیسے الیشبع بھر گئی تھی روح القدس سے مگر مصلحین کی بدحواسی دیکھئے کہ یوسف کو مریم کا شوہر اور یسوع کا باپ کہہ رہے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ ایک الگ بحث ہے کہ متی اور لوقا کے شجرہ میں بھی اختلاف ہے۔ بہرحال ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام داؤد کی نسل سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا جو آج تک انجیل میں موجود ہے کہ مسیا (خاتم النبیین) داؤد کی نسل سے نہ ہوگا اور برناباس کی انجیل نے بتا دیا کہ وہ اسماعیل کی نسل سے ہوگا۔ اس سے بڑھ کر کون سی شہادت مطلوب ہے کیا اب بھی انکار کرو گے کیا اب بھی تاویلیں پیش کرو گے؟ آؤ عیسائی دوستو! تمہیں دعوت ہے کہ حقائق چھپانے کے لیے بائبل کو نہ بدلو بلکہ خود بدل جاؤ اور اس پر ایمان لے آؤ جس کی جوتی کے تسمے کھولنے کی حسرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دل میں تھی۔ اس پر ایمان لاؤ جس کے متعلق ہر نبی نے لوگوں کو پیشین گوئیاں سنائیں۔ خواہ مخواہ ضد میں کیوں اپنی ابدی زندگی خراب کرتے ہو۔ آؤ گمراہی کا رستہ چھوڑ دو تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ مسیا اسحاق کی اولاد سے ہوگا اور اسحاق کی اولاد سے داؤد ہیں اور داؤد کی اولاد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مگر برناباس کی انجیل نے اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ مسیا داؤد کی اولاد سے نہیں بلکہ اسماعیل کی اولاد سے ہوگا تو تم نے برناباس کی انجیل کو ہی جھٹلا دیا۔ اب کیا کرو گے کہ متی کی انجیل میں بھی یہی بات لکھی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ مسیا داؤد کی اولاد سے نہ ہوگا پھر تسلیم کیوں نہیں کر لیتے؟ اور حقیقت جاننے کے باوجود کیوں ایسی بات کہتے ہو جس کا بوجھ اٹھایا نہ جا سکے اور وہ بات بناتے ہو جو بنائے نہیں بنتی۔

آیئے ہم آپ کو صراط مستقیم کی دعوت دیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاؤ اور «قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا» یعنی کہہ دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں وہی وحدہٗ لاشریک ہے، تو تم فلاح پا جاؤ گے۔

انجیل برناباس کی تیسری شہادت:

”باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں بہ تحقیق اس لیے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دنیا کے واسطے ایک خلاص (چھٹکارے کا ذریعہ) لے کر آئے گا راستہ صاف کروں لیکن تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ دھوکہ دیئے جاؤ اس واسطے کے میرے بعد بہت سے جھوٹے آئیں گے جو میرے کلام کو اخذ کریں گے اور میری انجیل کو ناپاک بنائیں گے تب اس وقت اندریاس نے کہا کہ اے معلم ہمارے لیے کوئی نشانی بتا تاکہ ہم اس (رسول) کو پہچانیں۔ یسوع نے جواب دیا بے شک وہ تمہارے زمانے میں نہ آئے گا بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں (گزرنے پر) جس وقت کہ میری انجیل باطل کر دی جائے گی اور قریب قریب تیس مومن بھی نہ پائے جائیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا پس وہ اپنے اس رسول کو بھیجے گا جس کے سر پر ایک سفید ابر کا ٹکڑا قرار پذیر ہوگا۔ اس کو ایک اللہ کا برگذیدہ پہچانے گا اور وہی اسے دنیا پر ظاہر کرے گا اور وہ (رسول ﷺ) بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا۔ اور میں اس بات کو راز کی طرح کہتا ہوں کیونکہ اسی (رسول ﷺ) کے ذریعے اس کا اعلان ہوگا اور اللہ کی بڑائی کی جائے گی اور میری سچائی ظاہر ہوگی اور عنقریب وہ (رسول ﷺ) ان لوگوں سے انتقام لے گا جو کہتے ہیں کہ میں انسان سے بڑھ کر (یعنی اللہ کا بیٹا) ہوں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو بچپن میں سلانے کے لیے لوریاں دے گا اور جب وہ بڑا ہوگا تو وہ ان دونوں کو ہتھیلیوں سے پکڑے گا پس چاہیے کہ دنیا اس کا انکار کرنے سے ڈرے اس لیے کہ وہ بت پرستوں کو قتل کرے گا پس تحقیق موسیٰ اللہ کے بندے نے اس سے بہت ہی زیادہ قتل کیا، اس لیے کہ پرانا زخم اس کے لیے گرم لوہے سے داغنا استعمال کیا جاتا ہے اور وہ ایک ایسے حق کے ساتھ آئے گا جو تمام نبیوں سے واضح تر ہوگا اور وہ اس کو ملامت کرے گا جو دنیا میں اچھا سلوک نہ کرے اور

ہمارے باپ دادا کے شہر کے برج خوشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے پس جس وقت کہ بتوں کی پوجا کا زمین سے دور ہونا دیکھا جائے گا اور یہ اقرار کیا جائے گا کہ بیشک میں بھی تمام انسانوں جیسا ایک انسان ہوں تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق اللہ کا نبی اس وقت آئے گا۔'' [1]

برناباس کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے بعینہٖ یہی صفات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے استاد جو اس وقت کے نامور اور جید عالم باعمل تھے حضرت سلمان کے سامنے بیان کیں اور وہ نامور عالم دل میں اس رسول کو دیکھنے کی حسرت لیے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہی صفات نبی اکرم ﷺ میں دیکھیں اور فوراً مسلمان ہو گئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے نامور پادریوں کے شاگرد رہے اور خود بھی بہت بڑے عالم تھے۔

اس پیشین گوئی میں جتنی صفات بیان کی گئی ہیں، وہ سب نبی اکرم ﷺ میں پائی جاتی ہیں۔

1. حدیث سے ثابت ہے کہ سفید ابر کا ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کیے رکھتا تھا۔
2. نبی ﷺ نے ہی بتوں کو پاش پاش کیا۔
3. اور اس کو ایک اللہ کا بندہ پہچانے گا اور وہی اسے دنیا پر ظاہر کرے گا، سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ جو سچ لائے یعنی محمد ﷺ اور جس نے سچ کی تصدیق کی (سب سے قبل) یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
4. اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہی اللہ کی بڑائی کی جائے گی حالانکہ لوگ اس سے قبل اپنے من گھڑت معبودوں کی بڑائی کرتے تھے جیسے کوئی آگ، کوئی بت، کوئی اپنے بزرگ، کوئی چاند سورج اور کسی نے اپنی طرف سے کسی کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا تھا جیسے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غرضیکہ ہر ایک نے اپنا الگ ہی معبود بنا رکھا تھا اور وہ اسی کی بڑائی کرتے تھے مگر آپ ﷺ نے تمام معبودان باطلہ پر ''لا'' کی

---

[1] باب ۷۲ آیات ۱۰ تا ۲۲.

شمشیر چلائی اور لوگوں کو ایک اللہ کی پہچان کرائی اور صرف اسی کی بڑائی کی تبلیغ کی۔

◆ ۵ اور نبی ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور انہیں سچا جانا اور ان کی سچائی لوگوں پر ظاہر کی جیسا کہ گمراہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے مگر آپ ﷺ نے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کو لوگوں پر آشکارا کیا۔

◆ ۶ اور حضور ﷺ ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے چاند کو کھلونا بنا دیا۔

◆ ۷ اور نبی ﷺ کے اشارہ پر ہی چاند دو ٹکڑے ہوا۔

◆ ۸ اور نبی ﷺ نے بت پرستوں کے خلاف اعلان جنگ کیا جبکہ وہ بت پرستی سے باز نہ آئے آپ ﷺ نے ہی بت پرستوں کو قتل کیا۔

نوٹ:...... یہی پیشین گوئی متی کی انجیل میں بھی ردو بدل کے ساتھ اس کا کچھ حصہ محفوظ ہے۔''اور جبکہ وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے الگ اس کے پاس آ کر کہا کہ ہم کو بتاؤ کہ یہ باتیں کب ہونگی؟ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟ یسوع نے جواب دیا کہ خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔''[1]

اس پیشین گوئی میں ''تیرے آنے'' کی جگہ ''اس (یعنی محمد ﷺ) کے آنے'' کے الفاظ تھے جیسا کہ برناباس کی انجیل میں مذکور ہے۔

کبھی کبھی عیسائی حضرات حضرت مسیح کو خاتم الانبیاء ثابت کرنے کے لیے اس بات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں مگر اس قول سے اپنے دعوے پر عیسائیوں کا استدلال کرنا بھی عجیب ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے جھوٹے نبیوں سے بچنے کا حکم دیا ہے نہ کہ سچے نبی سے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے کلام میں جھوٹے کی قید لگائی ہے۔ ہاں اگر یہ فرماتے کہ میرے بعد ہر ایک مدعی نبوت سے بچو تو بیشک یہ دعویٰ بظاہر درست تھا حقیقت میں یہ پیشین گوئی نبی ﷺ کے حق میں تھی جیسا کہ برناباس کی انجیل میں ہے۔ بعینہٖ متی کی انجیل میں بھی تھی مگر مصلحین بائبل نے

---

[1] متی باب ۲٤ آیات ۳ تا ٦.

سوائے اس حصہ کے باقی ساری عبارت کو ختم کر دیا۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے رسول ہی نہیں تھے بلکہ وہ خود اللہ تھے یا اللہ کے بیٹے تھے یا صرف جسم میں اللہ کی روح تھی۔ یا اللہ کے تین اقنوم میں سے ایک اقنوم تھے۔ آج تک ان تین بڑے اختلافات کو مسیحی حضرات حل نہیں کر سکے کہ وہ خود اللہ تھے یا اللہ کے بیٹے تھے یا صرف جسم تھے اور ان میں اللہ کی روح داخل ہو گئی تھی۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح کی پیدائش سے قبل اللہ صرف ایک روح تھا پھر اللہ کا جی چاہا کہ وہ جسم میں آئے تو اللہ نے مسیح کا جسم پیدا کیا اور اللہ اس طرح مجسم ہوا حالانکہ عقیدے کا بطلان خود بائبل سے ہی ثابت ہے۔ بائبل کی پہلی کتاب پیدائش کھولیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ علاوہ ازیں بائبل میں متعدد مقامات پر مسیح کی پیدائش سے قبل اللہ کے اعضا کا ثبوت ملتا ہے۔ یعنی خدا مسیح کی پیدائش سے قبل بھی مجسم تھا۔ خدا کا دل (پیدائش ۶۔۶) خدا کی آنکھیں (پیدائش ۶۔۱۲) خداوند لاتبدیل ہے (ملاکی ب ۳۔۶) خدا کی صورت (پیدائش ب ۱۔۲۶) خدا کے سر اور بال (دانی ایل ب ۷۔۹) چہرہ ہاتھ اور بازو (زبور ۴۳۔۳) آنکھ اور کان (زبور ۳۳۔۱۵) وغیرہ۔

لہٰذا یہ عقیدہ خود بائبل کے نزدیک ہی مسلمہ نہیں جہاں تک مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ ہے تو ہم کہتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ "لا مثل لہ ولا مثال لہ" بلکہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ ﴿فلا تضربوا للہ الامثال﴾ اللہ کے بارے میں مثالیں بیان نہ کرو۔ کیونکہ اس کی مثل کوئی ہے ہی نہیں۔ ﴿لیس کمثلہ شئی﴾ اور ارشاد ربانی ہے کہ

﴿قل ھو اللہ احد اللہ الصمد﴾

انجیل برناباس کی چوتھی شہادت:

"اور جس وقت دعا ختم ہو چکی، کاہن نے کہا اے یسوع ٹھہر جا! اس لیے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم جانیں تو کون ہے؟ اپنی قوم کی تسکین کے لیے یسوع نے جواب دیا میں یسوع مریم کا بیٹا ہوں۔ ایک مرے ہوئے آدمی داؤد کی نسل سے

ہوں اور اللہ سے ڈرتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ بندگی اور عزت اللہ کے سوا اور کسی کو نہ دی جائے۔ کاہن نے جواب میں کہا کہ موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لیے مسیا کو بھیجے گا جو کہ ہمیں اللہ کے ارادہ کی خبر دینے آئے گا اور دنیا کے لیے اللہ کی رحمت لائے گا۔ اسی لیے ہم تجھ سے امید کرتے ہیں کہ تو ہمیں بتا کہ تو ہی وہ اللہ کا مسیا ہے؟ یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں اس لیے وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا۔ کاہن نے جواب میں کہا تیری باتوں اور تیری نشانیوں سے بہرحال یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ تو ضرور نبی اور اللہ کا قدوس ہے اس لیے میں تجھ سے تمام یہودیہ اور (بنی) اسرائیل کے نام سے یہ امید کرتا ہوں کہ تو ہمیں اللہ کے واسطے یہ بتا دے کہ مسیا کس کیفیت سے آئے گا؟ یسوع نے جواب دیا کہ اللہ کی جان کی قسم ہے جس کے حضور میں میری جان استادہ ہوگی کہ درحقیقت میں وہ مسیا نہیں ہوں جس کا کہ تمام زمین کے قبیلے انتظار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہ کہہ کر وعدہ کیا ہے کہ میں تیری ہی نسل سے زمین کے کل قبائل کو برکت دوں گا مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے اٹھا لے گا تب دوسری دفعہ ملعون فتنہ کو پھر یوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا کہ میں (یسوع) اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا ہوں۔ پس اس کے سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم نجس ہو جائے گی یہاں تک کہ قریب قریب تیس مومن بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لیے سب چیزیں پیدا کی ہیں وہی جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا اور شیطان سے اس کی وہ حکومت چھین لے گا جو اس کو انسانوں پر حاصل ہے اور وہ ان لوگوں کی نجات کے لیے جو اس پر ایمان

لائے گا وہ مبارک ہوگا۔'' ❶

یہ سب چیزیں اس کے لیے پیدا کی ہیں۔ درحقیقت یہ ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے۔

انجیل برنباس کی پانچویں شہادت، خاتم النّبیین:

''کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے؟ یسوع نے جواب دیا اس کے بعد اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات ہے جو کہ مجھے رنج دیتی ہے۔'' ❷

بلاشبہ حضور صادق المصدوق ﷺ ہی خاتم النّبیین ہیں جیسا کہ قرآن و حدیث اور گذشتہ آسمانی کتابوں سے ثابت ہے۔

انجیل برنباس کی چھٹی شہادت، اس نبی کا نام کیا ہوگا؟

''تحقیق اس کا نام محمد ﷺ ہے اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا یا اللہ تو ہمارے لیے اپنے رسول کو بھیج اے محمد ﷺ تو جلد دنیا کو نجات دینے کے لیے آ۔'' ❸

انجیل برنباس کی ساتویں شہادت:

''مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کرے گا اور اللہ یہ اس لیے کرے گا کہ میں نے مسیا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے وہ مسیا جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی کہ میں پہچانا جاؤں کہ زندہ ہوں اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے دھبے سے بری ہوں۔'' (۱۱۲-۱۶)

بدنامی کے دھبے سے مراد یہ ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا کہ یہود نے انہیں مصلوب کر دیا اور وہ لعنتی موت مرے حالانکہ اللہ نے اس ذلت کی موت سے آپ کو بچایا اور فرشتے انہیں اٹھا لے گئے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿وما

---

❶ باب ۹۶ آیات ۱ تا ۱۵۔ ❷ باب ۹۷ آیات ۷ تا ۹۔

❸ باب ۹۷ آیات ۱۷، ۱۸۔

قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم﴾ (۴-۱۵۷) ''اور حالانکہ نہ تو انہوں نے انہیں قتل کیا نہ مصلوب کر سکے بلکہ شبہ میں ڈال دیئے گئے'' اور پھر یہ بھی ان کی طرف منسوب کر دیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں اور لوگ آپ کو اللہ کا بیٹا سمجھنے لگے حالانکہ وہ بے نیاز ہے نہ وہ خود جنا گیا نہ اس سے ہی کوئی جنا گیا وہ پاک ہے اور بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا خیال کرتے تھے حتیٰ کہ اسے یوسف کا بیٹا ہی کہتے تھے۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان بدنامی کے دھبوں سے صاف کیا جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِنِ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (التوبہ: ۳۰)

''اور یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات کی، اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔''

اگلے کافروں سے مراد بت پرست اور بعل دیوتا کے پجاری ان کا بھی یہی عقیدہ تھا بلکہ پولس نے مسیح کی طرف جتنے واقعات گھڑے ہیں، وہ سب بعل کے متعلق مشہور تھے اور یہی مراد اگلے کافروں کی ریس کرنے کی ہے یعنی بت پرستوں کی نقل کرنے لگے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (الانعام: ۱۰۱)

''وہ (اللہ) موجد آسمانوں اور زمین کا اس کے لیے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے اور نہ اس کی بیوی ہے اور اس نے کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔''

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ

صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ (المائدہ : ۷۵)

''مسیح بن مریم نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول، بلاشبہ ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ ہیں یہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔''

(یعنی دوسرے انسانوں کی طرح کھانے پینے کے امور میں وہ بھی محتاج تھے) لہٰذا جو محتاج، مجبور اور مظلوم ہو وہ اللہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (آل عمران : ۵۹)

''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کو کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔''

انجیل برنباس کی آٹھویں شہادت:

''یسوع نے جواب میں کہا کہ اے برنباس تو مجھے سچا مان کہ اللہ خطا پر خواہ وہ کتنی ہی ہلکی کیوں نہ ہو بڑی سزا دیا کرتا ہے کیونکہ اللہ گناہ سے غضبناک ہوتا ہے۔ پس اسی لیے جبکہ میری اور میرے ان وفادار شاگردوں نے جو کہ میرے ساتھ تھے مجھ سے دنیاوی محبت کی، نیک کردار اللہ نے اس محبت پر موجود رنج کے ساتھ سزا دینے کا ارادہ کیا تاکہ اس پر دوزخ کی آگ کے ساتھ سزا دہی نہ کی جائے پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا مگر یہ کہ میں خود دنیا میں بے گناہ تھا اس لیے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہوداہ کی موت سے مجھ پر ٹھٹھا کریں گے۔ یہ خیال کر کے کہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جبکہ محمد رسول اللہ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔'' [1]

---

[1] انجیل برنباس ۲۰-۱۶ تا ۲۰۔

اور پھر حضور صادق المصدوق ﷺ نے ہی لوگوں کو اس عقیدہ سے خبردار فرمایا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾ (النساء: ۱۵۷ تا ۱۵۸)

یوحنا کی پیشین گوئی میں ہے وہ میری گواہی دے گا اس پر تفصیل سے ہم لکھ چکے ہیں، یہ وہی بات ہے۔

انجیل برنباس کی نویں شہادت:

"یہ لو کسان کھیتی کرنے کے لیے نکل ہی آیا۔ تب اسی اثناء میں کہ وہ بیج بو رہا تھا کہ کچھ دانے راستے پر گرے پس ان کو آدمیوں کے قدموں نے کچل دیا اور چڑیاں انہیں کھا گئیں اور بعض دانے پتھروں پر گرے پس جب وہ اگ آئے اس وقت سورج نے ان کو جلا دیا اس لیے کہ اس میں تری نہ تھی اور کسی قدر دانے (کھیت کی) باڑ پر گرے تو جب شگوفہ نکلا، کانٹوں (جھاڑیوں) نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور کچھ دانے اچھی زمین پر اُگے جو تیس اور ساٹھ گنا پھل لائے اور نیز یسوع نے کہا یہ ہے اس خاندان کا باپ جس نے اعلیٰ درجے کے بیج اپنے کھیت میں بوئے۔" (۱۳۲-۴ تا ۹)

اور یہی مثال متی باب ۱۳-۱ تا ۹ میں موجود ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اور یہی تمثیل مرقس ۴: ۳۰ تا ۳۲ اور لوقا ۱۸: ۱۹ میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اور مرقس کے ۴: ۲۶ کے الفاظ قرآنی الفاظ کے زیادہ قریب ہیں۔ "اور اس نے کہا کہ خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح اگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی پھر بالیں اور پھر بالوں

میں تیار دانے پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا۔'' (مرقس ۴: ۲۶ تا ۲۹)

''پھر اس نے کہا کہ ہم اللہ کی بادشاہی کو کس سے تشبیہ دیں اور کس تمثیل میں اسے بیان کریں؟ وہ رائی کے دانے کی مانند ہے کہ جب زمین میں بویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بویا گیا تو اگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے اور ایسی بڑی ڈالیاں نکالتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کے سایہ میں بسیرا کرتے ہیں۔'' (مرقس ۴۔ ۳۰ تا ۳۲)

یہ وہی بشارت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے سورۃ فتح میں اس طرح فرمایا۔

﴿مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ (الفتح: ۲۹)

''اور ان کی مثال انجیل میں کھیتی کی مانند ہے جس نے اپنی بالی نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر موٹا ہوا پھر اپنی ٹہنیوں پر کھڑا ہوا اور کھیت والوں کو مسرور اور خوش کر رہا ہے۔''

انجیل کا شافع محشر:

برنباس کی انجیل میں حضور صادق المصدوق ﷺ کے بارے میں یہ پیشین گوئی بھی موجود ہے کہ وہ شافع محشر ہوں گے آیئے ہم برنباس کی انجیل سے نقل کرتے ہیں۔

''اور رسول اللہ ان تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا جس سے کہ وہ خواہش کرے گا کہ وہ اس کے ساتھ چلیں تاکہ اللہ کی جناب میں مومنوں کے لیے منت کریں۔ پس ہر ایک خوف کی وجہ سے عذر کرے گا اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی بیشک میں بھی وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں، جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا تو وہ اپنے رسول کو یاد دلائے گا کہ کیونکر اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے تب اس (رسول ﷺ) کا خوف جاتا رہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرش کی طرف بڑھے گا اور

فرشتے گاتے ہوں گے۔ برکت والا ہے تیرا قدوس نام اے اللہ ہمارے معبود اور جب کہ وہ عرش کے نزدیک آ پہنچے گا، اللہ اپنے رسول کے لیے یوں پردہ کھول دے گا جیسے کہ ہر ایک دوست اپنے دوست کے لیے ملاقات پر لمبی مدت گزرنے کے بعد (دروازہ کھول دیتا ہے) اور رسول اللہ پہلے بات چیت کی ابتدا کر کے کہے گا میں تیری عبادت اور تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اے میرے معبود اور اپنے تمام دل اور جان سے تیرا شکر کرتا ہوں کیونکہ تو نے ارادہ کیا پس مجھ کو پیدا کیا تاکہ میں تیرا بندہ بنوں اور ہر چیز سے بڑھ کر تجھ سے محبت کروں پس چاہیے کہ اے میرے معبود تیری تمام مخلوقات تیری حمد کرے اس وقت تمام اللہ کی مخلوقات کہے گی اے رب ہم تیرا شکرکرتے ہیں برکت والا ہے تیرا قدوس نام، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق شیطان اور شیطان کے ساتھ نکالے گئے سب اس وقت یہاں تک روئیں گے کہ ان میں سے ایک ایک کی آنکھ سے اردن کے پانی سے زیادہ پانی جاری ہوگا اور اللہ اپنے رسول سے یہ کہہ کر کلام کرے گا کہ خوب آیا تو اے میرے امانتدار بندے، پس تو مانگ تجھ کو ہر چیز ملے گی تب رسول اللہ جواب دے گا اے رب تو یاد کر کہ تو نے جب مجھ کو پیدا کیا اس وقت کہا تھا کہ بے شک تو نے ارادہ کیا ہے کہ دنیا اور جنت اور فرشتوں اور آدمیوں کو میری محبت میں پیدا کیا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ تیری بندگی بیان کریں میں جو کہ تیرا بندہ ہوں اسی لیے تیری جناب میں منت کرتا ہوں اے پروردگار معبود رحیم اور عادل یہ کہ تو اپنا وعدہ اپنے بندے کے ساتھ یاد کر، تب اللہ ایک ایسے دوست کی مانند جو اپنے دوست سے ہنسی کرتا ہو، یہ جواب دے گا، کہے گا کہ کیا تیرے پاس اس بات پر کچھ گواہ بھی ہیں۔ اے میرے دوست محمد ﷺ! پس وہ ادب کے ساتھ کہے گا بے شک اے میرے رب، تب اللہ کہے گا کہ جا اور ان کو بلا کر لا۔ اے جبرائیل پس جبرائیل رسول کے پاس آ کر کہے گا اے سید تیرے گواہ کون کون ہیں۔ تب رسول اللہ کہے گا وہ یہ ہیں آدم اور ابراہیم اور اسماعیل اور موسیٰ اور داؤد اور یسوع مریم کا بیٹا پس فرشتہ جا کر مذکورہ بالا گواہوں کو پکارے گا جو کہ وہاں ڈرتے ڈرتے حاضر ہوں گے پھر جب کہ وہ حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ ان سے کہے گا کیا تم اس بات کو یاد رکھتے ہو جسے

میرے رسول نے ثابت کیا ہے؟ پس وہ جواب دیں گے اے پروردگار کیا چیز؟ تب اللہ کہے گا یہ کہ میں نے سب چیزیں اس کی محبت میں پیدا کی ہیں تا کہ تمام مخلوقات اس کے ساتھ میری حمد کریں اس وقت ہر ایک ان میں سے جواب دے گا ہمارے پاس تین گواہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔ پس اللہ جواب دے گا کون؟ تب موسیٰ کہے گا پہلا گواہ وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے عطا کی ہے اور یہ شخص جو کہ تم سے باتیں کر رہا ہے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کہے گا اے رب تحقیق تمام دنیا کو شیطان نے بہکا دیا اس لیے کہ اس نے کہا میں تیرا بیٹا تھا اور تیرا شریک لیکن وہ کتاب جو کہ تو نے مجھے دی ہے اور اس نے کہا کہ فی الحقیقت میں تیرا بندہ ہی ہوں اور یہ کتاب اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ جس کو کہ تیرے رسول نے ثابت کیا ہے۔ تب اس وقت رسول اللہ ﷺ گفتگو کرے گا اور کہے گا کہ تحقیق جو کچھ میں نے اس وقت کیا ہے۔ محض اس لیے کیا کہ ہر ایک کو میرا تجھ سے محبت کرنے کا درجہ معلوم ہو جائے اور یہ کہنے کے بعد اللہ اپنے رسول کو ایک نوشتہ دے گا جس کے اندر کل اللہ کے برگزیدہ بندوں کے نام ہوں گے اسی لیے کل مخلوق اللہ کی یہ کہتے ہوئے سجدہ کرے گی کہ اکیلے تیرے ہی لیے اے ہمارے رب بزرگی اور احسان ہے کیونکہ تو نے ہی ہم کو اپنے رسول کو بخشا ہے۔ اور اللہ اس نوشتہ کو کھولے گا جو کہ اس کے رسول کے ہاتھ میں ہے۔ پس اس کا رسول اس کے اندر کو پڑھے گا اور سب فرشتوں اور نبیوں اور تمام برگزیدہ بندوں کو پکارے گا اور ہر ایک کی نشانی پر رسول اللہ کی علامت لکھی ہو گی اور نوشتہ میں جنت کی بندگی لکھی جائے گی۔ تب ہر ایک اللہ کے داہنے جانب کی طرف ہو گا ایسا جانب راست کہ رسول اللہ اس کے نزدیک ہو گا اور انبیاء اس رسول کے پہلو میں بیٹھیں گے تب اس وقت نرسنگھا بجایا جائے گا اور شیطان کو جواب دہی کے لیے بلایا جائے گا۔" ❶

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے۔

«انا سید الناس یوم القیامة وهل تدرون لم ذاك یجمع الله عزوجل

❶ انجیل برنباس باب ۵ آیت ۱ تا باب ۵۶ آیات ۸.

یوم القیمۃ الاولین والآخرین فی صعید واحد.»

"میں سردار ہوں گا سب آدمیوں کا قیامت کے دن اور تم جانتے ہو، کس وجہ سے اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا قیامت کے دن اگلوں اور پچھلوں کو ایک ہی میدان میں۔"

یہاں تک کہ پکارنے والے کی آواز ان سب کو سنائی دے گی اور دیکھنے والے کی نگاہ ان سب پر پہنچے گی۔ اور آفتاب نزدیک ہو جائے گا۔ اور لوگوں پر وہ مصیبت اور سختی ہوگی کہ نہ سہہ سکیں گے آخر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے چلو آدم علیہ السلام کے پاس چنانچہ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے آدم علیہ السلام! آپ سب آدمیوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا انہوں نے سجدہ کیا آپ ہماری سفارش اللہ سے کریں آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے جو ہم پر مصیبت ہے آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا پروردگار سخت غصہ میں ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا تھا اور نہ ہوگا اور اس نے مجھے منع کیا تھا درخت سے لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی اور درخت میں سے کھا لیا اب مجھ کو تو اپنی فکر ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے نوح آپ سب پیغمبروں میں سے سب سے پہلے زمین پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ بنایا۔ آپ ہماری سفارش کیجئے پروردگار سے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ وہ کہیں گے میرا رب آج جس قدر غصہ میں ہے، پہلے کبھی بھی نہیں ہوا تھا اور میں نے اپنی قوم پر بددعا کی تھی اس لیے مجھے تو خود اپنی فکر ہے۔ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر وہ سب مل کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے ابراہیم علیہ السلام آپ اللہ کے نبی ہیں اور اللہ کے دوست ہیں، زمین والوں میں سے آپ ہماری سفارش کرو اپنے پروردگار کے پاس۔ کیا آپ نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے۔ وہ فرمائیں گے آج میرا پروردگار اتنا غصہ میں ہے کہ اتنا غصہ کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ ہوگا اور اپنی جھوٹ باتوں کو بیان کر کے معذرت چاہیں گے اس لیے خود مجھے اپنی فکر ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کے پاس جاؤ چنانچہ وہ لوگ موسیٰ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ آپ اللہ

کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو بزرگی دی اپنی پیغمبری سے اور اپنے کلام سے آپ ہماری سفارش کیجئے اپنے پروردگار کے پاس کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم جس حال میں ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے موسیٰ فرمائیں گے میرا پروردگار آج ایسا غصہ میں ہے کہ ایسا غصہ میں کبھی نہیں ہوا تھا اور میں نے دنیا میں ایک خون کیا تھا جس کا مجھے حکم نہ تھا اس لیے مجھے تو خود اپنی فکر ہے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ سب لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے لوگوں سے بات کی ماں کی گود میں آپ کلمۃ اللہ ہیں جو اس نے ڈال دیا مریم میں اور اس کی روح ہو تو سفارش کیجئے ہماری اپنے رب کے پاس کیا آپ نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا پروردگار آج اس قدر غصہ میں ہے کہ اتنا غصہ کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ کبھی ہوگا اور کوئی گناہ ان کا بیان نہ کیا (مگر فرمایا) مجھے تو اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ محمد ﷺ کے پاس جاؤ وہ سب میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں خاتم الانبیاء ہیں اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں آپ سفارش کیجئے ہماری اپنے رب کے پاس کیا آپ ہمارا حال نہیں دیکھتے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں۔ یہ سن کر میں چلوں گا اور عرش کے تلے آ کر اپنے پروردگار کو سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ میرا دل کھول دے گا اور وہ تعریفیں اپنی مجھے بتائے گا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں بتلائیں (میں اس کی خوب حمد اور تعریف کروں گا) پھر اللہ فرمائے گا اے محمد اپنا سر اٹھا کر مانگو جو مانگنا ہے دیا جائے گا سفارش کرو قبول کی جائے گی میں سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا میری امت، میری امت، حکم ہوگا اے محمد اپنی امت سے ان لوگوں کو جن سے حساب کتاب نہ ہوگا باب ایمن میں سے جنت میں داخل کروا اور وہ، اور لوگوں کے شریک ہیں باقی دروازوں میں جنت کے (یعنی ان میں سے بھی جا سکتے ہیں) پھر یہ دروازہ ان کے لیے مخصوص ہے قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، جنت کے دروازوں کے کونوں، اور بازوؤں میں اتنا فاصلہ ہے جیسے مکہ اور ہجر (ایک شہر ہے بحرین میں) یا جیسے مکہ اور بصرہ۔ (رواہ صحیح مسلم)۔ فرمایا حضور صادق

المصدوق ﷺ نے:

”جب میں اللہ کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا جب تک اللہ چاہے گا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا اس کے بعد اللہ اپنی مرضی سے فرمائے گا اے محمد تم اپنے سر کو سجدے سے اٹھاؤ اور جو کہنا ہے کہو، سنا جائے گا اور جو مانگنا ہے مانگو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی ایسی ایسی تعریف کروں گا جو اس وقت اللہ مجھے سکھائے گا پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے جہنم سے نکالنے کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں اس حد کے موافق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا پھر دوبارہ میں اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا جب تک اسے منظور ہو گا سجدے میں پڑا رہوں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد اپنے سر کو سجدے سے اٹھا لیجئے اور جو کہنا ہو کہئے اور جو مانگنا ہو مانگئے اور سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی تعریف کروں گا جس طرح وہ مجھے سکھائے گا پھر سفارش کروں گا تو اس کے لیے ایک حد متعین کر دی جائے گی اس حد کے مطابق لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا اسی طرح سے تین چار مرتبہ کروں گا۔ پھر میں عرض کروں گا خدایا اب تو دوزخ میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ [1]

یعنی مشرک لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے جیسا کہ برناباس کی انجیل میں ہے۔ ”پس اس ملعون جگہ میں کافر لوگ ہمیشہ مقیم رہیں گے۔“ [2]

جس نے زندگی میں ایک بار بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا اسے بھی جہنم سے آزادی ملے گی۔ انجیل برنباس میں ہے کہ ستر ہزار سال کے بعد اور ان برسوں بعد فرشتہ جبرائیل جہنم میں آئے گا اور انہیں یہ کہتے سنے گا کہ اے محمد تیرا ہم سے یہ وعدہ کرتا کہاں ہے

[1] صحیح مسلم۔ [2] انجیل برنباس باب ۱۳۷ آیت ۱۔

کہ جو شخص تیرے دین پر ہوگا وہ جہنم میں ابد تک نہ رہے گا۔" ❶

تب فرشتہ جنت میں یہ خبر رسول اللہ کو پہنچائے گا۔

"اس وقت رسول اللہ کلام کرے گا اور کہے گا اے میرے پروردگار تو اپنا یہ وعدہ مجھ اپنے بندے سے یاد کر کہ جو لوگ میرا دین قبول کریں گے وہ ابد تک جہنم میں نہ رہیں گے۔ تب اللہ جواب دے گا اے میرے پیارے جو چاہتا ہے مانگ کیونکہ میں تجھ کو سب کچھ جو تو مانگے بخشوں گا۔" ❷

نبی ﷺ ہر کلمہ پڑھنے والے کی سفارش کریں گے:

"تب اس وقت اللہ تعالیٰ چار مقرب فرشتوں کو حکم دے گا کہ جہنم میں جاؤ اور ہر اس شخص کو جو کہ رسول اللہ کے دین پر ہو، نکال کر جنت میں لے جاؤ اور یہی کام جس کو یہ فرشتے کریں گے اور رسول اللہ کے دین کا نفع یہاں تک ہوگا کہ ہر وہ شخص جو کہ ان پر ایمان لائے گا وہ اس سزا کے بعد کہ میں نے اس کی نسبت بیان کیا ہے۔ جنت میں جائے گا اگرچہ اس نے کوئی بھی نیک کام نہ کیا ہو اس لیے کہ وہ اس کے دین پر مرا۔" ❸

الحمدللہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کو قبول کرنے والے ہی قیامت کے دن بخشے جائیں گے اور بہرحال جنت میں جائیں گے کیونکہ ان الدین عند الله الاسلام اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخاسرین"

خلاصہ

- وہ نبی کوہ فاران سے جلوہ گر ہوگا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ۔
- وہ نبی موسیٰ کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل سے ہوگا۔

❶ ۱۳۶-۱۹-۲۰۔ ❷ ایضاً آیات ۱۹-۲۰۔ ❸ انجیل برنباس باب ۱۳۷ آیات ۳ تا ٦۔

- وہ نبی مثل موسیٰ علیہ السلام یعنی صاحب شریعت صاحب ہجرت و جہاد صاحب ازدواج ہوگا۔
- اللہ اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالے گا یعنی اس پر وحی نازل ہوگی۔
- خاتم النبیین اُمّی ہوگا اور اس کی قوم امیین۔
- اللہ اسے اپنا پسندیدہ دین عطا کرے گا۔
- اس کی جان راحت میں رہے گی اور اس کی امت زمین کی وارث ہوگی۔
- وہ نبی بنی آدم میں سب سے حسین ہوگا۔
- وہ میٹھی زبان والا شیریں کلام ہوگا یعنی صاحب خلق عظیم۔
- تلوار اس کی حشمت وشوکت ہوگی۔
- امتیں اس کے سامنے زیر ہوں گی۔
- وہ اللہ کا مبارک کیا ہوا ہوگا۔ اس کا ذکر بلند ہوگا۔
- وہ سدا اللہ کی تعریف کریں گے (نبی ﷺ کا ہر ایک لمحہ اللہ کے ذکر سے خالی نہیں گزرا)
- اس کا شہر بکا یعنی مکہ ہوگا۔
- تحویل قبلہ اس کی خواہش سے ہوگا اور دوسرے گھر کا جلال پہلے گھر سے زیادہ ہوگا۔
- اس کے سبب بنی قیدار یعنی قریش کی حشمت جاتی رہے گی۔
- وہ عرب کے جنگلوں میں رات کاٹے گا، تیما کی سرزمین کے باشندے اس کا استقبال کریں گے۔
- اس کی دعوت دنیا کے کونوں تک پہنچے گی۔
- اس پر نازل کی گئی کتاب لوگوں کو حفظ ہوگی۔
- وہ صادق اور امین ہوگا۔
- اسے کتاب دی جائے گی کہ پڑھ وہ کہے گا میں پڑھنا نہیں جانتا۔
- وہ بہادر کی طرح نکلے گا اور جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت دکھائے گا۔
- سلع کے بسنے والے اس کا استقبال کریں گے اور گیت گائیں گے۔

- وہ عدالت کو زمین پر قائم کرے گا۔
- زمین اس کی حمد سے معمور ہوگی۔
- وبا اس کے آگے آگے چلے گی۔
- سفید گھوڑا اس کی سواری اور لوہے کا عصا یعنی تلوار اس کی پہچان۔
- اس کا نام محمد و احمد ہوگا۔
- وہ شافع محشر ہوگا۔
- وہ بدنامی کے دھبے کو عیسیٰ سے دور کرے گا۔
- وہ بتوں کو توڑنے والا ہوگا۔
- وہ خاتم النبیین ہوگا۔

بائبل اور

محمد رسول اللہ ﷺ

Tel: 42-37351124 , 37230585
E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com
Website: www.quddusia.pk